

فَقَصَّصَهُمْ غَيْرَةً لِأُولَى الْأَلْبَابِ

عشر

کا

۹۹ سر اخص

مصنف

علامہ دیبرولانا حکیم محمد علی خان صاحب مدد

بفرمایش

مولوی محمد مصطفیٰ علی خان صاحب مدد

مفتی عالم پریس ہندوئی ہین چھپا

(یا ہتمام شفیع اللہ خان مدعی مفتی عالم پریس)

# مسیحی عالم

مصنف

حکیم محمد علی خان حنا مرحوم ایڈیٹر مرقع عالم

جسین

حفظ صحت کے کل اصول سبب از سحر طرازی کے ساتھ دکھائے گئے ہیں  
زبان شستہ اور عوض کوثر میں دھلی ہوتی ہے۔ بس اسکو پڑھئے اور  
ایک طرف لطف زبان کے چٹھارے لیجئے اور دوسری طرف انسانی تندرستی  
کے قائم رکھنے کے اصول سیکھئے قیمت فجلد ۸۔

## المطالعہ

یہ بھی تاریخ کی ایک بنیظیر کتاب ہے جس کو قبلہ و کعبہ  
حکیم محمد علی خان صاحب مرحوم نے ابن شعبہ کی تاریخ سے  
ترجمہ کیا ہے۔ کتاب کا ترجمہ ۱۲۶۲ھ تک ہے۔  
عربی تاریخوں میں ابن شعبہ کی تاریخ کو یہ خصوصیت  
حاصل ہے کہ بہت اختصار کے ساتھ تمام واقعات اس میں  
درج ہیں۔ قیمت ۴۰۔

تھیں

المشہور  
نیچر مرقع عالم پریس ہرنوئی (اودھ)

# دوسرا حصہ

## پہلا باب

تمھاری یہ راہ تو ہماری یہ سہ راہ

نیند اُسکی ہی دماغ اُسکا ہی راتین اُسکی ہین  
جسکے بازو پر تری زلفین پریشان ہو گئیں

جاٹے کا موسم ہو سڑی اچھی طرح چمک گئی ہو اور ابھی کسی طرح پہچھٹری رات زائد نہیں گئی ہو۔ وہ ابر  
لگے ہلکے جاب سے لگے جو شام کو کسی کے گلے دوپٹے کی طرح سمٹے ہوئے آسمان کے نیلے رنگ میں  
جا بجا نظر آتے تھے اور جسکو ڈوبتے ہوئے آفتاب نے اپنے سُہرے رنگ میں نگینا تھا وہ تو آج شام ہی سے  
رات کی ٹھنکی یا کسی شوخ کسین جین کی طرح بات بات میں ٹھنک ٹھنک کر شبم کے پیرائے میں آنسو بہا  
رہتے تھے لیکن اب اسوقت موسم کی سڑ مری اور زہر مری کی برودت سے شبم کو کچھ ایسا پالا  
پڑا ہے کہ وہ آسمان سے بچ ہو ہو کر گر رہی ہو۔ ہاتھ پاؤں لگے جاتے ہیں۔ اور دانت جھجک رہے  
ہیں۔ اُمر اور اغیا تو سڑی سے بچنے کے لئے سوئی اور آؤنی کپڑے زیب تن کئے مکانوں کے دروازے  
بند۔ کئے بیٹھے ہونگے اگلیں حیاں روشن ہونگی اور آب آتش رنگ کا دُور پر دو پل ہا ہو گا۔ لیکن یہاں  
کے غریب مفلس آدمی دن بھر کی مشقتوں سے ٹھکے ہوئے اسوقت اپنے اپنے بھوڑوں میں پڑے ہوئے ہیں  
جنہر اظلاس اور تہمتی نے کچھ رچ رکھا کر ایک ایک پُرانا کتل ڈال دیا ہے اور وہ اُسکو منتقم سمجھ کر ادھر ادھر سے  
دباتے جاتے ہیں۔ چاروں طرف سے سڑ ہوا کے جھکے آتے ہیں اور انکے جھوڑوں کی لٹیموں میں لڑو سا  
سید کرتے ہوئے انکے کانپے ہوئے جسموں پر تیر کی طرح لگتے ہیں اور وہ بچاے جاتے کھلے اور چھو ہو کر  
اپنے ہاتھ پاؤں میٹ بٹتے ہیں اور جب کسی طرح چین نہیں پڑتا تو مجبوری سے اُٹھ بیٹھتے ہیں اور گھاس  
پھوس جلا کر ہاتھ پاؤں سیکھ لیتے ہیں۔ کہیں اسوقت کسی حیران نصیب عاشق کو شب بے وقت  
کی ابتدا میں دل میں دل میں کڑی سیلو بدلواری ہو گئی۔ کہیں اُمید میں انتظار کی وہ گھڑیاں گنی جاتی  
ہو گئی جتنے ایک سنگین میں ہر ہاتھ لگان کا خون ہوا جاتا ہے اور تھی تھی ہزاروں امیدیں لک

ایک ایک اضطرابی حرکت میں پیدا ہوئی جاتی ہیں کہیں چھری چھڑائی باتیں ہو رہی ہوں گی۔ دل کے ارمان نکل رہے ہونگے۔ شرم کے مارے کسی کا سر جھک گیا ہو گا۔ آنکھوں کے گلابی ڈوسے لال ہو چکے ہونگے۔ تیوریوں پر بے لگ ہو گیا ہو گا اور کوئی ایک جشت کی حالت میں ہاتھ جوڑ کر منتوں کچھ کہہ با ہو گا۔ کوئی وعدہ فراموش شدہ و دانستہ بھلا کر کسی کی آرزو کا خون کرنے کے لئے پادوں میں مندی لگا کر بیٹھ رہا ہو گا اور کوئی کہیں جانے کے لئے دیکھنے والوں کی نظر بچا کر بن ٹھن با ہو گا۔ نہ ہی عبادت گاہوں میں بھی سناٹا ہو گیا ہو۔ بے لگ اور پادری گرجے بند کر کے اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے ہیں اور منڈوں سے وہ صدائیں بھی نہیں نکلتیں جو پونا نیوں کے قدیم عقائد کے موافق دیوتاؤں کی پرستش کے اوقات میں گنتے کی آواز کے ساتھ ایطالیہ کے رہے سے منڈوں میں پیدا ہوتی تھیں ایسے وقت میں ہم اٹلی کی قدیم تاریخ کو دیکھتے دیکھتے ریونائین اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں پر شاہی عمارتوں کا سلسلہ شمال سے جنوب کی طرف چلا گیا ہو۔ مشرق کی طرف سلطانی قلعہ ہو اور اسی طرف دریائے ایڈریا تک جو چین مارتا ہوا شمال سے جنوب کو بہا ہو وسط میں دوڑ تک نظر کو لطیف سیراٹھانے کے لئے وسیع میدان نظر آئے اور اس کے مغربی سمت پر ایک دلکش باغ ہو جسکو اہل اٹلی کے مذاق کا ایک اچھا نمونہ کہنا چاہیے شاہی عمارتوں نے قریب ہو کر اسکو اپنا پائین باغ بنالیا ہو۔ نظر بد سے بچانے کے لئے سنگ سیاہ کی قدما دم چار دیواری اسکے چاروں طرف گھیرے ہوئے ہو جسکی انفراد منڈ پر پر جا بجا دختوں کی شاخیں لوٹ رہی ہیں اور کسی من چلی پروہ نشین عورت کی دیوار سے باہر نکلی ہوئی گردن کی طرح اوپر سے باہر کی طرف نیچے کو جھکی ہوئی ٹہنیوں کے اشارے سے آنے جانے والوں کو اپنی طرف سے اس لئے بکلام ہی ہیں کہ ہاں آؤ ہم تمہیں ایک تماشا دکھلائیں۔ باغ میں جانے کے لئے شرقی سمت پر ایک پھانک لگا ہو جو عموماً بند رہتا تھا مگر اس وقت اتفاق سے در قبول کی طرح کچھ کھلا ہوا معلوم ہوتا ہو مشرق کی طرف سے ماہ دو ہفتہ نے بھی کسی نئی ٹھن کی طرح بیٹھے بیٹھے اٹک کر زمین کے پردوں سے اپنی جھکی ہوئی گردن اٹھائی ہو۔ تاریکی کے گھونگھٹ سے اپنا روشن اور نورانی چہرہ نکالا ہو جسکی شرقی سمت کی زمین سامنے والے پھانک میں ہو کر رہی ہوئی نکل رہی ہیں اور رنگ ترک کر دے گئے بڑھاتی جاتی ہیں نہ ہاتھ کے فراسہ مار دینے سے پھانک بالکل کھل گیا ہو اور اب وہ ہاتھابی کر میں باغ دیکھنے کے ذوق شوق میں کچھ ایسی بے اختیار ہو گئی ہیں کہ ہم کو خیر سے پیچھے چھوٹ گئے ہیں مگر وہ ہم سے بھاگے اس لئے کہ ہمارے دل بڑھتی ہوئی بڑھتی جاتی ہیں جو اس پہاٹ سے مغرب پہاٹ کی طرف سے چلی گئی ہو۔ بچپن ہوا گو اب گھر گئی ہے مگر تاہم اسکی رفتار اس وقت بھی ہے



فقدہ دوران کی قیامت خیز حال سے کسی طرح کم نہیں ہو جو غور و محنت کے بارے ایک نزاکت کے عالم میں پانچے اور اسی کے ساتھ اپنے بل کھاتی ہوئی نازک کمر کو بھی سنبھالے ہوئے گن گن کر زمین پر قدم رکھ رہی ہو۔

گو اس باغ کی موجودہ بگڑی ہوئی حالت دیکھنے والے کو اچھی طرح سے یہ امر بتلا رہی ہو کہ اسکی خبر گیری اچھی طرح نہیں کی جاتی روشن میں زمانے کے نشیب و فراز کی طرح ناہمواری آگئی ہے۔ ہجران نصیب عشاق کے ناصو پڑے ہوئے دل کی طرح باجیا کرٹھے پڑ گئے ہیں۔ گھاس قدیم باشندگان پورپ کے سرکے بالوں کی طرح حصے زائد بڑھ گئی ہو اور باجیا درختوں کے نیچے ان سوکھے ہوئے پتوں کا ڈھیر لگا ہوا ہی خلو مانے کی ناموافق ہوا نے ادھر ادھر خاک اٹانے کے لئے اچکی شائع جہاں گرا ہوا گھر بھی باغ کی اصلی وضع۔ اس کے چنوں کی باقاعدہ تقسیم در کیا ریون کا سڈول ڈھنگ اس امر کو اچھی طرح ثابت کر رہا ہو کہ جب یہ بنا ہو گا اس وقت البتہ بہت شوق اور اتمام کے ساتھ بنایا گیا ہو گا۔

وسط باغ میں سنگ مرکز کی ایک مختصر بارہ درمی ہو جسکے ہر چار طرف چار حوض بنے ہوئے ہیں جن میں کبھی تو فوارے چھوٹتے ہوں گے گرا تو چشم کو رکی طرح بے آب پڑے ہیں۔ شاید ایک دو میں کچھ تھوڑا سا پانی بھی ہو لیکن وہ بھی متعفن۔ چسپری ہری کانی جمی ہوئی ہو۔ بارہ کی کی گری بلند ہو اور اس کے چوڑے پر قرینے قرینے سے ماندے رکھے ہیں جن میں طرح طرح کے پودوں پھول کھلے ہوئے ہیں اور اچھی خوش رنگیاں نظریں بھی جاتی ہیں۔ بارہ درمی میں نہ کوئی آدمی نظر آتا ہو نہ کہیں روشنی معلوم ہوتی ہو۔ ہو کا عالم ہو اور درو دیوار پر ایک وحشت سی برس رہی ہے۔ بارہ میں چلنیں پڑی ہیں جو اس روشنی کو بھی نہیں آنے دیتیں جبکو نیچے لہنی فیاضی لاشی ظلمت دور کرنے کے لئے چاندنی کے پیرائے میں پیدا کیا ہو۔ ہاں البتہ بیچ کے بڑے کمرے میں کوئی شمع روشن معلوم ہوتی ہو۔ ایک نموازہ کچھ کچھ کھلا ہوا ہو اور اس پر بھی خیر سے چلن پڑی ہوئی ہے۔ اندر سے روشنی کی روشن شعائیں کسی کی شرم آلود نگاہوں کی طرح کھلے ہوئے دروازے سے دبی ہوئی نکل نکلا دھوا دھراک جھاک کر رہی ہیں کہ کوئی دیکھتا تو نہیں ہو اندر سے کچھ آہستہ باتیں کرنے کی آواز بھی آ رہی ہو اور مغربی برقعہ میں ایک عورت تھل تھل رہی ہو۔

ان باتوں میں سب سے پہلے جو بات ہمارے فہم میں آئی ہو وہ یہ ہو کہ حضرت اب مجاہد جانے کی اجازت دیجئے جو ایک بھاری و مروانی آواز میں تمی جبر کسی دوسرے کہا۔ زمین تم بھی نہ

جاؤ گے بیٹھو۔ کیا میں نے محض اسی لیے بلایا تھا؟

یہ آواز ہمارے کانوں کو کچھ آشنا معلوم ہوتی ہو لیکن یقینی طور پر ابھی ہم نہیں کہہ سکے کہ یہ کس کی آواز ہو اور زنا بے دلچسپی۔

بہرہ پٹی آواز میں کوئی کستا ہو کر گھبراہٹ کے لمحے میں بے شاہزادی صاحب! آپ کے پاس اگر مجھ کو اگر کوئی ایسا لیکھا ہو پھر میری جان مصیبت میں پڑ جائے گی۔ تیار جانے دیجئے میں جاؤں گا۔ پھر زنا نے لمحے میں آواز آئی۔ اسی ہی تو تم استدعا کر رہے تھے کہ میں جانے دو۔ تو یہ۔ یا ان کوئی ٹھیکہ ہو۔ تم دو روئیں۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ کسی کی مجال ہو۔ میری طبیعت کو تم سے تعلق ہو گیا ہو اور تم اس طرح مجھ سے دور بھاگتے ہو۔

اب ہمارے شک کو زیادہ ترقی ہو گئی ہو۔ دل میں اچھن بڑھتی باقی ہو اور بغیر اسکے دریافت کئے ہم کو چین نہیں پڑ سکتا کہ یہ باتیں کون کر رہا ہو۔ تاریخ کے اس نا نام ورق کو جلدی سے ہٹے ہوٹ دیا ہو اور پردے کی چلن اٹھا کر ہم اس کمرے میں پہنچ گئے ہیں جہاں یہ باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ کمروہ ضروری اسباب و سامان سے سجا ہوا ہو۔ فرش بچھا ہوا اور ایک کونڈنگ لگا ہوا ہو جس پر شاہزادی ہنویا ایک اجنبی شخص کے پاس پہلو سے پہلو لگا بیٹھی رہی ہو۔ یہ شخص ایک نوعمر جوان ہو جس کا سن پچیس برس سے کسی طرح زائد نہیں معلوم ہوتا صورت تو چنداں بڑی نہیں ہو مگر ایسی اچھی بھی نہیں ہو کہ اپنے حسن و فریب کے کرشموں سے کسی جوان کو پارسا عورت کی آنکھ کو اپنی طرف متوجہ ہی کر لے جسم کا گورا گورا رنگ ہو اور قد بھی متوسط درجے کا۔ قد کا تناسب بھی اچھا ہو مگر آنکھیں چھوٹی چھوٹی کرکھی رنگ کی ہیں اور منہ کا نقشہ بھی کچھ اچھا نہیں۔ اچھنیں نام ہو اور خود اسی شاہزادی کی سرکار میں نظارت کے حقیر عہد پر ممتاز ہو۔

اچھنیں اس وقت حیرت کے عالم میں چپ بیٹھا ہو ہو۔ سر اوپر لحاظ سے گریباں میں پڑا ہو اور اچھنیں جھکی ہوئی ہیں اور دل کی سنسناہٹ سے تمام جسم میں پسینہ اگیا ہو۔ اس خوف سے کہ کوئی ایسا سا لڑکا بی بی کی طرح کانپا ہو اور شاہزادی ہنویا اس کے کہہ ہی ہو۔ کیونکہ کچھ باتیں نہیں کرتے؟

اچھنیں۔ (بات چوڑ کر ابھی حضور کچھ نہیں فقط یہی لگا ہوا ہو کہ جہاں بے دلچسپی کے پاس اس طرح اس وقت بیٹھا ہو کوئی دیکھ نہ لے۔ ورنہ مجھے فرماؤ ملازم کے لیے اس سے زیادہ اور کوئی فخر کی بات نہیں ہو سکتی کہ حضور نے اس طرح اپنے برابر بیٹھے کی محکوم عزت بخشی اور یوں مخاطب صحیح بنا کر مجھے ہر کلام ہو رہا ہے۔

شاہزادی اب آپ اس ادب کو تو تہ کر رکھیے اور یہ بتائیے کہ آپ یہاں آنے میں سواویا سے اس قدر چلے بہانے کیوں کرتے تھے۔ آج آتا ہوں۔ کل آؤں گا۔ تم چلو میں آیا۔ اور پھر کہیں تپہ نہیں آخر تم سمجھے کیا تھے بتاؤ تو مہی“

ایجنہیں میں سرکار بے قرار کا ایک ادنیٰ سا لازم ہوں بھلا کچھ کو کسی وقت حاضرین میں ہند رہو سکتا ہو میری مجال ہو۔ دن بھر تو میں حاضر ہی رہتا ہوں اور جب پہلی مرتبہ سواویا بیگم پاس گئی تھی اس وقت میں حاضر ہوتا لیکن جب اُس نے کچھ ایسی باتیں بیان کیں جنکو میں حضور کی طرف نسبت دیتا ہی گستاخی نہیں بلکہ ایک بہت بڑا گناہ سمجھتا تھا جو اس وقت کی حاضری میں خیال کرتا تھا اور یہی ایک ایسی قوی وجہ تھی کہ جس کے سبب میں ہمیشہ بیوقت کی حاضری میں پس وہ شیش کرتا رہا“

شاہزادی“ افدہ تم بڑے سخت دل ہو تم میری آنکھ سے بھی میری جلی حالت کا امتیاز نہ کر سکتے“  
ایجنہیں“ حضور اس امتیاز کے لئے آنکھ کمان لائوں اور بالفرض اگر آنکھ بھی ہوتی تو اُس کے لئے دل بھی تو اور ہونا چاہیئے۔ حضور شاہزادی۔ میری آقا سے ولی نعمت۔ اور میں اونے درجے کا غریب اور آپ ہی کا نوکر میرے خیال میں بھی وہ بات نہیں آسکتی تھی جسکو اس وقت میں خوش نصیبی سے اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں مگر خدا کرے کہ یہ میری خواب ہی کی حالت ہو“

شاہزادی“ اللہ سے تیری گریز (خواب ہی کی حالت ہو) اچھا چرلیٹ بیٹے پلنگ پڑاؤ۔  
ایجنہیں“ نہیں حضور میں آپ کے ساتھ بیٹھ تو سکتا نہیں۔ بیٹھے کی کیا طاقت۔ میں نے تو بات کہی تھی وہی مغل ہوئی میں تو ہجرت سے میں خواب دیکھیں مغلوں کا“

شاہزادی“ میں نہیں نکو اب بیٹھا ہو گا۔ لیٹو۔ لیٹو۔ ضرور لیٹنا پڑے گا“ اور بروہی سے اُسکے دونوں شانے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لٹا دیا۔ ہنسور یا گو خولیش نہ تھی مگر اسی پلنگ پر ایجنہیں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اسکا بدمعاشا تھا ایجنہیں کے اوپر بیٹھا ہوا اس طرف پلنگ پر رکھا ہوا ہی اور اسی ہاتھ پر زور دیتے ہوئے اس طرف کو کسی قدر جھک گئی تو اور اٹھا ہاتھ اپنی اس پر رکھا ہوا ہی۔ رخ ایجنہیں کی طرف ہی جوتے پاؤں میں ہیں اور پاؤں پلنگ کے نیچے چلے ہوئے ہیں۔ یہ جھنڈا واقعات ہماری نظر سے گزرے ہیں انھوں نے ہمارے دل کی کچھ عجیب حالت کردی ہو کہ ہم سے اب یہاں کھڑے نہیں ہاجانا اور ہم مجھو بوتے ہیں کہ اس کمرے سے نکل کر ذرا بننے دل کو بھلا میں۔ سنو! گو گو جھنجھلیاں طرح پہچان لیا ہو اور خوب حانتے ہیں کہ یہی شاہزادی بیگم ہے جو کبھی ہمارے دوست جان کی انتہا میں مستو قد تھی اور شاید اب بھی مولیکان اسوقت اسکا ایک غیر شخص کے پاس مشجہ ہونا یا اختلاط۔ اس طرح ہندن ہنس کے باتیں کرنا اور اسکی یہ ناریا جھرتیں۔ یہی چند باتیں باتیں ہیں

جنہوں نے ہمارے یقین میں شک پیدا کر دیا ہے ہنور یا ایک ایسی جماعت عصمت و عفت عورت تھی جسکی پارسی کا شہر کے عالم فریب سخن کی طرح اٹلی اور روم میں ہر جگہ پھیلا ہوا تھا لوگ اُسکی حیا و شرم کی قسم کھاتے تھے اور وہ باوجود اس شان و پیش و تنعم کے لرکس کے زمانے میں بھی خدکی عبادت سے غافل نہ تھی۔ اُسکو حیا و شرم کی ایک دیوی کہنا چاہیے تھو اُسکو بھلا ان پھیائی کی باتوں سے کیا مناسبت تھی۔ ایسا تو کسی شریف عورت نہیں ہو سکتا اور پھر اپنے ایک اٹلی نوکر سے اس طرح کا ہنسنا بولنا جو دلوں میں شک اٹانے والا ہو۔ وہ تو وہی پاکباز عورت تھی جسے ہمارے دوست جان کو بھی باوجود اس کے اہل و تمنا کے ہمیشہ اُسکی نازیبا خواہشوں سے روکا۔ کچھ فہم میں نہیں آتا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اُسکو کیا ہو گیا ہے اسکی طہنت اس قدر جلد کس طرح بدل گئی تھی اور یہ بے شرمی اس میں کہاں سے آگئی۔ کہیں ہمارے کار کے فرقہ میں اسکو جنون تو نہیں ہو گیا ہے؟ عجیب فہم میں لیں اور باتیں تو سب ہوش کی کرتی ہے۔ کیسی سواویہ کی بُری صحبت نے تو اس پر یہ خراب اثر نہیں ڈالا؟ ہم ملکوت و قیافہ سے ایک شوخ و طرار عورت معلوم ہوتی تھی باتیں گھنچا چا کر کیا کرتی تھی اور بات بات پر ہنسنے کی تھی بنا سنا سنا سے بھی اسکو بہت شوق تھا اور جتنی بھی جھوم جھوم کرتی شاید پردے میں ہی شل رہی ہو۔ اور یہی ہو رہی ہے۔ عجیب نہیں جو اُس کی بد مذہبی نے ہنور یا کا چال چلن بھی اس قدر بگاڑ دیا ہو۔ ایسی عورتیں کبھی اس قابل نہیں ہوتیں کہ شرفاکی بویشیوں کی پیش خدمت بنیں۔ یا جوانی کے بھرے ہوئے جوش اور بھری جوانی کے دلوں میں اسکو اس قدر پھیرا کر دیا ہو۔ بیشک یہی ہو گا جو ان کا جوش و خروش کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ وہ کسی کے ضبط سے ہو سکے اب بیچاری کو چونکہ شادی کی طرف تاس لٹی ہو گئی ہے۔ الشباب شجعتہ میں الجھان کے نازک زمانے کی سخت امتحانی گھڑیاں کیسی طرح کاٹے نہیں کٹتی ہوگی اُسے اسی طرح اپنے دل کی چھین کرنے والی امتحان کو تسکین دینے کے لئے اپنی طبیعت کے خلاف یہ رنگ اختیار کیا ہو گا۔ اچھا چکر دیکھیں تو یہی اب کیا ہوتا ہے شاید ابھی باہمی گفتگو سے کوئی بات معلوم ہو جائے۔ ایجنس اسی طرح پٹنگ پر لٹیا ہوا ہے۔ ہنور یا اسی وضع سے بیٹھی ہوئی ہے جس طرح ہم پٹھا چھوڑ گئے تھے اور یہ باتیں آپس میں ہو رہی ہیں۔

ہنور یا یہ کیسی میری شکل کیسی ہو گئی تھی معلوم ہوتی ہے؟

ایجنس حضور مسکا کہنا ہی کیا۔ آپ کے قدم مبارک کی قسم تمام قوم اٹلی اور تمام میں تو آپ کے حسن خداوند کی تعریفیں مگر مگر ہوتی ہیں۔ دُعا میں آپ کا شل تو ہو نہیں۔ بس آپ حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہیں جسکی پرستش ہر شخص کو دل و جان سے کرنا چاہیے جان کا۔

شاہزادی۔ چونکہ کرہ کیا؟ جان کا؟

ایجنس جی کچھ نہیں؟

شاہزادی "نہیں نہیں۔ کچھ تو کہو"

ایجنیس "بات بنا کر میں یہ کہتا تھا کہ کسی کے جان و دل کا حال آپ کو کیا معلوم ہو؟"

شاہزادی "نا۔ میں نہ مانوں گی وہی کہہ جو کہتے تھے جان کا"

ایجنیس "جان۔ حضور کچھ نہیں مجھے نہیں کہا جاتا"

شاہزادی "نہیں تم کچھ خوف نہ کرو۔ صاف صاف کہ دو میں ناخوش نہیں ہونگی"

ایجنیس "خیر حضور حضرت جان کے عشق و محبت کو کوئی نہ جانتا ہو مگر میں نے گیسٹہ خورشید شاہی

اُن سے پچارے کا کیا حال ہو گیا ہے وہ کہنے کہنے تھے ہاں اسی عالم فریب میں کے جہاں نسبت ہر وقت مجھے سوال ہو"

شاہزادی "ایک ٹھنڈی سانس لیکر کون جان! (اپنے دل میں) اسکو کیسے خبر ہو گئی؟"

ایجنیس "مسکرا کر یہی نہ گورنریانی فیس کے صاحبزادے جان"

شاہزادی "تو تھے اٹکا کیا حال سنا ہے؟"

ایجنیس "درست!۔ حضور آپ تو اس طرح سے دریافت فرماتے ہیں کہ گویا کچھ معلوم ہی نہیں"

شاہزادی "آخر معلوم تو ہو کیا حال سنا ہے۔ میں تو سنتی ہوں اُنکی شادی بھی ہو گئی"

ایجنیس "شادی! شادی کیسی۔ وہ تو ایک کوٹھی میں ایسے قید کیے گئے ہیں کہ آپ کے پاس چلے گئے"

ہاں یہ بے بسی سنا تھا کہ اُنکے ماں باپ اُنکو شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں مگر پھر کوئی کہتا تھا کہ انھوں کسی طرح

منظور نہیں کیا۔ اور اب آجکل تو بری طرح پھنسے ہیں"

شاہزادی "گھر کر بری طرح سے کیسے! (دل میں) اسی خیر"

ایجنیس "حضور عالی۔ اُنکے باپ پہلو کے قلعے میں محصور ہو گئے ہیں نہ۔ انھیں کے ساتھ وہ بھی

ابھی تھوڑے دن تو ہوئے ہیں۔ آپ نے سنا نہیں"

شاہزادی "ہاں ہاں۔ یہاں سے بھی تو مدد کے لیے فوج گئی تھی۔ تو کیا جان بھی انھیں کس ساتھ

محمور ہو گئے۔ (دل میں) خداوندِ بخیر خداوندِ بخیر۔ جیسی امان۔ تو ہی بچانے والا ہو"

ایجنیس "جی ہاں بے تو اسی طرح سنا ہو"

اب ہنویری کی حالت دیکھنے کے قابل ہو خدا جانے کیا یاد آگیا کہ اب اُن انھیں آنے لگا تھا بآئے ہیں جنہیں

ابھی ایشہ جوانی کی بدستور کنگ سننے ڈو سے پائے جاتے تھے طبیعت کا جوش دل کا جہد بیکر لگ گیا۔ سیسنگ

ہو کر پڑ گئی ہوا۔ وہ بات ہی ہٹا لیا گیا، جو پہلے ہی سر کا سہارا تھا توڑی دیر تک تو چپ لیکر بیٹھی رہی

اور پھر رفتہ رفتہ وہ جوانی کی حرارت تیز ہونے لگی جسکو دو جوا مردود کی کیلکائی سے نہ بچا۔ ایجنیس

مخاطب کوئی اور یوں کہنے لگی "خیر اس تذکرے کو تو جانے دیجئے مگر یہ بتائیے کہ آپ کا دل میرے یا اس  
آنے جانے اٹھنے بیٹھنے ہنسنے بولنے اور محبت کرنے کو چاہتا ہے یا نہیں کیوں؟"

ایجنٹس "حضرت عالی - اس وقت خوف کے مارے تو میرے حواس بجا نہیں ہیں اس کا جواب پھر دینگا  
اب جگہ آپ جانے دیجئے۔ اگر کوئی دیکھ لے گا تو میری آبرو میں فرق آجائے گا"

خدا جانے یہ کس غضب کا پورا اثر تھا جسے ہنور یا کی طبیعت کو سنبھالا اور یہ اپنے دل میں کہتی ہوئی اٹھ کھڑی  
ہوئی "ہائے خدا کی ماری ہو رہی! تجھ کو کیا ہو گیا ہے اس کم مایہ آدمی کو تو اپنی عزت و آبرو کا استغناء کیا ہے کہ وہ  
تجھ سے شہنشاہی سے بھی اسطور پر ملنا اپنا نانگ سمجھتا ہے اور تو عورت اور شاہنشاہی ہو کر اور پھر اپنے اونٹے نوکر  
سے ناجائز طریقے کی متاثر کرتی ہو۔ ہائے وہ لوگوں کے دیکھ لینے کا استغناء خوف کرتا ہے کہ بات کا جواب نہیں  
دیتا مگر تجھ کو اس عالم الغیب کا ڈر نہیں ہے جس کی نظر سے کچھ نہیں چھپ سکتا۔ یہ ایک ایسی غیبی نصیحت تھی جسے منہ بولیا  
کے دل پر بہت اثر کیا۔ عرصے تک وہ ٹھلا کی لیکن جب وقت ایجنٹس نے جانے کا قصد کیا اس وقت اسکے دل میں خیال  
آیا کہ کس مشکل سے اس کو ملایا تھا اور پھر یہ جانتا ہے اس کی شہوانی قوت سے پھر نہ زور کیا نفس آمارہ نے شیطان ٹکڑ  
اس کو درغلانا اور یہ دوڑ کر ایجنٹس کو لپٹ گئی۔ اب یلنگ پر یہ دو نوٹھ گئے ہیں ٹکڑ ٹکڑ کر رہی ہیں ہوتی ہیں  
اٹھ ملامت کر جواب دیا جاتا ہے اور حیا کا پردہ اٹھ رہا ہے۔ ادھر ادھر کے رکھے ہوئے دو چار دن کے گندہ ستون  
نے یہ نیا ٹکڑ کھلا دیکھ کر گردن جھکا لی ہو مگر آٹھ پھول سے کسی طرف کو کان لگائے ہوئے ہیں اور انکی باتیں  
سن سکر اپنے دل ہی و دل میں ہنس رہے ہیں۔ نرگس نگاہ قہر سے دیکھ رہی ہے۔ سوسن غصے میں آکر کچھ کہا  
چاہتی ہے۔ ادھر ادھر کی گئی ہوئی تصویریں یہ نیا مضمون دیکھ کر شرم کے ماسے صفحہ کاغذ سے اپنا منہ  
چھپائے لیتے ہیں اور ان کا بھرا ہوا رنگ خون کی طرح رنگوں کے اندر خشک ہوا جاتا ہے۔ منہ بولیا کی پارسائی  
و عفت کے دامن میں مرامکاری کا دھوا آنے ہی کو تھا کہ سو ابویا دوڑتی ہوئی آئی اور گھبرا کر کہا "بیوی بیوی  
بھاگیئے۔ بھاگیئے۔ آپ بے بھائی جان آپ بچئے۔ وہ آگئے۔ بھاگوئے"

یہ سنتے ہی جان نکل گئی اور سب بھاگے۔ ہنور یا کو تو کچھ نہیں دیکھ پایا۔ مگر سو ابویا پہچان لی گئی اور  
وہاں ٹہنی ان نے ایجنٹس کو باہر جاتے ہوئے خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ اب باز پرس ہو رہی ہے  
اور وہاں کا گھبراہٹ کا چر باب دنیا و ملین ٹہنی ان کی طبیعت میں شک پیدا کر رہا ہے۔

وہاں سے آپس

آپ آتے ہیں

## دے داد اسی فلک دل حسرت پرست کی ہاں کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہیے

بہت سے گواہ و امثال کا محاصرہ اٹھ گیا ہو گا شمالی پھاٹک اب تک بنا ہو۔ ہاں وہ بڑا پھاٹک تو البتہ کھلا  
ہوا ہو جو بحر دم کے ساحل سے بالکل ملنا ہوا جنوب مشرق کی طرف واقع ہو۔ بحر دم کا پانی کسی برہمن دین  
ایمان کی مستانہ جال کی طرح نزاکت سے گریا پڑتا لہریں لیتا ہوا آتا ہو اور اپنی فوج کے پیچھے واپس کھینچے  
ہاتھ کی مار کی طرح اس نوار کے پٹے کو پھیرے دے رہا ہو جو مشرق کی طرف کسی مشتاق عاشق کی طرح رہنمائی  
راستہ دیکھ کر پھرتی ہوئی ہو۔ ہمارا عاشق خزان دوست جان بھی اسی طرف کے ایک بالا خانے میں بیٹھا ہو اور  
درہ ازے کھلے ہوئے ہیں اور کسی کے فرق میں اپنی پریم آنکھوں کو کسی قدر تسکین دینے کے لیے وہ دریا پیش نظر  
ہی جو ریزہ ریزہ ہوا۔ شام ہو رہی آفتاب دب رہا ہو اور اس کی کرنیں دریا میں پڑی ہوئی غوطے کھا رہی ہیں۔ پانی  
میں نمایا ہوا عکس سطح آب سے اٹھتا ہو اور نزاکت سے قلعہ کی دیوار پر جھلکا جھلکا کر گر رہا ہو۔

ہمارا دوست یہ سب لطف اپنی آنکھوں سے دیکھتا جاتا ہو اور میکسمس سے یہ باتیں کر رہا ہو "میکسمس تجھ کو یادش بخیر  
ہماری اس آفت جان ڈانڈاؤ کی بھی کچھ خبر ملی ہو؟" یا نہیں۔ متواتر اُنکا حال کچھ بتلاتا ہی نہیں۔  
میکسمس نے حضور جینکا کانٹنٹین میں تھے اسوقت تو البتہ اُنکے اشکالات معلوم ہوتے رہے لیکن جسے بیان  
اُنکا اتفاق ہوا ہو اسوقت تو اُنکے اُپلے خطر فرماتے ہیں کہ کسی اپنے تن بدن کا ہوش نہیں ہو مگر خدا کی قسم اُنکی محبت ہی  
میں شوقون کی نہیں کم نہیں ہو لاکھ لاکھ طرح سے سمجھاتے ہیں مگر کسی طرح جاتی ہی نہیں۔ ایسے شخص کی یاد ہی  
کیا جسکو کبھی ہمارا بھولے سے بھی خیال نہ آئے۔

جان "اٹھ۔ اُنکو نہ خیال ہونہ سہی۔ لیکن اس دل سے اب اُنکی محبت کمان جاتی ہو۔ یہ اُنکی طرح بیوفانین  
ہو۔ جانے والی چیزیں تو پہلے ہی چلی گئیں مگر جو چیز رہ گئی ہو وہ کیا اب بغیر جانے جاتی ہی ہو؟ ہرگز نہیں ہائے  
اگر میں وہاں پہنچ جاتا تو پھر اُنکے اس تافل اور اس بیوفانی کو اُنھیں کچھ پوچھتا لیکن افسوس یہ کیا کروں قسمت سے  
اُنکی امید نہیں پڑتی۔ کانٹنٹین اُن تک تو خیر کچھ سہارا بھی تھا مگر اب یہاں سے تو وہاں تک یہ خیال بھی  
نہیں پہنچ سکتا۔ دشمنوں نے تو محاصرہ اٹھا بھی لیا ہو۔ پھر اب آبا جان گھر چلے کیوں نہیں۔"  
میکسمس "ہاں جناب عالی اہل دندل نے عاجز آکر قلعہ چھوڑ دیا ہو لیکن ہماری فکر سے وہ غافل ہیں ہیں۔ اگر یہاں  
نکٹے کے بعد نہ اندازتے کہ میں پھر مقابلہ ہو گیا تو پھر شکل ہی پڑ جائے گی۔ حضور کو اپنی قلمرو میں ہوسا شہر اور ایسا  
خود ہوسا محاصرہ پودہ جیسے تاک رہا اور جبکہ قرب دنواح کے مقامات نے قاعدہ لوٹ مار سے بالکل تباہ ہو گئے تب

محاصرین کو مارے ناوَن کے مجبور ہو کر محاصرے کو چھوڑ دینا پڑا لیکن رومن امپائر۔

عجب بتو کہ کب تک رہا

جان ان تو، "جان بیان اس طرح کہ پاؤں قہقہے قہقہے بنے ہوئے رہیں گے میرا جی آداب بان بچتے۔ چنانچہ  
 اچھا کیا۔ بچا رہا۔ مائے فیتہ نوا پڑھا تھا۔ اور ملکہ، جس کے کچھ بدن کی مہر نہ پایا کچھ ان کے خدو کے سوجھ بچست دیکھا۔  
 میکسس حضور لکھے، مگر نہ فوج مانگی نہ کسی مگر معلوم نہیں کیا وجہ ہوئی ایسی تاک کہ نہایت  
 لیکن عجبتین جراتی سی ہوئے

جان نہ خاک ہے، جاسے۔ آج تک تو کسی سے سارے شہر کے پتے حال ہی معلوم ہو جاتا۔  
 مگر کسب (سکندر) جی پاں اور کیا ساری ضرورت تو ابھی اس پر ہے

جان، میکسس، جن ہی باتیں ہو رہی تھیں کہ قہقہے کی سنگی دیواروں سے اہل قلعہ سے شرم کی گونجی  
 ہوئی۔ انہیں ان کے کانوں میں آئیں۔

قلعہ سے کی بات ہو کہ ایسے نازک فکات میں ہوا شور و غل بھی نہ سمیت کھائے ہوئے لوگوں کے کانوں میں پہنچ کر  
 ایک تھلک برپا کر دیتا ہو۔ ایسے بیان کا ہر ایک شخص گھبرا گیا۔ گو ہمارے دوست کہ ان باتوں کی بڑا تھی مگر  
 تاہم اس شور نے اس کو بھی غصہ دیر کے لیے تھیر کر دیا۔ دم بھر کے بعد اہل قلعہ کا یہ انتشار ایک لمحے سے مہل  
 ہو گیا۔ ایسے کہ یہ شہر اس ملک کے آنے کی خوشی کا تھا جنکو ملکہ طوطی نے انکی مدد کے لیے نہ مانا۔ یہ بھی محسوس  
 شانزدہوی کے یہاں فکات حال کے لیے ہمارے دوست کا تقاضا میکسس سے شروع ہو گیا۔ لیکن بیان کیا تھا۔ اس بات  
 کا حکم ہی تھا کہ کچھ کہا جائے۔ یہ مونی طور پر فقط مزاج کی خیر خواہیت کہہ دی گئی اور جان بچا رہا اس سے اپنے  
 دل کو کسی قدر خوش کر کے بیٹھ رہا۔

یہ فہم چھینا رس بارہ ہزار تھی جن میں قلعہ کے رسل نے اپنی فہمت۔ دیون میں پکارتے تھے باقی فہم۔ یہی  
 مددگار سمیت خوش ہوا اور سچے سے ہاتھ لگا کر اس کے ہاتھ دیات اور دیران بستیوں کو حرم میں افسوس کے نفا  
 دیکھا جنکو حشون نے اپنی لوت مار سے بالکل تباہ و برباد کر دیا تھا۔ شجاعت، ہمت کے یہ خزانے مگر کی لگوں میں جو  
 مار کے اس کو اس امر پر گھبرا کہ وہ اہل و فدا کے وحشیانہ مظاہرہ کا اچھی طرح بدلائے۔ لیکن اسکی پیرائے  
 طیش و غصے کی حالت کی۔ اسے تھی جو بالکل غلطی پر مبنی تھی۔ اس کو چاہیے تھا کہ پہلے اہل و فدا کی اچھی  
 قوت کو ٹھہرا ٹھہرا کر توڑا۔ اپنے تباہ و برباد ملک کو آباد کرتا۔ فوجی طاقت بڑھاتی جاتی اور اس کے کھانے پینے  
 کے لیے غلہ وغیرہ فراہم کیا جاتا۔ جب سب سامان درست ہو پاتے، اس وقت وہ ایسی غم کا قصد کرتا۔  
 مگر طیش کے مارے اس نے ان سامنے کی باتوں کی طرف اہل خیال ہو کر نہ کیا۔ اگلے فوج اپنی ماتحتی  
 میں کی اور دوسرے دن بھیج ہوئے ہی اہل و فدا کے لیے آگے بڑھا۔



جنگجو اس انداز میں لڑ رہے تھے کہ وہ بانی فیس کے غم کی خبر سنتے ہی ساز و سامان درست ہو گئے۔  
 بانی فیس ابھی سپہ کے حدود سے باہر نکلا ہی تھا کہ انھوں نے اپنی بیٹیاں روج سے آکر اسکو قضا کی طرح گھیر لیا۔  
 لڑائی چھڑ گئی۔ تلوارین اپنا جوہر دکھانے لگیں۔ ہنجر کسی عشوہ گر کے بل کھاتے ہوئے ابرو کی طرح چلنے لگے۔  
 نیزوں کے بھالے کسی کی نوکدار ٹرکان کی طرح سینے سے پار بہنے لگے۔ تیر میاب قضا بنکر سپاہیوں کو قباض  
 ارواح کا پیام پہنچاتے لگے۔ بے سر نشین ایک دوسرے پر گرنے لگیں اور تڑپ تڑپ کر آپس میں گلے ملتی ہوئیں  
 دم توڑنے لگیں۔ چار روز تک تو دو طرفت تلواروں کی تیز زبان برابر جوابی آگیا لیکن پانچویں روز غنبرک  
 نے اپنی سرحدی فوج کو ادھر ادھر بلا لیا اور اطراف و جواب کے اور حشی گروہ بھی مستعد کارزار ہو کر اس کی  
 مدد کے لیے آگے جھلے جب سے غنبرک کی فوجی قوت اہل افریقہ سے دو چند ہو گئی۔ رومی افسر سپہیوں کی ایک  
 شخص کے ہاتھ سے مارا گیا اور سپرہ اور غنبرک ہوا کہ افریقہ کے ٹٹ جانے کی وجہ سے اب سپہیوں کی  
 بہیم نہیں بچتا تاہم سپاہیوں نے رومی افریقی سپاہیوں کی ہمت مضبوطی سے تلواریں تلواریں کھاتے ہیں کہ ہمت نہیں مٹتے۔  
 دوپہر تک سختی بنا دشجاعت دیتے رہے مگر دوسرے دن ہی دل کی جرأت کے ساتھ ہاتھ پاؤں کی قوت  
 بھی سلب ہوئے لیکن آفتاب عالم تاب کی طرح افریقی سلطنت کا آفتاب ولت بھی عروج سے پستی  
 کی طرف منہ جھکنے لگا۔ فوجی لوگوں نے ہمت ہار دی اور لڑنے سے دم چرانے لگے۔ بانی فیس کے دل پر شکست کا  
 خیال داندیشہ سپرہ کے سامنے کی طرح ساعت بساعت بڑھنے لگا۔ ہر اس فنا امید سے اسطرح اس کے  
 چہرے پر اسی چھائی گئی جس طرح شام کو ڈوبتے ہوئے آفتاب پر دن بھر کی اٹمی ہوئی گرد چھائی نظر آتی ہے۔  
 بانی فیس نے گواستقلال کے ساتھ دم دلاسا اور بڑھاوے سے فوجی لوگوں کو بہت سنبھالا کہ شام  
 ہوتے ہوئے سپاہیوں کے حوصلے بالکل پست ہو گئے۔ دل ٹوٹ گئے۔ قدم اٹھ گیا۔ غنبرک نے افریقیوں  
 کو تلواریں تلواریں بڑھ لیا اور افریقی بڑے بڑوں کی نامردی کے ساتھ میدان سے بھاگ نکلے۔ اب  
 بانی فیس کو بے خبری کے ادھ کوئی مفرت تھا کہ وہ سپرہ کے قلعے میں محصور ہو کر اپنی جان بچانے لگا۔ گواستجاء  
 دل اس تنگ عمارت کو کسی طرح گوارا نہیں کرتا تھا مگر مجبور ہی اسکو سپاہیوں کی کرا پڑا۔ اسکے ساتھ اسکی وہ فوج  
 بھی جان بچا کر جلدی سے داخل ہو گئی جو قضا کے زبردست ہاتھوں سے بچ گئی تھی اور شہر کا دروازہ مضبوطی  
 کے ساتھ عین بند کر لیا گیا۔ حفاظت کے لیے بروجوں اور فضیلوں پر جا بجا چوکیاں پرے کا قابل اطمینان  
 انتظام کر لیا گیا اور سب چھوٹے بڑے اپنے ساتھ افریقہ کی قسمت پر بھی رو کر بیٹھ رہے۔

x یہ ایک رومی سردار تھا جو حسب خواہش ملکہ پلیڈیا کے قسطنطین سے فوج ایکڑ آیا تھا مگر نے اسی کو اٹلی اور  
 قسطنطینہ کے ہاتھوں کاٹ دیا کہ سپرہ کو بانی فیس کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ گنبرہ ومن اسپار۔

اب رات کی تاریکی افریقہ کی تیرہ بجی کی طرح ہسپو کے درو دیوار پر بچھائی ہوئی ہو فخر و وحشی شہر نیاہ کے  
بھاٹک کا محاصرہ کیے اس امید پر پڑے ہیں کہ صبح ہوا وہ ہم بھاٹک توڑنے کی فکر کریں اور بانی نہیں  
قلعے میں اُداس و غمگین اس سوچ میں بیٹھا ہوا ہسپو کا بے مین کیا کر دیں! اس کی صلی حسیّت اور خلقی  
شجاعت کا دلولہ تو اس کو اس امر پر اٹھا رہا ہے کہ جس طرح ہو میں دشمنوں سے پھر کر دیں اور میں یوں جنگ  
میں لڑ کر مر جاؤں تاکہ افریقہ کی قسمت کے ساتھ میری قسمت کا بھی فیصلہ ہو جائے اور اس ننگ عا  
سے بھی چھوٹوں لیکن دشمن کے فرج کی کثرت۔ اپنے پاس فرج نہ ہونا۔ رسد کی عدم موجودگی اور  
افریقہ کا بالکل تباہ و برباد ہو جانا یہ سب وہ باتیں ہیں جن کو اس کی عقل سلیم اس کے ذہن کے ساتھ  
پیش کر کے اس کے حوصلہ کو پست اور بہت کو کوتاہ کئے دیتی ہو۔ تھوڑی دیر تک یہ ہی غور میں بیٹھا رہا  
لیکن بالآخر بعض عاقبت اندیشی کے خیالات اور کچھ اعتراضات اقارب کے اہل زور و سمجھانے سے متسلط طور پر  
اس کی برائے قائم کردہی کہ جس طرح ممکن ہو وہ آج ہی رات میں یہاں سے اٹھ چلا جائے۔

مشرقی بھاٹک چور دروازے کی طرح مخفی طور پر رکھ لاکھا اور ضروری اسباب دسانہ استینون پر  
بار ہونے لگا۔ رات کی تاریکی رازداری کے ساتھ ان کی کارروائیوں کی پردہ داری کر رہی  
تھی اور کیسے ان کے ان ارادوں کی سطلق خستہ تھی۔

جان نے جوقت سے اٹھ جانے کا نام نہ لیا ہے کلیجہ فریاد خوشی سے اچھل پڑا ہے نہ اس کی شکست کا  
کچھ بچ رہا ہے۔ افریقہ کی بربادی کا غم ہے۔ نہ باپ کے صدقہ انتشار کا خیال ہے۔ خوش خوش اور دھڑل  
پھر ہوا۔ غنچہ دل خوشی سے بھول کی طرح کھلا جاتا ہے اور وہ پھولا جائے میں نہیں آتا۔ یاس کے بے پھر  
امید ہو چلی ہے۔ ہاتھ اٹھا اٹھا کر اقامتِ ثلاثہ کا شکر ادا کیا جاتا ہے اور جھیل مطلب کے نیچے دامن ہانگی جاتی  
ہیں۔ مژدہ آرزوؤں میں پھر جان آگئی ہے کسی جلد ملنے کا شوق دل کو قیاب کیے دیتا ہے اور جھیل مطلب کے  
بعد کسی سے جلد ملنے کا تقاضا کیا جاتا ہے۔ بھولے ہوئے شکوے شکایتیں سب یاد آنے جاتے ہیں  
اور ان کے ہر ایک پہلو پر نظر ثانی کی جاتی ہے۔

رات کے دل بجتے بجتے بانی فیس مع اپنے اعتراضات کے کشتیوں پر سوار ہو گیا۔ احتیاط کے  
خیال سے چند مسلح جوان بھی ساتھ لے لیے اور ننگر اٹھا دیے گئے۔

کئی دن کے تھکے ہوئے فخر اہل و نڈال اس وقت اطمینان کے ساتھ تھرے شمالی بھاٹک پر پڑے ہوئے  
بیخبر سو رہے ہیں۔ ہوا اہل کشتی کے موافق چل رہی ہے اور کشتیان ہوا کی طرح تیزی کے ساتھ آگے بڑھتی  
چلی جاتی ہیں۔ راستہ بتانے کے لیے آفری نہیں ہے کا جائز بھی مشرق کی طرف سے نکل رہا ہے۔ اس کی روشنی

چار دن طفت پھیل ہی ہو اور زمین سے اندرونی حرارت کے بخار کسی حسرت پرست کی دھواں دھار آ رہے ہوں  
دریا سے نکل رہے ہیں۔ مانتبانی کرنیں اُسے اُلٹھتی ہوئی آتی ہیں اور کسی دامن ناز کی طرح سطح آب پر لٹ جاتی ہیں  
پانی غوشی سے موجیں لے رہا ہو اور ہمارا دوست انبساط کی حالت میں بیٹھا ہوا یہ قدرتی لطف دیکھ رہا ہے  
خیال کے ساتھ نظر بھی عالم شوق میں رہیو نا پہنچا چاہتی ہو گرجب ریا کا کہیں کنارہ بھی نظر نہیں پڑتا  
ترہ اپنے ہنسنے میں میکسمس گھبرا کر پوچھتا ہو "کیوں اب اتنی کستور دور ہو؟"

میکسمس "تجربہ کے لیے میں اتلی، اتلی ابھی بیان کماں آپ تو کچھ اس طرح سے پوچھتے ہیں کہ گویا  
اتلی جانے کا پہلے پہل آج ہی اتفاق ہوا۔ اچھے سے چلے ہوئے ابھی دیر ہی کیا ہوئی ہو تین چار  
گھنٹے ہوئے ہوں تو ہوئے ہوں۔ دس بارہ دن کے بعد پوچھیے گا؟"

جان "دس پندرہ دن کے بعد! افوہ بڑی دیر تو بھی چلے گئے تین ہی چار گھنٹے ہوئے۔ کیوں؟"  
میکسمس (مسکرا کر) "جی نہیں۔ تین چار گھنٹے کیسے۔ میں پچیس روز بہتے ہیں گئے کسی سے  
جلد ملنے کے لیے دل سیرا ہو گا؟"

جان "بان یا ربان تو یہی ہو بس میں نے یہ نہ باری کر دیا خشک جانا۔ زمین کی گلابیں کھج جاتی ہیں  
پہنچ جاتے۔ خیال تو کرو کتنے دنوں کے چھوٹے ہوئے ہیں زمین ہو گئیں رسیں۔ آخر یہ رہا کجستور ہوا؟"  
"میکسمس" حضور یہی ایک ہزار چوبیس سو فرسٹ سول میں ہو گا۔"

جان (لنٹریہ لہجے میں) "ہست ہی کم ہو۔ اور عرض؟"  
میکسمس "حضور اس کا کچھ ٹھیک نہیں۔ کسی جگہ عرض زیادہ ہو کسی جگہ کم۔ ہر فرش کے پُل کے  
پاس تین فرسخ ہوا درمیان شام میں پہنچ کر ہنتر فرسخ ہو گیا ہو؟"

جان "خدا کی پناہ یہ اس قدر دریاؤں میں کمان سے بانی آجاتا ہو؟"  
میکسمس "جائے مال۔ زمین سے نکلنا ہو۔ سوتے جاری بہتے ہیں؟"

جان "تجربہ کے لیے میں" زمین سے ایک زمین میں پانی کا کوئی خزانہ ہو جو ہمیشہ اُسے پانی نکلن  
ہو؟ یا جسے کسی فرد کی پراٹھ کا یہ اٹھا ہوا طولناں ہو جو سمندر کے سوتے کی طرح ہمیشہ  
جاری رہتا ہو اور اُس سے دریاؤں کو مدد ملا کرتی ہو؟"

میکسمس "نہیں حضور نہ ایسی کیسی برہمن اٹھتے ہیں طافت ہو اور نہ زمین میں ایسا کوئی خزانہ ہو مگر  
یہ ایک رومی بادشاہ کا نام ہو جس نے بحر روم پہلے سے لے لیا تھا۔ اس زمانہ کو اہل عرب عرب سے  
"مکہ" مقبرہ ہرقلس سے باہر کرتے رہتے۔"

یہی برسات کا پانی زمین میں جذب ہوتا ہوا چلا جاتا ہوا اور نیچے پہنچ کر جب اسکو کہیں راستہ مل جاتا ہے تو سوتا بکر نکلتے لگتا ہے۔ پہاڑوں سے برف بھی گھل گھل کر دریاؤں میں گرتی ہے یا برسات کا ہا ہوا پانی اس میں لجا تا ہی جسکی وجہ سے اُس کا مقدار بڑھ جاتا ہے۔

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ مشرقِ جنوب کے کونے سے صبح کا تارا نمود ہوا اور اسکی تیز روشنی کے سامنے آسمان پر بکے اور چٹکے ہوئے تاروں کا رنگ فنی ہونے لگا اور وہ شرکائیے نیلے نیلے آسمانی رنگ کے آنچلے اپنا منہ چھپانے لگے پسیدہ صبح آشکارا ہونے لگا اور مرغانِ سحر کے دور دور پر چھپانے اور شور کی کوخبری ہوئی آواز میں آنے لگیں۔ بانیِ فیس کو گوا بھی پورا اطمینان نہیں ہوا ہی مگر تاہم بہ نسبت پہلے کے اب اسکے انتشار میں کسی قدر کمی ہوئی ہے اسوجہ سے اسکو اس امر کا یہ پہلا ہی موقع ملا ہے کہ وہ اپنے ذہن کو دنیا کے اور خیالات کی طرف سے جانے دے رہے ہیں تو اسی خیال سے ملتا ہوا یہ خیال آگیا کہ اب اٹلی پہنچ کر ملکہ کو میں کیا منہ دکھاؤں گا۔ سب لوگ محکو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے اور اسی سے ملتا ہوا ہمارے دوست جان کا بھی خیال آگیا کہ اب ریونا میں ان حضرت کا کیا بندوبست کیا جائے گا۔ جہلا اب یہ وہاں پہنچ کر کب مانتے ہیں۔ ہائے ان صاحبزادے کی اصلاح مزاج اور اس تعلق کے قطع کرنے کے لیے فیض کیا کیا چلے۔ کیا کیا فکر میں اور کیسی کیسی پراثر ترکیبیں کی تھیں وہ سب آج خاکِ کین میں گئیں نہ کیجئے اب یہ وہاں جا کر کیا کرتے ہیں اور کیا کیا بلا میں اپنے اور میرے سر پر لاتے ہیں۔ اب میری وہ سب دھوکے بازیان بھی جو بیٹے مصلحتاً ان کے ساتھ کی تھیں کھل جانے لگی ہائے یہ اپنے دل میں کیا کے گا اور شاہزادی کیسی کیسی بچرے گی۔ بڑی مشکل ہوئی۔ مگر پھر ایسی حالت میں اور کتنا جاؤں کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ تمام عمر میں نے شجاعت اور نیکنامی کے ساتھ بسر کی جس لڑائی میں کیا فتح و نصرت ہر کاب تھی مگر آہ! اس بڑھاپے میں یہ دو شکستیں پانا مقدر میں کبھی تھیں۔

میکسن بھی چپ میٹھا ہوا اپنی اُن جیلہ سانیوں کو یاد کر رہا ہے جو اُس نے بانیِ فیس کے حکم سے جان کے ساتھ مجبور کی تھیں۔ جان کے خوف سے اسکا بدن کا پ رہا ہے اور اب یہ اپنے دل سے کہتا ہے کہ وہ ایسا میں نے کیوں کیا۔ اُسکے حقوق دوستی کا یہ کبھی مقتضائے تھا کہ میں اُسکو اس طرح دھوکا دیتا۔ میں نے اپنی اقدار پر دازیوں سے اسکا دل کو بہت حد میں پہنچایا ہے۔ کبھی شاہزادی کے خطوط کی اسکو خبر تک نہیں کی ہے۔ اور اسپر یہ اور غضب کیا ہے کہ اسکی طرف سے جواب میں جھوٹے جھوٹے خط شاہزادہ کو بھیجے ہیں۔ ہائے جب وہ مجھے ان دغا بازیوں کی باز پرس کرے گا تو میں کیا جواب دوں گا کہ میں نے وہ وہ جب شاہزادہ کی میری ان جملہ بازیوں کی خبر ہوگی تو دیکھے وہ کس طرح تیرے

ساتھ پیش آئی جو عجب نہیں چہرے خون کی پیاسی ہو جائے۔ بڑے سرکار تو علیحدہ ہو جائینگے ان سے کوئی کچھ نہ کہے بس میں جان عذاب میں پڑ جائے گی۔  
اور ہوا، آیا۔ اپنی اُسی فکر میں بیٹھا مہرا ہو کہ کب ریوٹا پہنچیں اور کب اُن سے ملیں۔  
اب یہ سبہ اسے صبح دریائے ڈکیر میں ڈوبے ہوئے ہیں اور کشتیاں اُٹلی کھیر تیری کیساتھ جا رہی ہیں۔

## یسرا باب

اب اس کو ٹھلائیے

قابلِ رحم ہو اُس شخص کی رسوائی بھی

پرے پرے ہی میں کمبخت جو رسوا ہو جائے

وہی رات جو جہین انجینس کو دین ٹینی ان نے باغ سے نکلے ہوئے دیکھ لیا تھا اور رسوا ہو یا یہ جان لیگئی تھی۔ اب آدھی رات قریب ہی بارہ بج چاہتے ہیں اور ہر طبقے کے لوگ اپنی ڈوبی ہوئی نیند میں پڑے سو رہے ہیں۔ رات کے ستائیس نے خدا کی کل مخلوق میں کچھ ایسا سکونت کا افسوس نہ ہونکا کہ کوئی سانس تک نہیں لیتا۔ ہاں شب زندہ دار فقیر شاید ابھی جاگتے ہوں لیکن وہ بھی اگر ہونگے تو آبادی سے باہر کہیں میرا نے میں ہونگے۔ یہاں ریوٹا میں تو اسوقت کسی جو کیدار کی آواز بھی نہ آتی۔ گرچہ سہتے پڑے ہیں اور مندوں کے دروازے سوئیو انہی آنکھ کی طرح بند ہیں۔ ہر طرف سو تپڑا ہوا کوئی کوئی نہیں لیتا۔ مگر ہاں شاہی گریبے سے روشنی کی کچھ نکلتی ہوئی شعاعیں اس لمر کو ثابت کر رہی ہیں کہ یہاں کوئی ضرور ہے۔

یہ اگر شاہی مکانات سے ملا ہوا شمال کی جانب واقع ہو بہشت پل اور بلند عمارت ہو اور حاجا اُس پر چلی کر اس کی شکلیں تثلیث کا مسما ثابت کرنے کے لیے بنی ہوئی ہیں۔ اسکے چارہ طرف چمن ہو اور اچھی خوشنما گیاریوں میں پھولوں کے چھوٹے چھوٹے درخت لگے ہوئے ہیں جو علاوہ اپنی خوش نیکان دکھانے کے وہاں کی ہوا سے زہریلے مادے کا بہن کو ہمیشہ اپنے غذا کے لیے جذب کرتے رہتے ہیں اور اگر کسی کوچ کو بھی حیات بڑھانے کے لیے ہوا میں دیتے جاتے ہیں جو یہاں اگر خداوند میں کے نام کی تقدیس کرتے ہیں۔ گرچہ کافر مغرب کی طرف ہوا کو اُسی گیسے سامنے ایک کٹری کھڑی ہے کچھ لوگ فوجی دروینا پسند اور ہر شب بیٹے ہیں اور دروازہ کھلا ہے۔ اس گریبے میں تین۔ چار۔ چھ۔ ایک۔ تودہ مختصر رہا ہے جو چاروں طرف واقع ہو۔ اسکی کسی نسبت اسکے اور کمروں کے کیسے قدر زیادہ بلند ہو اور اس کے سامنے کاملاً اپنی تہ اسکو دور سے بڑے رات کے ساتھ



تو یہ کی حاجت نہیں رکھتے۔ میری تو یہ قبول کر۔ اب میں اپنی حرکات سے تادم ہوں اور  
عما کرتی ہوں کہ ایسے فاسد خیال بھی کبھی اپنے ذہن میں نہ لائیں گی۔  
اس قدر کہ اور غایت مذمت سے زار زار رونے لگی۔

اما۔ اب ہنسنے بیچنا۔ یہ تو وہی ہنور یا سو جسکو ابھی بھنے باغ میں دیکھا تھا۔ مگر یہ کیا ابھی تو  
یہ ایک ہوا وہوس کی عورت بنی ہوئی ایک غیر شخص کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ اختلاف کی باتیں کرنا  
تھیں بے حیائی کا بازار گرم تھا اور ابھی یہ عذاب کر پارسا بنکر اس طرح خدا کی عبادت میں تخیل کر  
یہ تو وہی مثل ہوئی کہ نہ سوچو ہے کھا کے تھک کر چلی۔ شاید اب اسکی عقل نے دوسری کی ہوگی ہوا  
بجا ہوتے رہے۔ اب شہتہ ہوئی ہوگی جواب اس طرح افسوس کیا جلتا ہے اور مدد کر سچے دل سے  
تو کیا جانی کرے۔

ہنور یا اب اپنی غاصم کھچ کر سرسبز سے اٹھایا ہے آنکھیں مڑتے مڑتے دم لگتی ہیں اور اس کے  
گوئے گوئے رخساروں پر رخ و افسوس کے کار کچھ ایسے افسوس سے ہیں کہ باغ و فراز میں کسی خطا  
کیوں ہو گئی ہو مگر کوئی سخت ٹٹ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا اور قیضا اور اترتین کو بھی ہر ہونے  
صبر کا یہ نقشہ دیکھ کر اموقت رحم ہی آگیا ہو گا۔ واقع میں ہنور یا کیا کیا دیر پارسا اور صاحب عصمت  
اسکی طبیعت کا میلان ایسی ناجائز اور بے حیائی کی باتوں کی طرف تھکا دینے کو ہوتا ہے مگر فہم نہیں  
کہ اس کے مان بھائی نے فقط ملک مال کے لالچ میں آکر اسکو شادی سے ہمہ نظر محروم کر دیا۔ جس سے اسکی  
طبیعت کے رنگ کو بگاڑا اور وہ بالآخر جو ان کی خواہشوں سے بہت دور ہو کر، باتوں کے رشتے  
پر آمادہ ہو گئی جو کبھی اس کے دہم دگم اور جن بھی نہ تھیں۔

تو یہ راستہ قرار کے بعد ہنور یا دیر تک بہن سلسلی۔ وہی اسکی زاریا اور فریاد کی فانی حرکتیں تھیں  
کے ساتھ ہونے تھیں اس کے سرکش نفس کا زاریا نہ تھا ہنور میں اسکو بہت پسند کرتی تھیں اور یہ تو اسکی  
اور پر نفرین کیا کی۔ اچھیس کے خیال کے ساتھ ہائے و دست کا بھی وہ ہوا تھا یاد آگیا۔ اچھیس نے  
اسکی شادی ہونے اور مجبور ہو جانے کے متعلق بیان کیا تھا اس خیال کے آئینے میں ہنور یا نے ایک آہ  
بھری اور اپنے دل سے کہا وہ فہم میں نہیں بیٹھی کرتی تھی کہ جان کی شادی ہو گئی مگر فہم میں نہیں  
کی آہ پیسے جان۔ ہیرا گمان تھا کہ تم مجھ کو بھول گئے۔ مگر فہم میں اب معلوم ہوا کہ تم مجھ کو بھول  
بہت مصیبتیں اٹھانا پڑیں۔ آہ تم فقط اسی لیے قید کیے گئے کہ سید سید ہمارا آنا ہوا۔  
ہنور یا تھی کہ بدبزرگ دانستہ تم نے آئے میں کاغذ کیا بیارے جان تم یہاں نہیں ہو سکتے۔

ان بدگمانوں کی معافی چاہتی ہوں ایجنسے نابھار طرہ پہنچنے پر نہ میں جس طرح میں نہ رہا ہوں  
 کی گنگا رنی اسی طرح میں تمھاری بھی گریہ شاید مجھے اسی لیے سو گھبراہٹ کہ کچھ نہ رہا ہوں وہ حالات مجھ کو معلوم  
 ہو جائیں وہ ایجنسے کبھی نہ کتا گمراہے خدا جانے اسوقت جبکہ کیا ہو گیا تھا کہ میں نہ رہا حال کہ  
 اُس سے ابھی طرح دریافت بھی نہ کر سکی بڑی غلطی ہوئی۔ خیر میں اب صبح سوئے ہی نہ رہا۔ تیرے پاس ہے  
 پوچھتی ہوں۔ بیشک تم میرے سچی محبت کرنا اسے نیکا لکڑا ہے جس طرح یہ دیکھا کہ ان کو ان کے  
 غم سے دشمنی کی اسیر طرح تھا ہے باپ۔ نہ بھی تیرے غم کیا۔ ہائے اب تم میں یہ نہ رہا۔ یہ وہی ہے وہاں  
 لکھو وہاں سے رہائی دے آہ تم نے اپنی جان پر کھیل کر کس طرح مجھ کو بددیون کے ہاتھ سے بچا یا تھا مگر  
 افسوس! میں کس طینان آرام سے تھی ہوں۔ نہیں۔ اب مجھ کو معلوم ہو گیا اب میں یہ جانی ناوار کی  
 دکھا دوں گی کہ مجھ کو کوئی جلنے نہیں دے گا مگر میں تم کو لے گا کہ میں کس طرح اب یہ سوچتا تھا کہ  
 دشمنوں کو گن گن کر مارتی ہوں اور تم کو چھٹائے لیتی ہوں یا تمھاری آنکھوں کے سامنے تیرے  
 صدقے ہوئی جاتی ہوں یہ ہنور یا اپنے دل سے یہی باتیں کرتی ہوئی گاڑی پر سوار ہوئی اور  
 گاڑی شاہی محل کی طرف روانہ ہوئی۔

باغ کا معاملہ چونکہ اسکے سامنے بالکل خفیہ ہو گیا اسوجہ سے وہ اپنی طرف سے بالکل مطمئن تھی اور یہ  
 خیال کرتی تھی کہ آئی گئی باسوا پو یا ہی کے سرکئی۔ اگر وہیں مٹی ان کو کسید طرح کی ہڈی میں ہوگی  
 تو سو او یا ہی کی طرف ہوئی بھی ہوگی۔ شکریہ بھری نسبت کسی کو خیال بد میں ہوا۔ میں بچ گئی۔  
 رسیدہ ہو دو بلانے والے بخیر گذشت۔ لیکن مکان پر مینے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ جس معاملے کو میں  
 خفیہ سمجھتی تھی اسے جناب بھائی صاحب کی افزا پر لڑیوں سے بہت طول کھینچا۔ چنانچہ ان سے  
 ہو سکا بات بڑھائی اور رستی کا سانپ کر دیا میرے مطمئن کرنے کے لیے جھوٹی جھوٹی باتوں سے  
 امان جان کے کان بھرے گئے۔ میرے گریہ جانے کے بعد ایجنسے بلایا گیا اور ریاوت حال کے  
 لیے سو او یا پر بہت سختی کی گئی۔

ہنور یا کو ان کارروائیوں سے مطلع ہوتے ہوتے اچھا سا ہو گیا۔ چپ بچھی ہوئی جو غم کا ہوا بوج  
 اس وقت ٹوٹ پڑا۔ نہ جس ہی نہ حرکت ایک سناٹے کا عالم ہو اندہ یہی خیال کرتی کہ شاید خدا بخیر اسے  
 میرا راز فشا ہو گیا اور میری وہ سب باتیں لوگوں کو معلوم ہو گئیں جو میرے لیے یہاں تک کہ ایجنسے کے ہاتھوں  
 مان بھائی کے کانوں تک اس بات کے پہنچنے کی ندامت اور ان کے باز پرس کی وجہ سے اسے  
 دھماکہ آسوز ہو گیا۔ ایک طرف دیا یا اسے میں کے راز افشا کر دینے کا اندیشہ لگا ہوا اور یا جو باتیں



کی دسواں کا غم اس پر ستر ہوا عقل گم ہو۔ جو اس پر سنان ہین اور کوئی بات ذہن میں نہیں آتی۔  
 نہ دل ہی ٹھکانے ہو کہ کچھ اُس سے مشوہ لیا جائے اور نہ کوئی ایسا راز داری سماع ہو تا ہی جس سے  
 کچھ صلاح لے۔ کچھ راہ ہمارے کہتے ہی تو کہ موقع ملے تو لین چلی جاؤں کبھی کہتی ہو اگر نہ بلجاتا تو اچھا  
 تھا کہ گریہ کے اس شب میں پیاری ہنور یا کو راحت و اطمینان کی طرح یہ بھی نہ ملا۔ ٹھٹھل ٹھٹھل کر  
 بیٹھ بیٹھ کر گزرتی دن، بل کہ کچھ عجیب قلعی۔ اضطراب سے یہ رات پیاری ہنویا نے کاٹی کہ میان  
 نہیں ہو سکتا مگر بہت سچ ہوتے ہوئے تقدیر نے اور بھی بڑا دن دکھلایا۔ ملکہ کے حضور میں ہنویا  
 طلب کی گئی۔ تو اس کی دل غیرت اور اُس پر اسکا بڑھا ہوا عصہ اسکو اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دیتا  
 تھا کہ وہ وہاں بھاگے۔ سامنے جانے گراں کا حکم اور ہر حکم بھی وہ جو بادشاہ وقت کی زبان سے  
 نکلا ہو کوئی ایسا نہ تھا۔ تو اسکو چھوڑ دیتا بلکہ وہ قاضی کا پیادہ یا وارنٹ گرفتاری کی طرح  
 اسکو خان کشن لے چلا اور ہنور یا کو جب راقصہ آجانیڑا۔

ملکہ اپنے آراء کے لیے بین بیٹی تھی وہاں میں ان موجود تھا اور سوایا بھی ہاتھ جوڑے سامنے  
 کھڑی تھی۔ زورِ اجا وقت اس کو یہ میں نہ تھی۔ بہت اسکی عیب حالت تھی۔ غیرت نے اس کے  
 یادِ ان میں اس طرح کا رقص سے کہ بچا ہی اٹھاتی تھی مگر میں نے تھے تھے تاہم سے اپنے دل کو بہت  
 سنبھالا اور ان بھائی کو بادل تاجدار سے جلدی سے سلام کر کے بیٹھ گئی۔ بجائے اس کے کہ اس کے سلام کا  
 مہمونی طور پر بھی سکھ جواب ملتا وہ پہلے ایک حقارت کی بچی نظر سے دیکھی گئی اور پھر قمر کی نگاہ سے۔  
 اب ہنور یا چپ سنبھکا سے بیٹھی ہو۔ رنگ غیرت سے اُٹا جاتا ہو اور کبھی غصہ اگر چہرے کو سُرخ  
 کر دیتا ہو طرح طرح کے خیال لٹ لٹ کر اس کے دل میں آتے ہیں اور جو اسون میں انتشار پیدا کرتے  
 ہوئے نکل جاتے ہیں عقل گم ہو۔ جو اس سلب ہیں۔ استقلال کے قدم دگما گارے ہیں۔ دل تھک رہا  
 ہے۔ تپا ہے۔ جس بہشت کی ہوتی ہے کہ دیکھ کر کیا ہوں۔

ملکہ بیٹھ کر اپنا بیٹھ بیٹھ ایک مرتبہ اسکی طرف متوجہ ہوئی اور کسینہ درویشی کے ساتھ کہا کہ کیوں یہ رات  
 بارگاہِ انوار سے

تپا ہوا ہے۔ نہ کو کچھ میں تنہا رات میں انداز، بارگاہِ انوار کے لیے چلی گئی تھی دسویا یا کہ  
 طرف اشارہ کر کے کہہ رہی ہے۔ ساتھ ساتھ غمی۔ ہر وہاں بھی باہر میں متشریف لیجاتی نہیں ہیں اس  
 بارگاہِ انوار کے بارگاہِ انوار ہو گئی ہے کہ آج وہ ہنور یا کو بادشاہ کے سامنے والے ہیں تو  
 یہ نہیں جانتے۔ ان بڑی ہنور یا کو نہیں۔ درخت جھانے ہوئے تھے کہ کسی متفاہر کے کٹے

ہوئے کو دل نہیں چاہتا میں نے ایجنس کو بلا کر دہان کی درستی کا حکم دیدیا تھا اور ادھر ادھر  
اٹل کر بیٹھ آئی تھی پس ادھر تو حکمو کوچہ معلوم نہیں کیا (سواویا کی طرف اشارہ کر کے) یہ  
کچھ اور کہتی ہے!

سواویا (رونی آواز میں) حضور یہی تو میں بھی کہتی تھی۔ ناحق ناحق کے لئے مجھ کو مار پیٹ ڈالا  
سواویا بن چک کے پھوڑا سو گیا اور رونے لگی۔

وطن ٹینی (ان) اتیری کسی بات کا اعتبار ہی پہلے تو کہتی تھی کہ میں یونہی چلی آئی کہیں کہتی تھی  
میں پھول توڑنے آئی تھی جب ماری پیٹی گئی تو البتہ تو نے یہ کہا۔ مگر تو نے یہ کہا تھا کہ "ایجنس کو  
شاہزادی نے بلایا تھا اور باغ کا پھانگ کھو کر میں بلالائی تھی" مگر جب پوچھا جاتا تھا کہ کیا کام تھا  
اس وقت چپ ہو رہی تھی۔ تو مار کھانے کے کام ہی کرتی تھی!

سواویا (بھلا حنون میں بغیر جانے یہ کیونکر آپ سے کہہ بتی حکم کیا معلوم تھا)  
شاہزادی صاحب اگر مجھے فراہم نہیں کہ میں ایسے انکو بلاتی ہوں تو البتہ مجھ کا معلوم ہوتا ہے  
وطن ٹینی (ان) (غصے میں) "اگر تجھے کہا نہیں گیا تو کیا تیری آنکھیں بھی چوٹ گئی تھیں یا کانوں  
سے بہری ہو گئی تھی۔ تو نے دیکھا سنا نہیں کرکہ ایجنس سے کہا گیا اور کیا اسکو کام بہت آیا ہے  
سواویا (ان) ہاں یہ لوندی سے غور خلا ہوئی میں نے کچھ خیال نہیں کیا!"

وطن ٹینی (ان) "گو بہ تیری سرسرنائی ہوئی بات ہی مگر خیر یہ بھی سہی کہ مجھ کو میں معلوم تھا لیکن  
تو نے یہ کیوں کہا کہ میں پھول لینے آئی تھی!"

سواویا (حضور پر تہمت سچ بات تھی۔ شاہزادی صاحبہ کے تشریف لے آنے کے بعد میں پھول توڑنے  
گئی اور اسی قصد بن تھی کہ ایجنس اب چلے گئے میاں تک بند کر کے میں بھی جاؤں کہ غصہ کی ساری ہتھیج ہے  
وطن ٹینی (ان) "اگر ہی تھا تو پھر کچھ دیکھ کر چھی کیوں نہ تھی!"

سواویا (یہ حضور یہ تو آپ کے استفسار فرمانے کی بات نہیں ہے۔ سو کو کو ان جا کر دن کا یہ  
دستور ہے کہ جب کہیں وہ موت یا بے وقوف اتفاق سے کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے آگے کچھ  
لیا تو فوراً آپ کو لحاظ سے یا باز پرس کے خیال سے ادھر ادھر سے ہاتھ دھو کر صحت سے بڑھتے  
حکمو باغ میں دیکھ لیا آخر شک گذرا اور آپ نے پوچھا نہ۔ تو تو ان کو ان آئی۔ پس یہ حال  
میں چسپی تھی۔ لون تاب ملک میں۔"

وطن ٹینی (ان) (ایک دین) "بڑی عورت ہے کیسے جا رہی تھی۔" پس جس نے لیا تو فوراً



لگایا اور دلیں ٹپنی ان کو نڈمٹ اور پشیمانی کے ساتھ اپنا سامنیہ لیکر آپ وقت اٹھ جانا پڑا۔

ہنور یا بھی اب وہاں سے اپنے گھر میں چلی آئی جو ابھی اُن ڈلٹون پر مینا نمون کی یاد رکھ کر کسے بیسی  
رور ہی ہو جو اسکورات کی قحطی سی نا جائزہ دیکھتوں کے عوض میں اُٹھانی پڑی ہو گا اور  
دیکھنے والے اس امر کا یقین کر رہے ہیں کہ اسکودہ ہی دلی رنج اور وہ سدرہ زار ہا ہر جگہ تارک  
وہاں لکھو نا حق نہائی کی ہمت لگا کر اسکے گے بھائی نے پستیجا یا تھا۔ سری بانیس خواہ مخواہ ہی ہوں  
یا بہت گوجہ کرنے سے کبھی نہیں بھرتی ہیں لیکن منور یا حقیقت میں باعزت و پاکیزہ رہتا تھا  
اسکی پارسائی کے سکے اٹلی کے ہر شخص کے دلیں بیٹھے ہوئے تھے اور اس سے اس کے پیچھے پانچ  
بھائی کے آئے کسی خرابی کا احتمال پہلے ہی سو دیا اور انیسبہ را اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ باخیا انھیں  
وجہ سے اسکے خلاف یہ کبھی کوئی کلمہ نہیں کہا اور اسکادہ بیب فانیس ہرے سے پہنچ گیا جیسے از نکاح  
کی جرأت اسکی بہانی کے نہ کرنے والی خواہشوں نے اسکودہ رہا کر کے نکال دیا ہو گا۔

ہنور یا کے خلق و محبت نے چونکہ ہنور یا کو ہر دھڑ بنادیا تھا اسوجہ سے اسکی اس لگائی ہوئی ہمت  
سے بچ جانے کی خوشی اُن سب دلون میں خون کی طرح دوڑنے کی جھین ابھی قحطی میں رہی ہو کہ  
ہمت لکھنے کا افسوس نشتر غم مینا ہوا چل رہا تھا۔ فرط افسوس سے اسکی دل نہ بھی اس کے چہرے پر مست  
اتما رطا ہر کر دیے اور جس نے سنا وہ بھی خوش ہو گیا۔ لیکن اسکا شائع بھائی دلیں ہی ان تھا کہ جس کو  
اس طرح اسکے پاک و عاف نکلیجائے گا سخت افسوس تھا اسکی وہ سخت جو اس ہمت کے لگانے میں اسکودہ  
حاصل ہوئی جو وہ رہ رہا کر کے غصے کی آگ کو تیز کر رہی ہو اور وہ بہت تن اس امر میں مصروف ہو کہ کسی طرح  
ہنور از لبل مر سوا ہو اس لیے اب وہ پھر ملک کے پاس کیا ہو اور تخیل میں یہ یقین نہ رہی ہیں۔

دلیں ٹپنی ان آمان جان آپ نے تمہارا بالکل ہاتھ چھوڑ دیا۔

پلیسٹینا آخر میں کرتی کیا جب اسکی کوئی فضا ہو یا تھو ثابت ہی نہیں جوتی تو اس پر  
خفگی و تنبیہ کا موقع ہی آیا تھا۔

دلیں ٹپنی ان آمان جان شاید آپ اسلہ آگستہ کا خطاب پر اس امر سے مطمئن ہو گئی ہیں کہ  
اب اسکی شادی کی کوئی درخواست ہی نہیں کر سکتا۔ مگر میں خیال کیا ہوں کہ یہ حفاظتی آگاہی  
امید پر کامیاب نہیں ہو سکتی ہیں۔ آگستہ کا خطاب اسلہ گوئی درخواست کو مٹا دینا ہو گا کیونکہ ہم  
کہہ رہے ہیں جن بادشاہوں کی طاقت چاہی طاقت سے بڑا بڑا ہو تو اسے ازاد و آزاد آگستہ کا خطاب  
سست اور اسے حصول کو مست نہیں کر سکتا بلکہ اس پر رانی ہو رہی ہیں۔ ہماری سلطنت کو اس

بھی لڑنا تھا۔ مہینا مہینے ہیں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مہنویا کا حسن و جمال مہنویا کی اچھی صورت اور اس کی بڑھی ہوئی علمی و ریاضت یہ سب آپ کی سلطنت کی بجائے خود ایک ایک ایسے زبردست دشمن ہیں کہ ہر ہر روز ان کا ہاتھ آخری دستہ آپ کے تخت و تاج کا دشمن بنا دیں گے۔

پلیسیڈیا نے ہان یہ نہ سچ کہنے ہوا اور میں بھی خوب سمجھتی ہوں کہ اس کی یہ خوبصورتی میرے ملک پر ضرور کہیں نہ کسی نہ کسی روز اثرات لائے گا۔ مگر میں حیران ہوں کہ اس کی تدبیر کیا کر دوں۔ رومی قواعد کی روش نہ ہر دینے کی بھی یہ طرح اجازت نہیں دینے میں ایسا بھی کر گذرتی بلا سے کچھ دنوں رنج رہتا رہتا مگر یہ ہمیشہ کے لیے خلش تو دل سے نکل جاتی۔

ولین ٹی ان: "نہیں تو اس کی ضرورت ہی کیا ہو کہ آپ کسی طرح کی بدنامی اپنے سر پر خود اُسی میں کوئی ایسا عیب لگا دیا جائے کہ سب کے دل سے اُتر جائے اور پھر کوئی اس کی خواہش ہی نہ لے مان جان میرے نزدیک تو اس کام کے لئے اس سے اچھا اور کوئی موقع نہیں مل سکتا کہ پھینکے ساتھ اس کو مہتمم کر دیجئے کل سے آج تک یہ نہ کسی قدر مشہور بھی ہو گئی ہو لوگوں کو جلد ہی یقین بھی آ جائیگا۔ پلیسیڈیا (تھوڑے غور کے بعد) مگر میں کیا ہم تم اس بدنامی سے بچ جائیں گے سب لوگ یہی کہیں گے کہ ملک کی بیٹی نے ایسا کیا!"

ولین ٹی ان: "تو اس میں آپ کی میری کیا بدنامی؟" دل کے گھر میں بھرت نہیں پیدا ہوتا سب اٹھیں گے اور آپ کو برا کہیں گے۔

پلیسیڈیا: "ہاں یہ سچ ہی مگر تاہم کچھ نہ کچھ بدنامی ضرور ہوگی۔ اور اُس پر یہ اور مشکل ہوئی کہ آج ہی میں اس کو بیانات سے بری کر چکی ہوں۔ اب پھر اپنی زبان سے اس کے خلاف کیوں نہ کہوں؟"

ولین ٹی ان: "نہیں اما بخان یہ کوئی مشکل بات نہیں ہو کہہ دیجئے گا کہ یہاں غیہ و تحقیر سے پھر کچھ شک پیدا ہو گیا۔"

انقرض وین ٹی ان: "خاتمہ شیطاں مجسم نیکر پلیسیڈیا کو اس طرح ورنے لایا اس طرح بھرا کہ وہ کجبت بھی اس کی رائے سے متفق ہو گئی اور ملک و ماں کی لالچ میں آکر اُس نے اپنے فرضی شک کو پیار کر لیا۔ یہاں کے عجیب و غریب فیہ کی وجہ قرار دیکر سوایو یا اور ایچینیس کو جیل خانے میں بھیجا اور اس مملوک۔ اشد ادا مہنویا کو بطور جلائے وطن و قید کے شاہ قیدیوں و سب کے پاس سے قید خانے کے دروازہ گردیا۔"

x دستہ قیدیوں کو غار و دروازے کا مابین تسلط میں تھا یہ ملک پلیسیڈیا کا باپ تھا اور شاہراہی مہنویا کا ماں۔

## چوتھا باب

بہی تھا خیال میں دہم دم کہ بہار دیکھنے کے لیے ابھی  
جو چھٹے اسیر قفس سے ہم تو سنا خزانے کے دن آگے

شام کا وقت ہے۔ آفتاب ڈوب رہا ہے۔ مغرب کی طرف شفق کی سرخی چھائی ہوئی رہا ہے۔ سیر ہوئے آفتاب کا اتر ہوا چہرہ کچھ اس طرح ہلکا رہا ہے۔ سطح اُس حیران نصیب عاشق، خون شدہ دل ایک بکسی کے ساتھ دریائے غم میں پڑا ہوا غیٹے کھا رہا ہو جسکی صدی امتیاز کا غیاں اسکے آنکھوں کے ساتھ اس جنا کار زمانے کے ظالم اٹھوٹے دیکھتے ہی دیکھتے اُن اعدین ہو گیا ہیں۔ اُسکی حسرت نازدہ محکمان کزین باشتو کے زعفرانی چہرے کا رنگ اُٹا لے ہو کر خون کی جوشیوں اور بلند مقامات پر بنا دھونڈھتی ہوئی ایسے طریقے ہیں کہ انقلاب زمانہ کے ظالم ہاتھوں سے بچ جائیں گے۔ آسمان کی گدگدیں سنائی دیتی ہیں۔ منہ مانتی اور جبرائیل کا ملکیم یا نبی دنیا کی سیر کرانے کے لیے نشان کشان لیے جاتی ہے۔ شام کی تائی کی شام رت بنو رہی ہے۔ رب کی طرف سے اٹھتی ملی آتی ہو اور اُن رہزماں عشق کے گرد آوے چہرے پر چھائی جاتی ہے جو چہرے پر بھی یاد دلوں کی یاد کے ساتھ چھوڑے ہوئے کسی کے ملنے کے لیے ایک نڈو کی حالت میں قدم اٹھائے اور یہ چہرے چہرے میرا لینے کے لیے غول باندھے اپنے نشیمنوں کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ خنجر پہنچے ہاتھ میں اُدھانے اپنی زبان میں کیا کیا ماسا رہی زمانہ کی شکایتیں کر کے شور مارتی رہی۔ اُنکے ہاتھ میں اور پھیر چاروں طرف سے اندھیرا جھکتا ہوا دیکھ کر کچھ ایسی جھجک ہو جاتی ہیں کہ قصائے آسمان میں دوایک چسکر لگا کر خوف کے مارے پرستی ہوئی فرخون پر گر پڑتی ہیں۔ دن بھر تھکے ہوئے مسافر اپنی اپنی منزل پر پہنچ رہے ہیں اور ابھی تین تین سوچے ہیں وہ بھی اپنی رفتار کو زمانے کی رفتار کی طرح تیر کر رہے ہیں کہ آفتاب غروب نہ ہونے پائے اور ہم اپنے مقام پر پہنچ جائیں۔

مغرب و شمال کے کونے کے کچھ گرد آٹھ رہی ہو اور اس میں ہر پو کے بھاگے ہوئے اونیقہ کے ہنسنے والے چند سوار نکلے ہیں۔ سب پہلے ان میں سے ہماری نظر جس شخص پر پڑی ہے وہ ہانی فیس ہو۔ اسکے گھوڑے کے ساتھ چند اردو گون کے بھی گھوڑے ہیں اور انے علی علیہ السلام کے پیچھے بٹے ہوئے ہمارے دوست جان میکس کا گھوڑا ہے۔ سب کے چہرے اُداس ہیں مسافرت کا گرد و غبار گھبراہٹ ہو رہا ہے اور سب اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہیں۔ لیکن اس وقت ہر کوئی اپنے اپنے دوست کی طرح اور کسی کے خیال سے ہمت نہیں ہار رہا ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہے اور ہر ایک اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہے۔

سے ملین۔ شوقِ ہمارہ رکاب ہو کر باپ کے ادب اور لوگوں کے کٹنے کے لحاظ سے اپنے بڑے ہوئے  
شرف کی طرح اپنے گھوڑے کو آگے بڑھانیں سکتا۔ ارمان و تماوان کا قافہ ساتھ ساتھ ہو اور وہ میکسمس  
یہ باتیں کرتا ہوا چلا آتا ہو۔ ”میکسمس! ابھی ریوٹا نہیں آیا کس قدر وہ رہی؟“

میکسمس ”وہ کیا آگیا۔ تھوڑی دور ہو۔“

جان ”یہ تو آپ دد پر سے کہتے چلے آتے ہیں۔“

میکسمس ”جی نہیں۔ آپ کے مبارک کی۔ اب آگیا۔ آپ گھر پر کیوں جاتے ہیں۔“

جان ”یار گھر کے کیا جاتے ہیں اگر خدا نخواستہ آج ہی پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی تو اس وقت پھر ان سے  
ملو وقت شکل ہو جائے گی۔“

میکسمس ”جناب رات کے ہو جانے میں اب باقی کیا رہ گیا ہو لیکن کوئی ہرج کی بات نہیں  
ہو۔ ان کو خبر تو ہوتی ہو گی۔ سارا تو کل ہی پہنچ گیا ہو گا۔“

جان ”نہان سچ کہتے ہیں مجھے کچھ خیال ہی نہیں رہا تھا۔ تو وہ حیرانے کا انتظار ہی کر رہی ہوں گی۔“

میکسمس ”ہاں حضور! شاید اٹھنا کر رہی ہوں گی۔ ان کو آپ سے دلی محبت ہو۔ مگر۔ (ایسے دل میں)  
اس جیسے سے چھپ نہیں سکتا۔ اس سے تو یہی بہتر ہو کہ میں خود کہہ دوں۔“

جان۔ ”گھر آکر۔“ کیا کہا؟ نا۔“

میکسمس ”اپنے دل میں۔“ ”پھر اب غصہ نہ ہوں گے۔ ہاں۔ میں کیا کرتا میری اس میں کیا خطا  
تھی۔ ایسے باپ کا حکم ہی تھا مگر کیونکر کہوں۔“

جان۔ ”کہن چپ کیسے ہو۔ رب میکسمس۔“

میکسمس ”حضور! عرض کروں کچھ کہنا نہیں جاتا۔“

جان ”خیر۔ کچھ کہئے تو سہی۔ کیا ہو۔“

میکسمس ”حضور اصل یہ ہو کہ میں آپ کا: استغفار ہوں۔ آپ کے سامنے اب میری آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔“

جان ”یا اللہ۔ تو کچھ کہو گے جی یا یوں ہی باتیں بناؤ گے۔ معلوم تو ہو۔“

میکسمس۔ ”(سہمٹ کر) ”حضرت جیسے شانہ دہی صاحب کو آگستہ کا خطاب ہو گیا اور بڑے سکرشلوی  
ہوئے یہ میری ہمتی ہو گئی۔ اس کو بھلائی کا تمام کر دیا تھا کہ شانہ دہی صاحب کا کوئی حال آپ کو معلوم  
نہ تھا۔ سزا دیا آپ وہاں کہ اس کو سزا دے کہ اس کے گھر پر آپ کوئی گئی اور نہ اس کا کوئی خط آپ کو دیا گیا۔“

جان۔ ”(نہ سخت آواز) ”نہ کوئی آدمی آیا تھا۔“

میکسمس: جی ہاں۔ دو مرتبہ آدمی خط لے کر آیا تھا۔  
 جان: (حیرت کے ساتھ) ”دو مرتبہ! اور مجھے کہا بھی نہیں اور نہ خط ہی دکھلایا یہ کیا! اور کچا کیا تھا؟“  
 میکسمس: بس آپ کے لئے کا اشتیاق لکھا تھا اور آپ کو بلایا تھا۔  
 جان: (دھنچکا کر) ”یہ آپ کے نزدیک کوئی بات ہی تھی۔ اور جو باتیں میں نے اپنے خطوں  
 میں لکھی تھیں ان کی نسبت کیا لکھا تھا؟“  
 میکسمس: ”خدا! کچھ نہ! اُنکے پاس بھیجے کہاں گئے۔ دو تو وہیں چھپاوا۔ لگے تھے۔“  
 جان: ”میں نے یہ کہا۔ اور مجھے بتایا بھی نہیں۔ واہ! میکسمس! تو یہ فرمائیے کہ سارا کچھ کس نے  
 کیا؟“  
 میکسمس: ”موجودہ سچے تو ہے مگر جلی خط۔ اور انپر آپ کی مھر کر دی گئی۔“  
 جان: ”اُف! یہ غصہ۔ تو ان کے دو خط آئے تھے۔“  
 میکسمس: ”جی ہاں۔ دو۔ اور میں نے یہ بھی سنا تھا کہ جس زمانے میں سرکار ریونا سے تشریف لے گئے  
 جب بھی انھوں نے کسی شخص کو ایک خط دیا تھا مگر اتفاق سے وہ سرکار کے ہاتھ لگا میں نے اُسکو دیکھا  
 نہیں مگر سنا ہوا کہ انھوں نے اپنے خطاب پانے کا حال لکھا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ آپ آئے ہیں  
 اپنے وعدے پر قائم ہوں۔“  
 جان: (اپنی زبان پر ہاتھ رکھ کر) ”افسوس۔ افسوس۔ ہائے! ان ظالموں نے مجھ پر یہ ظلم کیے۔ اُف!  
 اور مجھ کو جبر تک نہیں۔ اُسے بھی نہیں کہا گیا۔“  
 میکسمس: ”موجودہ کہتے تو کہ طرح کہتے۔ بڑے سرکار کی تو سخت ممانعت تھی۔“  
 جان: (حیرت کے ساتھ) ”میکسمس! اسے یہ امید تھی۔ میں تو اپنا دوست سمجھتا تھا۔“  
 میکسمس: اب ندامت سے سر جھکے ہوئے جا رہے ہیں کہتا۔ جاں بھی چھپ پڑا وغیرہ کے دوسرے  
 دل نہیں چاہتا کہ میکسمس بات کرے۔ رشتہ ہوا ہی کے بلانے اور اپنے بھائی کے سب سے ندامت ہو کر ایک چہرے  
 کا رنگ اس کے واسطے کس طرح اڑا ہے وہی ہر سو افسوس، دکھ اس کے چہرے کو سنگین بنا رہا ہے۔ اسے  
 کو بھی شکایت ہے کہ اب اسے اور باب میکسمس کی دعا بازیاں ہیں کہ سامنے آکر اسے قلعہ کو اسے  
 کی طرح بڑھانے دیتے ہیں۔ عیش کے عالمے برو پر ہاں پڑے۔ ہائے میں خواں! ٹھکڑے پکا پڑا ہم  
 نظر سے میکسمس کبڑا دیکھتا ہو اور جاتا ہو اور اپنے والے سے ہٹا ہو۔ کبھی دوست نہ ہو بلکہ اسی  
 کوئی اعتبار کرے جب یہ ایسے دوست بنی گھوٹے لگا میں اور اسی دعا بازیاں کریں۔



پس اس شادی کو میرے آنے کا یقیناً سوت رنج ہوا ہو گا۔ اُس نے کس محبت سے بلایا تھا اور کس  
میزبانانے پایا۔ بیشک وہ مجھے خدا ہو گئی ہو گی۔ خدا جائے ان کجبتوں میری طرف سے کیا کیا لکھ کر  
بیچیدہ ہو گا (میکسمس) بان تو میری طرف سے کیا کیا لکھا گیا تھا؟  
میکسمس حضور کیا بتاؤں کیا لکھا گیا تھا اب تو وہ آپ کے سامنے بیان کرتے ہوئے بھی  
سندہ م آتی ہے۔“

جان (ظن ہے لہجہ میں) ”بھا۔ اب شرم آتی ہو۔ اس وقت کچھ خیال نہوا“  
میکسمس ”حضور ایک خط کا حال تو مجھ کو معلوم نہیں۔ وہ تو بڑی سرکار نے جھکو بند کر کے دیا تھا  
ملا۔ ہر روز خود میرے انھیں ناپاک ہاتھوں سے لکھا گیا تھا جو آپ قلم کرنے کے قابل ہیں۔ اُس کا  
سنا۔ بان البتہ کچھ نیچے یاد ہو۔ شاید یہی لکھا تھا کہ میں آئینہ سکتا۔ اب وہ اگلی باتیں کہان۔ اُنکو اب  
وہ اپنے خیال سمجھنا چاہیے اور میری شادی بھی ہونیوالی ہے اگر آپ اُس میں شریک ہو سکی تو میں  
جست خورش ہوں گا۔ اور کچھ اسی قسم کی باتیں تھیں یاد نہیں۔“

جان (اپنے دل سے غم۔ یہ غصہ با۔ اُسے ظالم تجھ کو سمجھنے کے رقت شرم بھی نہیں آتی۔ یہ جھوٹ۔  
یہ بہان (اپنے دل میں) بس اب خاتمہ ہو گیا۔ ہنوز یہ دل مجھے پھر گیا ہو گیا ہو گا بیشک پھر گیا ہو گا۔  
ان در اندازوں کی عرض ہی یہ تھی۔ ہائے ان ظالموں نے ایک مجھے کو فریب نہیں دیا بلکہ میرے ساتھ  
پیاری شادی کو بھی دھوکا دیا۔ نہ اسی مجھے۔ اب میں اُنکو جا کر کیا منہ دکھائوں گا۔ سب گلے شکوے  
خاک بن گئے اب اور اُن کے شکوے شکایتیں سننا پڑیں گی اور سچ پوچھیں تو اُنکا کہنا جاسے  
بھی ہو گا بھلا کوئی معذرت ہو کر ان باتوں کا متحمل ہو سکتا ہے؟ اور پھر اُن سا اُنک علاج۔ پیاری  
شادی تھی اسے سب شکوے گلے میرے سر اُنھوں پر ہیں جو کوئی سن لوں گا۔ مگر خدا نکرے کہ  
تھا۔ اہل مجھے برا ہو۔ میرا خیال تھا کہ اُنھوں نے میرا نقش محبت حوت غلط کی طرح اپنے صفوں پر  
مٹا۔ بالکل نہیں میرا خیال غلط تھا وہ مجھے بھی زیادہ وفادار نکلیں۔ میرا آنے کی خبر پا کر اب میرے پہنچنے  
کا منتظر ہی بیٹھی رہی لیکن جھکو بہت محبوب ہونا پڑا۔ گا۔ خیر اُسے جیسا ہو گا دیکھ لیا جائیگا بڑی خوشی  
کی بات ہو گی کہ اُنکو میرے ساتھ دل محبت ہو اور اب ٹھوڑی ہی دیر میں اُنکی پیاری مروت ان  
مشاق آئینوں کو دیکھنا نصیب ہوتی ہو۔“

جان اپنے دل سے یہی باتیں کرتا ہوا چلا جاتا تھا کہ دور سے رہو نا کا سواو نظر آیا اور وہ لوگ اس طرف  
آتے ہوئے دکھائی پڑے جو ملکر پلیر ٹیڈ کی طرف سے بانی فیس کے استقبال کے لیے آتے تھے۔ اب



یہ انہیں خیالات میں متغول تھا کہ ایک تہہ ملک کی طرف متوجہ ہو کر پوچھے گئیں مکینے آپ کیسے ہیں ؟  
جان (اوپر کھڑا ہو کر) : ہاؤنڈ سیور حضور کو صحیح و سلامت رکھے۔ آپ کے اقبال سے اچھا ہوں  
اور حضور کی ترقی ملک و مال کے لیے دعاگو ہیں کرتا ہوں ؟

ملکہ : میں دیکھتی ہوں نہ پہلے تھا یا کچھ دھبے ہو گئے :- (بانی فیس کی طرف مخاطب ہو کر) میں حالہ  
کیا ہے روز بروز یہ ایسے ضعیف کیوں ہوتے جانے میں۔ آپ انکا علاج نہیں کرتے ؟

بانی فیس : حضور علاج تو برابر ہوتا ہے۔ مگر انکا ضعف کس طرح نہیں جاتا۔ وہی اختلاج قلب کی  
شکایت ہے۔ ناگھ لاکھ تدبیریں کجباتی ہیں مگر استیصال مرض نہیں ہوتا یوں خود بخود کبھی خفت ٹکڑی ہو گئی  
ملکہ : اچھا اب یہاں کے عیسویوں سے رجوع کیجئے اور اچھی طرح علاج کیا جائے بیماری کو کم نہیں  
مجھنا چاہیے ؟

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ خدا جانے بانی فیس کو بیٹھے بیٹھے کیا خیال آیا اور یہ گردن اٹھا اٹھا کر ادھر  
ادھر دیکھنے لگا۔ بانی فیس کی یہ حرکت شاہی دابکے بالکل خلاف تھی (سوجہ : ملکہ نے اسکی طرف  
دیر دیر نہ نظر سے دیکھا اور پوچھا) : کیوں آپ کسکو دیکھتے ہیں کسی تماشائی ؟  
بانی فیس : تماشاء حضور کسی کی نہیں۔ میں شاہزادی صاحبہ کو دیکھتا تھا۔ شاید اسوقت یہاں  
تشریف نہیں لائیں آرام فرماتی ہوں گی ؟

ملکہ : وہ یہاں ہیں کہاں !  
بانی فیس : کہاں تشریف لے گئیں ؟

ملکہ : (تھڑے سکوت کے بعد) : اسکا حال نہ پوچھیے وہ اپنے ناظر انہیں کے ساتھ مشہور  
پانی پانی ہیں اسوجہ سے قسطہ طینیہ بھیجی گئی ہیں ؟

بانی فیس : کیا حضور مشکوک پانی گئیں ؟ مشکوک کیسی آ :-  
ملکہ : کیا ماؤں کس مشکوک پانی گئیں ۔ سمجھ رہے ؟

بانی فیس : (تعب کے لہجہ میں) : شاہزادی صاحبہ ! اسی تو کہیں ہتھکین (تھوڑی ہر جاہ  
پہن کر) وہ آدھری پارسا تھیں :-

ملکہ : مئی ماؤں بڑی یہ اساتھیں سب قلعی ٹھلے کی تھیں کہتے : بنگ خانہ ان کے کیناں  
کا پیو نہ بھی نہیں ہو جاتیں ۔ خدا ایں بے جا لوگ کسی کو نہ دے :-

ملکہ : یہ باتیں کر رہی ہو جان میرے ! کی طرف دیکھ رہی ہو۔ مکہ کا آخری فقرہ یہ ختم ہو گیا ہو :-

ہمارے دوست کو اس رات بھر کے لئے ہی بچھنا سامہ گیا اور دشتہ شوق جڑے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہوا  
 اور طبیعت کی بارگی تقدیر کی طرح بگڑ گئی۔ جو اس کسی عزا دار مجاہد کے الہی طبع پر نشان ہو گیا  
 اور خیال ایک انتشار کے ساتھ ہیریا کی طرح قسطنطنیہ چلا ہی۔ غصے سے بدن میں آگ لگ گئی ہوا  
 و تنداؤں کی طرح جلے ہوئے دل کے آگے ہوئے دھوین آگے اور کان میں راہ سے نکل چلے ہیں۔ رُعب  
 نظر میں تیرتا رہ گئی۔ آنکھوں میں کچھ نظر نہیں آتا اور نہ کانوں میں کسی نام کوئی بات سن پتی ہو ہوش چہر  
 کے زنا کی طرح آگے گئے ہیں اور بچا رہا ہے گردش کھاتے ہوئے سر کو ایک باغ سے اور بقیہ دل کو دوسرے  
 ہاتھ سے پکڑ کر رکھا ہو دل بگڑتا ہی اور یہ خود داری سے بن کر اُسکو بنبھاتا ہی۔ ملکہ کا ادب۔ باب  
 لحاظ۔ افشائے راز کا خیال یہ سب بجائے خود اس کے ایک ایک قوی و قہر۔ بنے ہوئے سکواں اور  
 موقع نہیں دیتے کچھ بھی کہے۔ رہ رہ کر دل میں گھن پیدا ہوتی رہی۔ اور یہ گھر گھر کر کچھ کہنے کا قصد کرتا  
 ہی اور پھر خدا جلے خدا کیا خوف کر کے رکھتا رہی لیکن اب کچھ جانے نہیں بنتا۔ صبراً۔ سلطان کا دامن  
 اس کے بقیہ ہاتھ سے چھو رہا ہی چاہتا تھا کہ بانی فیس کی نظر اس پر پڑ گئی اور وہ اسکی یہ حالت دیکھ کر  
 جلدی سے اُس سے رخصت ہوا اور اُسی کے ساتھ یہ بھی۔

بانی فیس اب اپنے قیام کے قریب مکان میں پہنچ گیا ہو۔ ملک کی اس وقت کی حمایت و بانی دیکھ کر  
 افریقہ کے ہاتھ سے لکھانے کا غم اور سیم نکست اُٹھانے کا الم کچھ کم ہو گیا ہو اور اُسی کے ساتھ شاہزادہ  
 ہنور کے قسطنطنیہ جانی خبر سکر اسو جان کی طرف سے بھی ایک کونہ اطمینان ہو گیا ہو خوش خوش ہو گیا ہو  
 اور جان سے کھانے کے لئے اصرار رہا ہو مگر یہاں سکون و اس تھی ایسے ہی کہان بجا تھے کہ ایک غصہ ہی خلق سے  
 آکر کما دی غم و غصہ کھایا گیا جو قسمت نے بڑی فیاضی کے ساتھ اس کے حوصلے سے بھی زیادہ اسکو عطا کر دیا تھا اور  
 وہی خون جگر پیایا جسکو دران نصیب داشت اکثر یہاں کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے پارس کے کمرہ میں چلا گیا  
 جہیں ہالے ناول کے ناظرین پہلے بھی ایک تہہ اسکو بیٹھا ہو اور کچھ ہنس مکھ مس کو ساتھ ہو کر چپ بیٹھا ہو کچھ  
 نہیں کہتا کچھ تو اپنی دوسری نظر سے آسمان کو دیکھ رہا ہو اور کبھی مسکس کی طرف دیکھ رہا ہو کبھی اس کی طرف دیکھ رہا ہو  
 اسکا وہ حسرت پرست دل بھی اس کے پہلو میں ایک افسردگی کے ساتھ ٹکین بیٹھا ہو جہیں بڑھتی و تنداؤں کی  
 کسی نے کاشق اور لولہ بھی بھرا تھا۔ میدان میں تھنکے کچھ آپی آپ روشنی جاتی ہیں در حال دیکھ کر ارباب  
 اور آرمین بھی چپ چپ اس کے پاس سر کنی جاتی ہیں۔ اپنی ناکامی حسرت سے کھنفسیں ملے جاتے ہیں اور غم  
 ہاتھوں نہ تھا ہاں ہر ایک عیب و نقص میں اپنے دل سے یہ باتیں لکھتی ہیں کہ اس کے کمرہ میں بیٹھ کر  
 کے بعد آن نصیب ہوا تھا خیال تھا کہ اس کے لئے یہ تقدیر ہے جو تھی دریاں یہ کھلی کھلا ہو گا اور ایسے جائزہ

مات تھا کہ دو مار گئی۔ یہ جان کا یہ اچھا بہن میں گئی۔ افرہ  
 کو یہ بیان نہ ہوئے۔ اس وقت بھی تاہم میں اُن سے نہ لٹا پہلے میں اُن کے قابل نہیں تھا  
 ایکس مس سے مخاطب ہو کر اپنے مشاہدوں کا حال سننا ہوا۔  
 ایکس مس نے جی ہاں جبوقت ملک صاحبہ تذکرہ فرماتی تھیں میں بھی کلمہ سننا تھا۔ شاید کچھ اپنے  
 ناز سے مشکوک پائی گئیں۔

جان۔ (غصے کے لمحے میں) کچھ مشکوک پائی گئیں۔ اے ای صاحبہ خدا بنے کیا کیا ہوا ہو گا جب انھوں نے  
 اس قدر خفیف کر کے بیان بھی کیا۔ ورنہ کوئی اپنی بھینٹوں کی ایسی لائق حرکتوں کو نڈائی طور پر بیان کرتا ہو  
 جو وہی صاف صاف کہہ دیتیں۔ خوب لکھنے سے اُڑا نہ گئے ہونگے۔ امان نکالے ہونگے جناب یسوع کی قسم  
 بڑی بیوقوفانہ ہیں۔ میں تو اُنکے پیچھے مرنا اور اُنکا یہ حال اچھرا رہی بیچانی۔ با معاذ اللہ ہلکے سانسے  
 بڑی پارسانتی تھیں جب ہم کوئی بات کہتے تھے تو شرعاً شرعاً کے مسئلے لکھا رہے جاتے تھے۔ میں ایسا  
 نہیں ہو گا۔ گناہ ہو۔ زنا ہو۔ بُرا ہو۔ اُسوقت کچھ خدا کا خوف نہ آیا۔ اور پھر اپنے ذوقِ بکر سے لعنت خدا کی۔ اسی ٹھٹھا  
 میکسمس نے جتنا بھالی عورتوں کی محبت ہی کیا۔ اُنکا وعدہ کیسا۔ وفا کیسی۔ انکی کسی بات کا ٹھٹھا نہ ہو۔  
 اُنکا اعتبار ہی کیا۔ انکی ناقص العقلی تو مشہور ہی ہو۔ اپنے جو کوئی اعتماد کرے وہ اُسے بھی نیا دہ احمق۔ گو وہ  
 بڑی پاکدامن و عصمت مآب سہمی گوفہ و نہعت آپ یہ تو خیال فرمائیے انصاف کی بات ہو آخر وہ بیچارہ کی تین  
 کیا؟ اُن کے مان بھائی نے تو گویا عہد ہی کر لیا تھا کہ ہم کبھی انکی شادی نہیں کریں گے۔ آپ اگر نہیں سوتیں  
 خوب سن چکا ہوں۔ یہ اگست کا خطاب بھی تو اسی لیے دیا گیا تھا۔ راہ دیکھتے دیکھتے انتظار کرتے کرتے جب اُنکو  
 اپنی شادی کی طرف خیال آئی ہو گئی ہوگی تو جوانی کی مجبور کر دینے والی خواہشوں کا بخراؤ اس حرکت کی طرف  
 نہ لگی ہوگی۔ اور آخر تک تاک ایسا نہ کریں جوانی کی خواہشوں کا روکنا کسی کے امکان میں ہو۔  
 جان۔ بجا۔ امکان میں نہ ہونے کی بھی آپ نے ایک ہی کسی جن کے خاوند مروتے ہیں۔ خروہ اپنی قسمت  
 پر صبر کیے نہیں بیٹھی رہتی ہیں۔

میکسمس۔ ”حصہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ میں نے بڑے بڑے خاندانوں کی راز بھینٹوں کے حال  
 سنے ہیں ایسی بہت کم ہوتی ہیں جگو۔“

جان۔ ”نہیں میں کیوں میں۔ ہزاروں تشریف آوار۔“  
 ”میں نے اپنے شہر کے مرنے کے بعد کسی غیر کی آواز بھی نہیں سنی اور نہ کسی طرف سے شکر و تحسین کی آواز۔“  
 ”میکسمس۔“

رکس کی آواز سنی ہوگی تو شوہرانی قوت نے کچھ بڑانکے دماغ میں ایک غریبہ نیش عوامی اور کا اور اگر  
 میں کسی خداداد مرد کی صورت نظر سے دکھائی ہوگی تو انکی حسرت و حزن کے لئے اس سے کچھ نہ  
 ہوگا۔ ہاں اگر شہر چاہے نے اس کے جوش و خروش کو شست کر دیا۔ ویسا نہ دیکھ کر کوئی خاصہ نہیں دیکھتا  
 اطلاق چھوڑ کر زندہ درگور ہو گئی ہو تو اسکا تذکرہ نہیں کر دینا چاہیے کہ اس طرح زندگی بسر کرنا پیشہ حیرت  
 جان ہے۔ اس کے کچھ بحث نہیں۔ سہل ہو یا مشکل گر شاہزادی نے ہر اضرہ کیا ہے

میسکس میں یہ کون کتنا ہو کر رہیں کیا۔ ضرور ہر کیا۔ اور نہایت ہی بڑے بیکس اس سے بھی زیادہ مہر  
 اس کے ہاں جانی نے کیا جو فقط ملک مال کے لالچ میں آکر انکو ہمیشہ کے لئے شادی سے محروم کر دیا۔ اس حرام  
 بیوی کے ساتھ کون زندگی بسر کر سکتا ہے کوئی نہیں اس جینے سے مرنا ہی اچھا ہو سنتے ہیں ایسا میں  
 کوئی ملک ہندوستان ہی ہاں کے باشندہ نہیں سے جو کوئی مرد مر جاتا ہے تو اسٹرملی بیبیان میں اپنے  
 شوہر کی نعش کے ساتھ آگ میں جھک رہا جاتی ہیں۔ گویا وہ اس امر کو نا بت کرتی ہیں کہ بے شوہر  
 جینے سے مرنا ناگوارا ہی اور بہت اچھا ہے

جان ہاں ہاں محکو بھی معلوم ہو بس آپ چپ رہیے۔ خدا جانے کس بلا کا دماغ پایا ہو جان کوئی  
 بات کہی بس بڑ لگا دی۔ بات میں بات نکالتے چپے جاتے ہیں یہ خیال نہیں کہ کوئی کس حال میں ہو  
 اور معلوم خاک نہیں۔ جناب! اسکو سستی ہونا کتنے ہیں۔ زندہ کے فراق میں عورت محبت کے مارے  
 جان دیدیتی ہے۔ اُسے عفا میں یہ ایک مستحسن امر خیال کیا جاتا ہے اور وہ عورت پرستش کے  
 قابل سمجھا جاتی ہے

میسکس کا جواب عالی شان کیجئے گا۔ یہ سب برائے گفتن ہو اصل بات وہی ہو جسکو میں نے پکے حضور میں  
 عرض کر دیا۔ کیا عیش کا طہوار کاتب ازل نے اہل ہند ہی کے صدر میں لکھ پایا ہے؟ اور کہیں زن شوہر  
 میں ایسی الفت نہیں دیکھی جاتی یا وہاں سناشیں مزاج ہی پیدا ہوتے ہیں؟ اور اس میں کوئی کیا ہو؟ خود کشی کرنا  
 کوئی بھی بات ہے جس پر چھپے تو یہ خدا کے حکم سے مخالفانہ لڑتا ہے۔ میرے نزدیک تو وہاں کے بادشاہوں کو وہاں  
 کہتا وہ جبراً اس میں مشیائے حرکت کا استدلال کریں۔ لیکن اس سے پہلے پھر یہ بھی فرض ہے کہ وہ شادی ہو گیا  
 کا فانیل ہو، فدا کر دین درنہ اس طرح یہ وہ رہ کر جینے سے نوہر سستی ہو جانا بدرجہا اچھا ہے

جان۔ (اپنے دل سے) معظالم کی جھگڑا شروع ہو گئی۔ وہ تو کجبت کو اس کا مرض ہے۔ کبھی  
 حنا میں نہ رہا جائیگا۔ اس کی بات تاب جواب ہی نہ دیجیے۔ ہاں تو اب محکو کیا کرنا  
 چاہیے۔ ہو تو یہاں تو اب محبت کے قابل رہے نہیں۔ مگر یہ حضرت دل میں آئے گئے۔ مسئلہ بات ہو

ایکجہٹ کسی نہ مانے گا۔ مدتوں لی محبت بھلا ایک دم میرے دل پہ پڑ گئی ہو اور تر نہیں جاسکتی مگر  
 اب یہ چاہیے کہ اب ایسا ضرور کرنا چاہیے جس طرح ہو گا مگر نہ دیکھا۔ رفتہ رفتہ جاتی رہی گی، عجیبی زندگی  
 کی ہے۔ وہ اس وقت نہیں آتیں۔ اگر کسی طرح دل نہ دینگا تو یہی تاکہ بہت تکلیف ہوگی۔ مرنے والوں کا۔  
 اچھا ہو رہا ہوں مگر ملوں کا نہیں کبھی نہیں۔ اب تیری ملوں کا بس کچھ لیا۔ عورتوں پر کسی نہیں اکتبا  
 کرنا چاہیے۔ ہر جگہ ہوتی ہیں مخلوق مزاج۔ دھوکے باز۔ اسی محبت کوئی چیز نہیں سب ان سے  
 بھول جاتے ہیں۔ اور گارو جو کہ ہرگز مل گئی۔ زبرد و دیوار کی طرف سے دیکھ کر ہائے یہ وہی مکان ہے  
 جہاں کبھی کسی کس صف کے ساتھ ملاقاتیں ہوتی تھیں کیا کیا وعدے ہوتے تھے کیسی کیسی امیدیں  
 دلائی گئی تھیں۔ مگر اب اس پیاری شانہ زور، تہ و بہن، زمین (مٹھادی سلسلے) کی آہ کیا نظر آتا  
 ہے کل گیا۔ اب تم سے دل میں ہو گیا۔ تم کو اس خطاب سے یاد نہیں کرنا چاہیے۔ تم جی ہو فاطمہ کی تم  
 یہ بیوفائی مان دیتے دم کہہ نہیں بھولیں گی۔ پیاری، شانہ زور کی تم سے ایسی امید تھی (جو تک کر پھر  
 رہی) کہ زبان پر آگیا۔ آہ دل نہیں مانتا کیا کروں۔ یہ زبان تو ایک مدت سے اسی کھنکے کی ماوی  
 ہو رہی ہے۔ اور ہائے اس نام کے ساتھ۔ تیری نقب اچھا معلوم ہوتا ہو مگر نیناب میں نہیں کہوں گا۔  
 ہمارے دل سے یہ باتیں کرنا تھا کہ سفر کے کسل نکلان اور غیر طبیعت کے اضمحلال دل کی افسردگی نے  
 اس کے اعضا پر اپنا قبضہ کرنا شروع کیا۔ اٹھا اور منہ چھپا کر ہلنگ پر لیٹ رہا۔ پتہ تو دل کی پہچانی سے  
 کروٹیں بدلتا رہا مگر پھر نیند نے کچھ ایسی بیکسی پر دم کھا کر تھوڑی دیر کے لئے اس کو بیہوش کر دیا۔

## پانچواں باب

چکوتن ہوں سوا کین کشتی نوح سے  
 اشکوں نے میرا حال کیا تو تیرا کیا

آیت! یہ کون شمر ہے؟ اب کیا کیا اچھا سو اور نہ تو میں جی رہی ویشان اور بیسجھان اچھا  
 اچھے اور دھند یا جسے بہ رسم بہتجہ۔ داہ داہ۔ کیا ہی نہ ہے معلوم ہر نے ان یہ شمال و مشرق  
 اگر طرف کین دیا آیا ہو۔ اسکا اپنی سیاست نکل رہا ہے۔ انہ پر کہ بھی وہی ہے۔ یہ سچ ہے اور  
 انہوں نے ہوتی ہی نکلی کہ کس طرف کو کسی ہو کیا اس آیت ہوتی ہے۔ یہ بھی ہے اور اچھا ہے اور  
 ایک پرانا شمر ہے۔ آیت بوسین عرض الدہ میں ہوتی ہو کہ اپنے حسان سے بیہوش ہو گیا۔

ہو۔ وہ گومتی سونی آبنائے شاہد باز فرس تھی جس نے یورپ اور ایشیا کو جان و ہنور کی طرح اپنے قبضہ کر دیا۔ دیکھئے اُس سے آگے چل کر بحر مرہ موہین لے رہا ہے۔ کیوں! بیشک قسطنطنیہ۔ وہ دیکھئے شہر کے مغرب جنوب کی طرف وہ خمی بھی نظر آتی ہے جو سنہ ۱۰۰۰ء سے سینکڑوں نام سے تمام عالم میں مشہور ہے۔ سیر کرتے ہوئے اب ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جس جگہ دارا نے اپنے عہد سلطنت میں یہ تجویز کیا تھا کہ وہ کشتیوں کا پل باندھ کر دونوں براعظم کو ملا دے اس جگہ پر باز فرس نے اپنی عرض کو بالکل کم کر دیا۔ میان سے یورپ اور ایشیا کے کنارے اسی طرح نظر آتے ہیں اور کسی طرح ماہین کا قافلہ چھ سو گز سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔ مشرق کی طرف برساں یونان کے عظیم الشان قلعے آسمان سے ملے ہوئے اپنی عظمت کو ثابت کر رہے ہیں اور مغرب کی طرف اُن ساعت پہاڑ یون کا خوشنما سلسلہ دیکھنے والے کی نظر کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ چیر قسطنطنیہ قائم ہے۔ اور جو ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے

ہم کناروں سے نمودار ہو اسکو شاہ بن فرس نے آباد کیا۔ جو بارہ سو برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گذر تھے۔ اس وجہ سے اسکا پہلا نام بائیزنسیم یا نیرسید ہے۔ اسکے بعد قسطنطین کہنے پھرا سرنو اسکی بنا ڈالی اور اسکی عظمت و اپنی عالی حوصلگی سے انتہائی درجے پر پہنچا کر گیا۔ جو بین مئی سنہ ۳۰۷ء کو روم ثانی یا روم جدید کے نام سے اسکا لقب کیا گیا۔ قسطنطین کا نام سب پر غالب ہاں شکل اس دار السلطنت کی اُس زمانے میں ایک مثلث غیر متوازی الاضلاع کی طرح حکم کرتا تھا۔ ضلع پر ایک بندر ہی اور جنوبی کنارے پر بحر مرہ کی موحین پرتی ہیں۔ اس مثلث کا قاعدہ چھم کی سمت ہے اور اسی مقام پر یورپ کا براعظم ختم ہوتا ہے۔ سنہ ۷۴۷ء میں زلزلے کے حادثے سے یہ شہر بالکل خراب ہو گیا تھا مگر ہر پلے سے بھی اچھا بنا دیا گیا۔ اسپر کٹر اہل تاتار اور ایران اور اہل بلغار کا یورش رہا میان ملک سنہ ۱۰۰۰ء ہجری مطابق سنہ ۱۵۸۰ء میں اسکو سلطان محمد نے فتح کر کے اسلامی سلطنت بنایا جو اب اسلامبول اور استنبول کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۲۔

وہ بند قسطنطنیہ حکم باز فرس کا ایک بازو گنا چاہیے قدیم زمانے میں منہرے سینکڑوں نام سے مشہور تھا۔ اس واسطے کہ جو تھی اُس بازو میں دیا کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے وہ بارہ سنکھ کے سینک سے مشابہ ہے حالانکہ حق یہ ہے کہ وہ بن کے سینک سے یا مشابہ ہے۔ اور لفظ منہرے سے اُس دولت کا اظہار ہوتا ہے جو تجارتی مال و اسباب کے ذریعے سے یورپ و ایشیا کے دور دور ملکوں سے اس وسیع و محفوظ بندر گاہ میں آتے تھے۔ ۱۳۔

عہ۔ وہی قلعے تھے جنکے سامان و قوت کو سلطان محمد خان ثانی نے قسطنطنیہ کے محاصرے کے وقت سنہ ۱۰۰۰ء ہجری میں بہت قوی کر دیا تھا۔ ایم براطوس قسطنطین قیو قسطنطنیہ کا قیصر تھا جس نے لڑائی کا رنگ بگڑا دیکھا کیا شاہی لباس گرفتار ہو جائیکے خیال سے تار ڈالا اور تیغ بکف ہو کر روانہ لڑائی کے لیے نکلا اور سپاہ نیک چری کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ۱۴۔

عہ شہر کی اصلی حالت یہ ہے کہ محل امدادات شاہی مشرق و وس پر واقع ہیں جو پہلی پہاڑی مندرجات پہاڑوں



بلند جتنی چلی گئی ہیں۔ آفتاب اس وقت کسی برگشتہ بخت کے تیراقبال کی طرح سمت الراس سے پھر گیا  
تو۔ یمن بھی چاہتے ہیں اور آسمان سے آفتاب کی زردی مائل کرین اس طرح زمین پر گر رہی ہیں جسطح  
زمانہ بھر کا کوئی مطعون اور شہر کیا ہوا اپنا سر جھوکائے ایک یکسی کے عالم میں بیٹھا آٹھ آٹھ آنسو رو بہا  
ہو اور رستہ کے ساتھ تار ہائے نظر بھی آنکھوں سے نکل کر غیرت کے مارے زمین میں گرے جاتے ہوں۔  
اہل ہنگرئی کا یورش چونکہ آجکل روم کی مشرقی سلطنت پر بہت ہو اور وہ فتنہ وحشی روم کے شہزادوں  
کو برباد و تباہ کرتے اپنے حوصلوں کی طرح برابر بڑھتے چلے آتے ہیں اس وجہ سے روم مشرقی کا بادشاہ  
تعبیہ و دوسیس بہت منتشر ہو قسطنطنیہ میں ہر چار طرف سے فوجیں جمع ہو رہی ہیں اور سامان حرب سے  
قلعے درست کیے جاتے ہیں۔ بر عظم کے جانب کا راستہ اچھی طرح محفوظ کر لیا گیا ہے اور بند گاہ قسطنطنیہ  
میں آتے جانے کے وہ دونوں قدرتی پھاٹک بھی فوجی طاقت سے بند کر دیئے گئے ہیں جو باز فرس اور  
بلشیاٹ نے ایشیا اور یورپ کے آنے جانے والوں کے لیے سمند میں بنا دیئے تھے۔ ان راستوں کے بند  
ہونے سے وہ جہاز بھی سبیل بحر مرہ میں آتے جاتے کہیں نظر نہیں آتے جو مختلف ممالک سے تجلاتی  
سا ان لیے بروقت قسطنطنیہ میں آتے تھے۔ ان البتہ ساحل سے لے ہوئے سرکاری جہاز نظر آتے ہیں  
مگر وہ بھی ٹپ کھڑے ہیں اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں۔ دریا پر ایک سکوت طاری ہے اور پانی آئینہ کی طرح  
حیرت سے اپنا منہ دیکھ رہا ہے۔ ساحل پر فوجی رسالے جمع ہیں اور شاہی خاندان کے اکثر لوگ مثل  
رہے ہیں۔ ان لوگوں کا بار بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک طرف دیکھنا زبان حال سے ہکو بتلا رہا  
ہو کہ یہ سب کس کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں مگر ہکو کوئی آنے والا نظر نہیں آتا۔

بہت محسوس اور دن باقی رہ گیا تھا آفتاب کی زرد شعاعیں سنہری ہو چلی تھیں اور ہارسی نظر آنکھوں سے  
ہر گز درانگریزی پیاکٹس سے ایک سو پچاس ایکڑ زمین ہوا قسطنطس کی نئی دیواریں بند پر دیو پائٹس ملک و  
بین مثلث کے پندرہ اسٹڈیا کے فاصلے تک قدیم حصار سے ہوا و مدہ شہر بائز بشیم کے منجھلات، پھاٹیون کے پلوج، اسکایہ  
آئی ہیں لیکن اسکی فضا پانے کے ایک صدی بعد نئی عمارتیں جو ایک جانب بندر تک پہنچی ہیں اور دوسری جانب  
پر دیو پائٹس تک چھٹی چھوٹی پھاڑی اور ساتویں پھاڑی کی چوٹی چوٹی پر ہیں۔ گن رومن امپائر۔ ۱۲۔  
بہن۔ ہن۔ ہن۔ یا ہانگتو یہ قوم تار کے لقب تھے اسکی بنیاد ۲۲۰ برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تار و بانی چلی گئی  
بودا بش دریا رینو کے کنارے تار تک ہی ہوا سوچو اس ملک کا نام آج تک ہنگری کے نام سے مشہور ہو تا رہا ہے۔  
خو یہ ایک آبنائے ہے جو بحر مرہ اور بحیرہ اربعین کو ملائی ہے۔ اہل عرب اس کو بحر اربعین بغامی کہتے  
تھے اور اب اسکا جدید نام ڈارڈنلس ہے۔

نکل کر چار آب کو باہر کرتی ہوئی بلار کھڑی تھی۔ چاروں طرف سے سیر کر رہی تھی کہ ایک جہاز جنوب  
مغرب کے کونے سے آتا نظر پڑا۔ اور ان لوگوں نے انگلیاں فوراً اسی طرف کو اٹھائیں جو ابھی اس  
وقت غلط فہمی میں رہے تھے۔ مگر ایسے تباہی کے زمانے میں اس وقت اس جہاز کا آنا ایک عجیب خیز امر  
معلوم ہوتا ہے۔ مہاوم بن بن کیسا جہاز تھوڑا سا تھا۔ اور اس سے آیا ہی۔ اور یہ سب لوگ کیوں اس کے استعدا  
تھے۔ کچھ عجیب نہیں یہ اسی سلسلے کا جہاز جو کسی ضروری کام کے لئے آتا ہوگا ورنہ ہر سپاہ  
کے چاہک سے ایک طرف اس کا گزر کیسے بوجھ ہوتا لیکن اگر کوئی ایسی ہی ضرورت تھی تو فقط  
کشتی کا آنا کافی تھا اس جہاز کے آنے کا باعث سمجھ میں نہیں آتا اس کا پھر ہر ہوا میں لہرا  
رہا ہی اور جہاز دار نے عجیب کی طرح اسی طرف سے بڑھتا چلا آتا ہے۔  
تھوڑی دیر میں جہاز نے ساحل پر پہنچ کر منگر کھا اڑا۔ ہمارے کشتیوں کے رہنے کے ٹھکانے  
پر اترنے لگے۔

سب لوگوں کے ساتھ ایک فوجی رہ مالہ بھی آکر رہی۔ سپاہ و دریاں میں اور ہاتھوں میں برہنہ  
تھوڑے ہیں اور کسی شخص کو چاروں طرف سے اپنے اٹھانے میں نہ دیتے تھے۔ اس شخص کا لباس  
سیاہ ہو کر تانہ۔ فوجی سپاہی اور اس کے ہمارے ساتھ ہر طرح کے بھاری ہتھیار ہوئے ہیں کہ اچھی طرح سے  
ہم اس کو پہچان نہیں سکتے۔ مگر نہیں شبہ ہے کہ یہ۔ اور بالکل بھی تو معلوم ہوتا ہے۔ آہ یہ تو  
پیاری ہنویا ہو یا۔ یہ رہا ہے۔ اس خطہ میں پہنچی۔ اس حال سے بھی گئی۔ افسوس  
یکجہت پیسیڈیا نے اس ناکرہ گناہ کو بیان کیا ہے جیسا شاید اسی لیے بھیجا ہوگا کہ ہنویا ساری  
دنیا میں ذلیل و بدنام ہو۔ یہاں کے لوگوں کو یہی اس بھونے واقعے سے مطلع کیا ہوگا۔ دیکھئے  
کیسی انگلیاں اٹھ رہی ہیں سب لوگ اس شہرت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور وہ پچھلے جس طرح  
سرمجھکا کے شاہیں محل کی طرف سے جا رہی تھی۔ وہ پیاری ہنویا! اس وقت تیرے دل پر کیا گذر رہا ہوگا۔  
ساری دنیا اس وقت تیری نظروں میں نہ رہے ہوگی۔ تو تو اس عیسے بالکل پاک صاف و  
تیرے ظالم اور بھائی نے لگا کر یہ مجبور مٹری ہو سکا اس امر کو تو خوب یقین کر لے کہ عالم الغیب نے  
تجربہ سزا فقط اس قدر خطا کے پاداش میں دی ہے جس کی جتنی شہرت تو تم کو تانے پانے سے ملے گی۔  
مسبب ایک شاہی دوا خانہ تک پہنچ گئے ہیں اور بالکل نے تھوڑے دو سیس کے حضور میں وہ خط بھی  
دیکھ کر شاہی ملکہ پیسیڈیا نے دیا تھا۔ تھوڑے دو سیس نے لفظ چاک کر کے خط پڑھا اور بالکل کی  
عرفت طلب ہو کر اس طرح پوچھنے لگا کہ یہ تانے پانے کا نام کیا ہے۔ شاہزادی تمھاری حرمت میں آئی ہیں؟

بالٹک اے جی ہاں حضور اس خانہ زاد کا نام بالٹک ہی۔ خداوند نعمت میں کیا اور میری حرمت  
 ہی کیا۔ یہ بھی جناب ملکہ صاحبہ کی نظر عنایت تھی جو انھوں نے اس قدر بھرا اعتبار فرمایا۔  
 تھیوڈوسیوس۔ یہ ہنور پاکب سے ایسی خراب ہو گئی؟ پہلے تو ایسی آوارہ تھی۔ اس کیفیت  
 سارے خاندان کا نام بدنام کر دیا۔

بالٹک اے جی ہاں بڑے افسوس کی بات ہے۔  
 تھیوڈوسیوس نے بات تو افسوس کی ہے۔ یہ کون نہیں جانتا مگر بہتویہ دریافت کرتے ہیں  
 کہ یہ خراب کس طرح ہو گئی؟

بالٹک یہ حضور محکو کچھ اچھی طرح معلوم نہیں (اپنے دل میں) اس بچاری کی کیا خطا۔  
 اس نے کیا کیا دیون تمہارا لگانے کو کیا جھیر چاہی لگا دی۔  
 تھیوڈوسیوس۔ ریونا سے قسطنطنیہ تک خبر پہنچ گئی اور تم گھر میں رہتے ہو مگر کوئی معلوم  
 یہ کس طرح نہیں ہو سکتا۔ تم چھپاتے ہو۔

بالٹک (بڑے غصے سے) خداوند۔ غلام کی خال ہی جو چھپائے۔ اور جو بات علانیہ طور پر مشہور  
 ہو گئی وہ ایک میرے چھپائے سے بچ سکتی ہو۔  
 تھیوڈوسیوس نے نہیں نہیں تمہارے طرز گفتگو سے ہلکا شک ہو رہا ہے۔

بالٹک۔ نہیں خیر شک کی کوئی بات نہیں۔ جس امر کو میں یقین کے ساتھ نہیں جانتا  
 محکو کس طرح حضور کے سامنے عرض کر دے۔ جیسا کچھ مشہور ہو دیا ہی ہوگا۔ مگر جان تک  
 نہ رچیاں ہو اور شاہزادی صاحبہ کے حالات سے واقفیت ہو وہاں تک میں کہہ سکتا ہوں  
 کہ ان سے ایسا بڑا گنہگار نہیں ہو کبھی ایسی نہیں اور نہ اب ہیں۔

تھیوڈوسیوس نے مگر تمہاری ملکہ تو اس امر کو بہت زور دیکر رکھتی ہیں۔  
 بالٹک۔ تو بس انھیں کا فرمانا صحیح ہو مگر اس قدر تو میری آنکھوں کے سامنے کی بات ہے  
 کہ جب اس امر کی تحقیقات ہوئی تھی اسوقت تو شاہزادی صاحبہ بالکل بری ہو گئی تھیں  
 اور خود جناب ملکہ صاحبہ نے گلے لگایا تھا مگر نہیں معلوم پھر تھوڑی دیر میں کیا ہو گیا کہ وہ قید  
 بنا دی گئیں۔ بادشاہوں کی باتیں بادشاہ ہی جانتے ہوں گے۔

تھیوڈوسیوس۔ خیر ہیکو ان باتوں سے کیا مطلب۔ یہ انھوں نے قید رکھنے کے لیے جیسا کہ  
 قید رہی تھی۔ مگر بیان بھیجے کی کیا ضرورت تھی کیا وہاں جیلخانہ تھا۔ تین برس یہاں ہم خود

پریشان ہیں آفتل کجبت چہن بنین لینے دینا ظالم نے تمام ملک برباد و تباہ کر دیا ہو مگر خیر  
تجربہ و وسوسہ اس قدر باتیں کہیں اور دینا اٹھانے سے اٹھ کر جلسہ سرین ہلا گیا۔ ہنور یا بھی اب  
شاہی محل میں داخل ہو گئی تھی۔ ایک کمرے میں تڑپنا کر بٹھائی گئی ہو اور شاہی خاندان والے  
یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور اسکو دیکھ کر کچھ مسکراتے اور جھکواصل داتے کی ذرا بھی خبر مل گئی ہو  
وہ اس کے حال پر افسوس سے ٹھٹھی سانسین بھرتے چلے جاتے ہیں۔

تجربہ و وسوسہ بھی اسکو دیکھ کر اپنے دل میں بھلا کتنا چلا گیا ہو۔ ہنور یا چپ بیٹھی ہو۔ اسکی طرح  
شاہی خاندان کی ناکھوٹا لیکیاں مگر کم سن چھپرنے کے لیے اسکے چہرے سے نقاب ہٹاتی ہیں او  
وہ انکا ہاتھ جھٹک کر اپنی پردہ دار زمین یہ کہتی ہوئی پنا منہ چھپا لیتی ہو پٹے ہائے اسطرح تم کو  
کسی کے رمانے سے کیا ملتا ہو۔ خدا کے لیے جھکو نہ رتاؤ۔ آہ امین تو ایک زلزلے کی مستانی ہوئی ہوں  
کس لڑکیاں اسکی گردن آواز سے متاثر ہو کر تھوڑی دیر ٹھہر جاتی ہیں اور پھر باہم اشارے بازیاں  
ہوتی ہیں چھپے باز آواز۔ آواز۔ کسے جلتے ہیں۔ پریا بیٹھی سن رہی ہو اور بیچاری غیر سے  
کٹی جاتی ہو۔ ہزاروں خیال سرا سبکی کے ساتھ رنے ذہن میں آتے ہیں۔ وہ رہبر بان بھائی او  
انجین کے ساتھ اپنی زبان پر جنت پر غصہ آہو طبیعت اچھ کر دل بگڑ کر اور یہ بیقابو ہو کر  
رجاتی ہو۔ کچھ شدت غم سے مرل چڑھی گئی ہے ٹھٹھٹھ آتا ہو اور پھر اسکا حال دیکھ کر دم بخود  
ہو جاتا ہو۔ انجین مجرم کی طرح کچھ سوچ میں اپنا سر جھکائے ہیں اور عبور کرنے کے لیے آنسوؤں کا  
دریائے شور۔ ٹھٹھون کے ساتھ انجین لگا ہے ہرے رہا ہو اور یہ اپنے حزمین دل سے کہہ رہی  
ہو ہنور یا۔ یہ کیا ہو گیا یہ ذلت کس طرح تھوڑی پٹ گئی۔ میں تو بالکل بری ہو گئی تھی۔ پھر  
تمت مجھ کس طرح لگا ہو۔ یہ بے نقط ٹھٹھ وال کی لالچ میں یہ ستم کیے گئے۔ اسطرح بدنامی  
کی گئی۔ آہ کیسی اسراپی ہوئی ہائے اٹلی سے مسططنینہ تک جو مسنت ہو گا کیا کتنا ہو گا۔ سب لوگ

مگر نیری مرخ اسکو اٹھاتا ہے۔ اسے باپ کا نام منکر تھا اور یہ اُن قدیم ابالیان ہنگری کی نسل سے  
تھا جو کسی زمانہ میں مشاہد چھوڑا۔ اسوقت یہ مغربی ہن کا بادشاہ تھا جو کے نور سے  
اہل ہنگری تمام روئے زمین پر زور آور ہو گئے۔ اسکی سلطنت شمال میں بحر بالٹک سے لیکر جنوب میں ڈینیوب  
تک تھی اور مغرب میں دریائے رائے مشرق میں دریائے دانگائیے دریائے آیل تک تھی اس ظالم نے ملک کی  
کی لالچ میں اپنے بھائی بایڈا کو قتل کر ڈالا اور خود اپنا لقب خضد الہی مشہور کیا۔ یہ بردست و جشی کھی مشرقی دوم  
پر ملہ آور ہو کر قرق تھا تھا اور کھی مغربی دم پر پوش کر تھا اور وہی باعث زوال سلطنت دم ہو اگین ہن اسپا کر۔

محبو کس نظر سے دیکھتے ہوں گے ہائے ان ظالموں نے محبو کمین کا نہیں رکھا اب میں کیسکو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ کچھ توں کو اگر میرا حصہ ہضم کرنا تھا تو محبو اسکی پروا نہ تھی۔ یا کچھ کھدا کر میرا خاتمہ کر دیتے۔ سب کچھ کرتے مگر اس طرح تہمت لگا کر مطعون خلافت تو نہ کیا ہوتا۔ آہ اب میں قیدی بنا کر رکھی جاؤں گی۔ سب اٹھتے بیٹھے محبو طعنے دین گے اور میں سنوں گی آہ! انھیں کلاؤں سے جو کبھی کسی کی آدمی بات سننے کی بھی عادی نہ تھی۔ دیکھیے مقبرا بھی کیا کیا دکھا نامی۔ آہ۔ پیار جان تم کس حال میں ہو گے۔ میرا قصد تھا کہ سپوہنچکر تھیں قید سے بھٹاؤں مگر آہ تقدیر نے محبو خود ہی ایسی بلا میں مبتلا کر دیا کہ جس کی تکوین نہیں اور نہ میرے فرشتوں کو اُسکی خبر تھی مگر آہ اب اُسی بلا میں گرفتار بیٹھی ہوں۔ ہائے جلدی میں کجنت اچھینیس سے تمھارا ادو حال بھی دریافت نہ کرنے پانی اور تقدیر نے یہاں پھینک دیا بارگاہ میں نے ایسی کیا خطا کی تھی کہ جبکے پارااش میں محبو ایسی سخت سزا ملی۔ بیشک ایک بہت بڑی عرش ہو گئی جس سے اب تک شرمندہ ہوں۔ اور سچے دل سے اُسکی مغفرت کی تجھے درخواست بھی کر چکی ہوں۔ کیا خداوند اتنے ایتنا میری توبہ نہیں قبول کی؟ اگر نہیں قبول کی تو ہر حال میں میں تیری رضا پر راضی ہوں کچھ عذر نہیں کر سکتی۔ مگر اسی بیکسوں پر ترس کھانے والے۔ در ماندوں کے دستگیر کر کے والے گنگاروں کے بھٹنے والے میں اپنی سزا کو پہنچ گئی۔ اب مجھ پر رحم کر مگر آہ اب دنیا کی کون سی رسوائی ہوئے کو باقی رہ گئی۔ وہ کون سی ذلت تھی جو اٹھ رہی! اب کچھ ہو کر یہ بدنامی کا دھوتا میرے دامن سے مٹ نہیں سکتا۔ اب اگر مر جاتی تو اچھا تھا۔ مگر یقیناً ایسے بڑے وقت میں موت کو بھی میرے پاس آنے میں عار ہوگا۔ ہاں یہاں زہر بھی کیوں ملیگا ورنہ کھا کر اس جالکاہ صند سے چھوٹ جاتی۔ یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں معلوم ہوتا جو کمین سے محبو لا دیتا!۔ ہاں بالٹک ہی مگر وہ کبھی لاکر نہیں دینگا اگر لا دیتا تو میرے ساتھ بڑا سلوک کرتا۔

ہنور یا چپ بیٹھی اپنے حرمین دل سے یہی باتیں کر رہی تھی اور زار زار اپنے نصیب پر رونا رہی جاتی تھی۔ چند عورتیں ولد ہی کے ساتھ اسکو سمجھاتی تھیں مگر توبہ یہ سمجھنا بھی اسکے نردل کی دہا ہو سکتا تھا تسلی دینے سے اور بھی صند زیادہ ہوتا تھا اور اسکے ساتھ دل کی رقت بھی بڑھتی جاتی تھی۔ نہ تو یہاں ہی حالت میں چپ بیٹھی تھی کہ کوئی شخص بالٹک کو بیان میکرایا اور عورتیں اسکو آتے دیکھ کر پتھر پھینکتی تھیں۔ دیکھو شاید یہی ساتھ آئے ہوں انھیں کا نام بالٹک ہو گا۔ بالٹک سے مخاطب کرنا نام نہان ہو گا۔ بالٹک بالٹک۔ جی ہاں۔ بالٹک۔

بالٹک کا نام سننے ہی ہنوریا کی اشکباری اور بڑھ گئی اور اس کے حال پر افسوس کرینوئی دوا بہا کہ تم دل  
عورتیں بالٹک سے کہنے لگیں : ”ای ہو تم دیکھتے نہیں یہ جیوقت سے آئی ہیں روتے روتے انھوں نے کیا برا حال  
کر لیا ہو ہزار طرح سے بہلاتے ہیں سمجھاتے ہیں کہ تم کو بیان کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ تم ہنسی ہو شئی  
سے رہو۔ تمھارا گھر ہو مگر یہ ایک نہیں منتیں۔ بس روئے جاتی ہیں۔ تو بہ آئیںیں تنہا سچ گئی ہیں اور  
نہیں مانتیں۔ ذری انکو سمجھاؤ تو اب رونے سے مائل“

بالٹک۔ (باتھ جگڑ) اے حضور آپ اس قدر کیون روتی ہیں شانہ زدی صفا جناب شاہ جری صاحبؑ  
ہنمور یا۔ (ایک ٹھنڈی سانس لیکر روتی ہوئی آواز میں) ”بالٹک۔ تم اب خدا کے لیے حکم اس لقب  
سے نپکارو۔ اس نام سے اب میرے دل کو صدمہ نہ پہنچاؤ۔ میری تقدیر نے اب تجھ کو اس قابل نہیں  
رکھا۔ اب میں شانہ زدی نہیں ہوں! اب تم مجھ کو قیدی کہو۔ آہ۔ کیا میری حالت نہیں دیکھتے!۔  
اب یہی خطاب میرے لیے موزون ہے“

پیارے ہنور پائے ان پُراثر فقر و کوکھ کی ہوئی آواز میں اپنے دل کو سنبھال سنبھال کر نہایت وقت سے ادا کیا اور پھر کچھ اس درد سے روئی کہ سننے والوں پر کیا موقوفی اس وقت چرودہ سو برس کے بعد جبکہ قلم سے یہ درد اور عبرت انگیز واقعہ نکل رہا وہ بھی کھٹا جاتا ہی اور غلط طور پر موتا پڑ گیا ہوگا۔ مرقع عالم کے دیکھے دلوں میں بھی کوئی نہ کوئی تیرے حال پر چار آنسو گرانیو الا انکل آئے۔

قصور میں دیر تک تو سب اسی طرح اپنے اپنے دلی افسوس کو افسوس ہا ہا کر ظاہر کرتے رہے مگر چھپے  
اس حالت میں کچھ کمی ہوئی۔ بالٹک نے افسوس پوچھے اور کہا: ”دھنور جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب  
اس طرح رورو کر آپ اپنا کیون خون کرتی ہیں۔ اس سے کیا فائدہ ہے؟“

ہنسوریا۔ (عکسین آواز میں) مبالغہ انگ تم جانتے ہو کہ میں قصداً روتی ہوں۔ خدا کی قسم میں ہنساؤں طرح اپنی طبیعت سنبھالتی ہوں مگر ان بھائی کی بے حرشی اور اپنی رسوائی کا صدمہ ایک لحظہ دل سے کم نہیں ہوتا۔ میں تو بہت مضطرب کرتی ہوں مگر کیا کروں!۔ نہیں مانتا۔ اور پھر بلند آواز سے رونے لگی۔

بالک۔ (ہاتھ جوڑ کر) خدا کے لیے حضور اب نہ رویئے ایکجی یہ حالت مجھ سے نہیں دیکھی خانقاہ صبر کجیے۔ خدا میں سب طرح کی طاقت ہے۔“

ہنوریا کو خبر کیسا اب مجھے نہیں ہو سکتا اور یہ کہ یہ کتنے مہینے ہو سکتا۔ اور اس کے ساتھ  
وہانی کی کہ وہ ہاں کہہ دے وہ دوسری جگہ کے لئے اب میں تیار ہوں تو یہ سب  
میں دیکھ دے کہ اچھا شہر ہے دیکھتے ہی دیکھتے یہ جلد انسانوں سے بڑا اور اچھا شہر ہے

بالٹک لا خدا انکرے خدا انکرے۔ آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ رسول کی کس بات کی۔ یہ کون نہیں جانتا کہ آپ بالکل بے خطا ہیں۔ آپ کی پاکدامنی کا حال کسکو نہیں معلوم ہو۔ کون اسے سکتا ہو کہ تحقیقات میں آپ بری نہیں ہو گئیں۔ یہ نسلطانی احکام ہے کسیکو عذر ہو سکتا ہو؟ حکم حاکم مرگ مفاعات تو مشہور ہی ہو؟

ہنوریا یہ تو وہی جانتے ہیں جو وہاں موجود تھے یا جھکو اصل واقعے کی اچھی طرح خبر ہو لیکن ساری دنیا میں اب تو کچھ اور ہی مشہور ہو۔ ہائے میں کجنت اس برسے دیکھ لے کیونکہ زندہ ہی بالٹک حضور عالی آپ یہ کیا فراتی ہیں ایسے امور کہ میں چھپائے سے چھپتے ہیں! چار دن میں سن لیجئے گا کہ سب لوگ کیا کہتے ہیں؟

اسقدر تسلی و تسفی کی باتیں کر کے بالٹک کسی ضرورت سے باہر چلا گیا اور ہنوریا کو پھر وہی چپ لگ گئی جو اس سے بخوشی دیر پہلے تھی۔ رات بھی چونکہ زیادہ گئی ہو اسوجہ سے اب اس سے باتیں کرنا ہی عورتیں بھی اپنے اپنے مقام پر جا کر رہ رہی ہیں مگر اسے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا اور نہ کسی طرح نیند ہی آئی بالٹک بھی نہیں ہو ورنہ شاید کچھ اسی سے باتیں کرتی ہوں ایک عورت علیحدہ کھڑی تھی پانچ بجے والے ہیں جو اس کمرے کے باہر چکر لگا رہے ہیں ایسے رنج و غم کی حالت میں بعض اوقات انسان کا دل چپ بیٹھے گھبرا جاتا ہو۔ دل کی وحشت اور الجھن تیری کرجاتی ہو اور وہ دماغ کے پریشان کرنے والے خیالات سے بھنگا آکر اس امر کی خواہش کرتا ہو اگر کوئی موتا تو باتیں کرتے ہنوریا بھی اسوجہ سے اس کی طرف متوجہ ہوئی اور پناہ غم غلط کرنے کے لیے سطح گفتگو شروع کی مونیجنت تھا کہ کیا نام ہو۔ تم بیان کیسی کھڑی ہو۔ کوئی کام ہو؟ وہی عورت حضور جھکو دینی کہتے ہیں میں بھی آپکی ایک لونڈی تھیں سرکار نے آپکی خدمت کے لیے ستیجیں کر لیا تو ہنوریا۔ (توجہ کے لیے میں) میری خدمت کے لیے؟ آہ۔ میں اس قابل کمان! جب تھی تھی۔ اب تو ہنوریا میری حالت لونڈیوں سے بدتر ہو۔ جاؤ تم جا کر سو رہو؟

وہی میری کیا مجال ہو۔ حضور آپ آرام فرمائیں۔ رات بھی زیادہ گئی ہو۔ آپکی عزت آبرو و خداوند برقرار رکھے۔ آپ ایسی باتیں نہ کیجیے؟

ہنوریا یہ باتیں تو اب میرے دل سے نکلتی ہیں میں کیا کروں۔ آرام دل کو کمان ہو جو سو رہوں۔ نہ تو اسٹھوں سے اٹھ سکتی ہو۔ لیکن وہی اگر تم بالٹک کو بلا دیتیں تو میں تمہارا بڑا احسان ماننی۔ میرا دل بہت گھبراتا ہو شاید اُسکی باتوں میں کچھ ہل جاتا؟

وہی حضور رات زیادہ آتی ہو اب جلسہ کے اندر کوئی نہیں آسکتا ورنہ لونڈی کو کیا عذر تھا! اچھا

جا کر بلالائی۔ بادشاہ سلامت کی سخت مہ نعت ہو

ہنور یاہشتگر خاموش ہو رہی اور اپنی بیکی کی حالت پر خود ہی افسوس کر کے اپنے دل سے کہا: آہ! اب میرے قدمی ہونے میں کوئی شک نہیں (دوبلی سے) اچھا میں اب سوتی ہوں تم بھی کہیں جا کر سو رہو! اتنا کہکڑیٹک پر لیٹ رہی۔ وہ ٹہل باہر پر آمد سے میں چلی گئی اور ہنویا آٹھین بند کر کے اپنے دل سے کہنے لگی: یہ کیجئے جا کر سو رہے تو میں کچھ فکر کر دوں (تھوڑی دیر کے بعد اپنے دل سے) اب سو رہی ہو گی کیوں؟ درباروں طے شدہ دیکھ کر سو رہی۔ اب کچھ آہٹ نہیں ہوتی۔ اچھا اب جگھو کیا کرنا چاہیے! یہاں کوئی کونان ہو رہا ہے (جو گاہ کیوں نہیں۔ تو میں اسی بن دوپ کر جانا چاہیے۔ ایسا ذلت کا جینا اچھا نہیں۔ مگر پرہیز وائے شہل ہے میں۔ پھر کیا کروں؟ چاندو لطف دیکھ کر) یہاں کوئی تلوار یا خنجر تو نظر نہیں آتا اور نہ گلا گٹ کر اسے قید مستی سے چھوٹ جاتی (سر ہٹائے یار میں ایک کھوٹی لگی دیکھ کر) اس میں کیا بندھا ہے؟ ٹھوس تو بنا ہوا ہے۔ طلب نکل جائے (دوبلی پر امتیاز اور دیکھ کر) کام نکل جائے۔ یہ کہہ کر اپنے لگے میں لنگر لٹک سہیہ۔ آہ۔ اس وقت اس ہاتھ ہڑستی سے جو کمان نکل گیا وہ کسی سے نہیں نظر آیا۔ بہت پریشان ہوئی کی طرح اب ہوئے مگر ایک ٹول کی۔ میں تیری بہت ممنون ہوں۔ اب ہاتھ ایک تیرا ہی۔ اے کوئی بی بی۔ ہاتھ پڑھا کر آپا رہی رہو۔ اب میں مرنے پر تیار ہوں مگر ایک گشتہ اب تجھ کو۔ اے ام اور اے ہر زمانہ! تجھ کو بھی سلام۔ اے اپنا بددعا دینا! رخصت۔ پیار سے جان کہیں سو رہے ہیں۔ یہاں ہی ہنویا رہے ہیں۔ یہاں ہی ہمیشہ کے لیے رخصت۔ نگو دشمن جو چاہیں یہاں سے ہٹا دیں۔ دینا دیا۔ تہ پانہ اف جانی ہو۔ بالکل پاک۔ جب کبھی قیامت میں ملو گے تو یہاں سے جس کے سامنے اپنی طرح اپنی پارسائی تمہارا ثابت کر دوں گی۔ پیار سے اب اجازت دو! آہ۔ تمہارا ہوا۔ دیکھو تمہاری ہنویا سے جلیسی سے جان دینی ہو۔ اب رخصت۔ اے ہنویا! تمہاری رخصت۔ تمہارا غم بھی جائے معاف کرنا میرے سب سے تمہاری تکلیف نہ سچی۔ اے یہ مکان تھوڑی دیر سے یہاں رہی ہوں تجھے ہی رخصت۔ پیار سے جان نہیں سنئے ہوا ہنویا دینا سے جانی ہو! تم کو کہہ دو۔ تم کو کہہ دوں۔ جاتی ہو رخصت! رخصت!

ناراض ہو جاتی ہے۔ دوسری کا ہمتہ لگے میں رہا دیا۔ پانک سے پاؤں ہٹائے اور لٹک رہی۔  
 ۱۔ اس وقت یہاں کوئی نہیں چھپ رہی ہنویا کو بچا ہے۔ ہاتھ مکان بالکل خالی پڑا ہے۔ دیواریں بھی کھڑکی لگے ہی ہیں اور جگہ سے نہیں ہل سکتیں۔ دیکھو! ہنویا کی آنکھوں کا کیا حال ہوا جاتا ہے وہ یہاں تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔ ہاتھ اب کوئی دم مرد دم توڑا جاتی ہو۔ یہ کہہ کر ہوا جاتا ہے! آٹھ نکل



تجکوزدار حم نین آتا۔ مگر نین دیکھو ڈوری وہ چر کر ٹپٹ اور وہ دسما کا ہوا۔  
وہی دھماکے آواز سکر دوڑی اور ہنوریا کی کیفیت دیکھ کر شور کیا۔ فوراً پرے والے آگے شاہی خاندان  
کے بھی اکثر لوگ جمع ہو گئے اور تھوڑو دوسیس بھی یہ خبر سنا لگیا۔

پیاری ہنوریا سیدم فرش پر چیت چڑھی ہی۔ نازک گلے میں رشتی کا بھیندا لٹکا ہوا۔ سانس یوں ہی  
سی ہلکے نام آتی جاتی ہی۔ آنکھیں پتھر اچلی میں اور سر سے خون بہہ رہا ہی۔ جلدی جلدی گئے  
سے بھندرا لٹکا لگیا۔ پنکھوں سے ہوا دیکھی خوشبو وار عرق کا پھینٹا دیا گیا مگر پیاری ہنوریا کو کسی  
ہوش نہ آیا۔ شاہی محل میں تسکین چھ گیا ہو اور بالک بھی علیحدہ کھڑا رہا ہی۔

تھوڑا دو گھنٹے کے بعد شنس چھ بچہ بدلا آگے کی پتلی میں کچھ روشنی اچلی اور دیکھنے والوں کو  
سراسر ناامیدی کے بعد اسکی زینت کی کچھ امید ہونے لگی۔ تھوڑی دیر میں ہنوریا سنے  
آنکھیں کھولیں۔ حسرت کی قطرے سبکی طشت دیکھا اور پھر ضعف سے بند کر لیں۔ بالٹک روتا ہوا  
آگے بڑھا اور قریب جا کر کہا بڑا ہنرادی صاحبہ۔ کیا مزاج ہے؟ شاہزادی صاحبہ بڑا ہنرادی  
نے پھر آٹک کھول دی لیکن جواب دینے کی طاقت نہ تھی جو کچھ یہ کہتی۔ چپ چپ سے دیکھائی اور  
اپنی صیغہ آواز میں رگ رگ کر شکل اقدر کہا میں کہاں ہوں۔ یہ جمع لیسا ہر پلہ اور پھر  
آٹک بند کر لی۔ لیکن ساعت بساعت صیغہ سنہنے لگی۔ ہوش و اس درست ہوئے گا اور  
بعض بعض وقت ایک آدھ بات بھی کی۔ تھوڑو دوسیس مطمئن ہو کر چلا گیا اور لوگ بھی بچے  
بعد دیکھے اپنی اپنی آرم گا جوں میں جا کر سو رہے۔

دو چار دن بھی نگہ نہ پائے تھے کہ ہنوریا کے مقید ہو کر آنے کی خبر قسطنطنیہ کے گلی کو تھوڑے  
پھیل گئی مگر ساتھ ہی اسکے پیسینڈیا اور دیلن تھی ان کی جراثیم نفس اور طاعی بھی کسی کے چوائے  
چھپی ہر کم ناکس پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ ہنوریا ٹری جیادار شاہزادی ہو فقط ملک مال کی لاٹ  
میں اس پر پانچویں کی تہت لگاؤ لگی۔ گھر گھر ہنوریا کی حیاد عصمت کی تعریفیں آؤئے گئیں اور  
بلیسینڈیا اور اس کے ظالم بیٹے دیلن تھی ان کے مظالم بیان ہونے لگے۔

ہنوریا کو بہان قسطنطنیہ میں اسے ہفتہ عشرہ گزر گیا ہو اور اب اسکی بیجری اور سخت تھوڑو سبب  
بھی کھل گئی ہو مگر خود کشتی کے اندیشے سے حفاظت کا انتظام بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ کر دیا گیا  
ہو۔ سر جوت کو اچھی ہو گئی ہو اور دو ضعف بھی کسی قدر کم ہو چلا ہو جو خون کے نکل جانے سے  
سید ہو گیا تھا مگر اسکی ذلی حالت میں کسی قسم کا ابتک رت نہیں ہوا وہی رنج ہی۔ دتو غم اور

اکثر اوقات رونا۔ اس وقت بھی پٹنگ پر پڑی ہو گئی کہ آفتاب نکل آیا ہوا اور مٹھنہ مٹین بار بار اوکے ساتھ کہتی ہیں بیوی اپنی حاضر کو مٹھہ ہاتھ دھوئیے۔ دھوپ پھیل رہی ہے مگر اسکا افسردہ دل اسکو کسی طرح اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اٹھ کر بیٹھے۔

یہ اسی طرح مٹھہ چھپائے پڑی تھی کہ بالٹک نے آکر پوچھا کہ کیا شام ہوا ہے ابھی آرام فرماتی ہیں؟

ہنسو ریا۔ (آواز پہچان کر) نہیں۔ میں سو تی نہیں ہوں۔ کیا بالٹک ہیں؟

بالٹک۔ (سلام کر کے) حضور! میں اب جاتا ہوں؟

ہنسو ریا کہ کیا آج ضرور جاؤ گے۔ اب نہیں ٹھہر سکتے؟

بالٹک نے جی نہیں لیا اب اجازت دیجئے۔ میرا دل تو خود کسی طرح نہیں چاہتا تھا کہ ایک تونہا چھوڑ دوں۔ اگر آج رات میری جگہ پر ایک ملکہ ہے جس کا نام سن ایسا سخت ہی اچھی اجازت تو ایک دن کی بھی تھی مگر اب سے یہ نہ ہو کہ ملاقات اور اصرار کی وجہ سے جھگڑو ہو کر اس قدر رست پڑا۔

ہنسو ریا کہ تم جاؤ تم سے کسی وقت دل بہل جاتا تھا وہ بھی نہیں کسی طرح قید تنہائی ہونا چاہیے اس کا دل تو نہیں ہو گا۔ جائیے خدا حافظ؟

بالٹک نے نہیں جھڑپائی۔ یہی خوشی نہیں ہو تھی کہ میں نے جان لیا کہ وہ کیا کر لیں گی! بس یہی ناکر قتل کر دیا۔ آج تو اس کا دل میں اپنی خوشی کے خلاف نہیں کر سکتا (آہستہ آہستہ) خدا کی قسم

اگر میرا دل چاہتا تو کبھی میں آج یہاں نہیں لاتا بھی نہیں مگر آپ خود جانتی ہیں کہ اور ساتھ والوں کی وجہ سے ایسا میرا سیدھا نہیں کر سکتا تھا۔ ورنہ کہیں اور پہنچا دیا ہوتا؟

ہنسو ریا۔ میں خوب جانتی ہوں مگر بالٹک تقدیر سے کسی کا نور چلتا ہو! میرے لیے تم اپنی جان بلا میں نہ بھنساؤ۔ تم چاہیں خوش رہو۔ میں سو ل تو اب بالکل لنگ سے سیر ہو گیا ہوں۔ میں تو چاہتا تھا

کہ تمھارے سامنے ہی اس بلا سے چھوٹ جاؤں مگر آہ میری سخت جانی نے مجھ اور بھی ستم کیا۔ خیر جو ہو چکا تھا وہ ہو گیا اور کچھ ہونا باقی ہی ہو رہے گا مگر بالٹک! تم اتنا مجھ پر احسان کرنا کہ اگر پیارے جان سے

کبھی ملاقات ہو جائے تو انکو میرا آخری سلام پہنچا دینا اور کہہ دینا کہ میں اب اس عیب سے پاک تھی جو سپر لگایا گیا مگر افسوس اب وہ تم کو اپنا مٹھہ دکھانے کے قابل نہیں رہی تم اس کے مرنے کا غم نہ کرنا؟

اسی طرح کے زبردستی کچھ اور بھی کہے جھگڑو بالٹک دم بخور ہو گیا اور موت سے کہنے لگا۔ یہ آپ کہہ رہی ہیں کہ میں اسکا نہیں وعدہ کرتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو گا میں آپ کا پیام سلام ان کو پہنچا دیتا ہوں۔ آپ اپنے دل سے نکال دئیے جو کچھ ہو گیا خیر ہو گیا مگر اب کہیں پھر ایسا

غضب بھی نہ کیجئے گا خدا بخواستہ اگر آپ پھر ایسا کر بیٹھیں تو پھر قیامت ہی آجائے گی۔  
یقین کر لیجئے کہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ اور کئی جانوں کا بھی خون ہو جائے گا۔ حضرت جان تو  
یہ سنگر کی طرح زندہ نہیں رہ سکتے اور شاید یہ آپ کا غلام بھی ایسے حد کا متعلیٰ ہو سکے۔  
شاہزادیؔ نہیں تم اسکا خیال نہ کرنا اور آنکھوں بھی سمجھا دینا کہ میرے مرنے کا غم نہ کریں۔ میری  
کبخت قسمت میں تو یہی لکھا تھا۔

بالٹکؔ جب حضور ہی میری عرض کو قبول نہیں فرماتیں تو وہ کب سنیں گے۔ شاہزادی  
صاحب آپ کو جناب مسیحؑ کی قسم اب ایسا غضب نہ کیجئے گا۔  
ہنوریا۔ (دھندھی سانس لیکر) بے حیائی کے جیسے کو دل کہ ارا تو نہیں آتا اگر خبر جانک  
جیسے ہو سکے گا صبر کروں ٹی۔

ہنوریا اسی قسم کی باتیں کر رہی تھی کہ تھوڑو دوسیس کے آنے کی خبر ہوئی۔ بالٹک علیٰ کھڑا  
ہو گیا اور تھوڑو دوسیس نے آتے ہی بالٹک سے کہا کہ تم ابھی گئے نہیں؟ جاؤ جہاز تیار ہے۔ اب  
بالٹکؔ مگر بھی یہی ان کی طرح غصہ نہ کھانا۔ مجبوراً سلام کیا اور شاہزادی کو روکنا چھوڑ کر بادل  
ناخواستہ رخصت ہو گیا۔

## چھٹا باب

صبر آتا دیکھ کر ظالم نے پھرتے پھرتے  
میرے قابو میں طبیعت ابکی بار آئیگی

ابھی شام ہوئی تو اور دو تین گھنٹی راستہ زاید نہیں گزری تھی۔ گو ظلمت شب کسی شدید عاشق کی  
کڑورت دل کی طرح ایک آنہ پھر اٹھار کھا تھا۔ دنیا کے نشیب و فراز اور ازل دنیا کی کار گذاریاں سب نوختہ نقد  
کی طرح چھپی ہوئی تھیں مگر اب شرف کی طرف سے ماہتاب نکلتا آتا تو اور قدرتی روشنی کسی ایکس کی چمک  
کی خبر نہی ہوئی ہر طرف بھیلتی جاتی تھی۔ ایسے وقت میں وہی شہر رہتا ہاری آنکھوں کے سامنے جو جک پلے  
خیال بھی ہمارے دل کو خوش کرتا جاتا تھا۔ وہی عمارتیں ہیں وہی وسیع میدان۔ وہی ہوا میں مگر فقط  
ایک شاہزادی ہنوریا کے بیان نمونے نے سارے شہر کو کچھ ایسا دلزدہ بنا رکھا ہے کہ کسی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا  
نہیں جاتا۔ رہو نا کے دلچسپ و دلکش منظر مگر عالم کے دیکھنے والوں کو پہلے ہم دکھا چکے ہیں مگر آج کچھ ایسا دل  
پھیکا پڑ گیا ہے کہ یہاں کا سین اس وقت مطلق نہیں دکھایا جاتا۔ ہر طرف ہوا کا عالم ہی اور ایک سناہی جو چاروں طرف

چھایا ہوا ہو۔ وہ صرف عیب شخص مسکرم فقط اسکی ناسازگاری بخت بھی نہیں ستایا ہو ملک سے ہر روز نظام ملک کی طرح بانی فیس بخت کرنے والے باپ اور میکسمس سے بچے دوست نے بھی دراندازیوں کے ساتھ اسکی مدتوں دھوکا دیکر کھاسی اسوقت ریوٹا والے قانون میں چپ بیٹھا ہوا اور اُس عرصے جان کی بنیادیں باور کرنا ہی جسکے حق نام فرب کے کرشمے دشمنین کی جہالت سے رسوائی اور دنیاوی کی عبرت انگیز حکایت بنے اُن کے قسطنطنیہ تک میں پہل گئی ہو ملک یسید اور دین ثنی ان نے اپنی اہلی غرض پوشیدہ رکھنے کے لیے ہنوز ہمارے جلانے وطن کرنے کی جدوجہد کر رہی مشہور کرنی چاہی مگر یہ اُنکا ایک خیال خام تھا ایسے سخت اور بیجا مظالم کہیں چھپائے سے چھپتے ہیں رفتہ رفتہ لوگوں کو اس طرح غلطی کی خبر ہو گئی اور خون ناحق کی طرح یہ حال سب پر ظاہر ہو گیا کہ فقط ملک و مال کے لالچ میں شاہزادی پر ہمت لگائی گئی ہے ہر شخص ہنوز یہاں کی اس ناحق ناحق رسوائی پر افسوس کرنے لگا۔

اسوقت جان کے ٹلگن چہرے سے انتہائی درجے کا حزن و ملال ظاہر ہو رہا ہو اور میکسمس اُس سے کہہ رہا ہو حضور آپ کے رنج و غم کی کہیں انتہا بھی ہو؟ جو امر اپنے قبضہ اقتدار سے نکل جائے اُسکا رنج ہی کیا!۔ شاہزادی اب آپ کو مل سکتی ہیں؟

جان!۔ (چھینکر) خدا جانے کیسی باتیں کرتے ہو۔ اُنکے ملنے کی پروا کسکو ہے۔ وہ اگر ملین بھی نہ ہو اب میں اُنکے بک ملتا ہوں۔ وہ ملنے کے قابل ہیں کہاں۔ اگر رنج ہو تو فقط اُنکی بیوقوفانہ داؤدگی اس نازیبا حرکت کا جو اُنھوں نے ایجنس کے ساتھ کی۔

میکسمس: یہ آپ کا فرمان صحیح ہو اور اسکا رنج بھی جسقدر حضور کو ہو بجا ہو مگر میں تو مستنا ہوں یہ واقعہ بالکل غلط ہے۔ سارے ریویانین یہ مشہور ہو کہ یہ فقط تمت ہی تمت آپر لگائی گئی ہو!۔ اُن کے مان بھائی نے یہ عیب اس کے آپر لگایا ہو کہ اُنکے عقد کی کوئی خواہش نکرے اور اس بنائے سے اُنکا وجود بہتر کر لیا جائے جو آدمی قانون کی رو سے بیگم کہ ملنا چاہیے۔

جان: ہاں بعض ہیں دو گون اسطرح مجھے بھی ایران کیا ہو کر کچھ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا سا کہ مال عزت پیدا کرنے کے لیے ہم اس کا باعث بنیں اور کھوسے کے لیے نہیں! کیا ہنوز یہاں کی اس رسوائی کے ساتھ ملک و دین ٹٹی ان کی آواز نہ ہو رہی ہے؟ یہ ایک ادا کی آدمی جی میں کہ سا تارہ تو بادشاہ وقت تھے انکا راسکی پروا کیا تھی؟

میکسمس: حضور کو ارشاد بجا کر جوابی طرح مری چڑی خدا کرے کیا ہو۔ اس کھنڈ کی جتنی غصہ کو ہو بجا ہے جسکی جو جو جس سے رجا تعجب ہو۔ نگر ہو با بادشاہ۔ اس ظالم کا قدم ویران آتے ہی حضرت انسان کی ایسی آواز نہ ہو کہ عوام ہونے والے ہیں کہیں انسان تحفظ عقل و فنی نہیں ہوتی۔ اُنھوں آدمی اندھا ہوتا ہے رسوائی و ذلت کی مثال نہیں ملتا

سب دیکھنے والے اس کے حرکات دیکھ دیکھ کر منتیں ہیں اسکو کچھ بھی اسکی پڑائیندونی ملک میں اسکی طرح میں عجب نہیں جو ملک صاحب بھی ایسا کرنا بھی نہیں پہلے تو ایک مرتبہ اسی نے شاہنزدی کو آگے کا خطاب کیا تھا "جان" شاید ایسا ہی ہو مگر میکسس شاہنزدی کی طرف سے اب کچھ ایسا دل پڑا ہو گیا۔ ذکر کی طرح اس بات کا یقین نہیں آتا (تھوڑی دیر غور کر کے) تو کیا انہیں کا یہ واقعہ غلط ہے؟

میکسس "جی ہاں مشہور تو لوگ ایسا ہی کرتے ہیں غیب کا حال خدا جانے"

جان "کچھ سمجھ میں نہیں آتا خدا جانتا کیا معاملہ ہے (اپنے دل سے) لیکن اگر ایسا ہوا ہے تو کیا پروردگار کا حکم کیا گیا مگر اخیر کسی بات کے جو کچھ کوئی ایسا آہٹ نہیں لگا سکتا کچھ اصلیت ضرور ہوگی یا لکھنے سے اپنی بدنامی بچنے کے لیے اب اس طرح مشہور کرنا جاہل و سبکدوش بھی یہاں نہیں ہو رہا اُسے یہ سب حال معلوم ہو جانا۔ ہوا میں کوئی بات ہو ضرور؟

جان اسی فحجان میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو بتخیلہ طرح طرح کے خیالات اس کے سامنے پیش کر رہی تھی اور مستغرقانہ اپنا دست تصرف دراز کر کے کبھی آنکھوں میں پانی باتوں کے موافق اور کبھی بدگمانی کے اعتبار سے بالکل مخالف بنادیتی تھی۔ اتنا کہ ساتھ یہ ایک ایک پروردگار تھا کہ کسی شخص نے اگر فراموشی سلام کیا۔ جان نے پہلے تو اس طرف ایک حیرت کی نظر سے دیکھا اور پھر ایک بے اختیار سی کے عالم میں اس سے پٹ کر کہا "اچھے ہے۔ بالکل کب آئے؟" بالٹک "خداوند حضور کو بھیج سلامت رکھے میں ابھی حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر ہوئی ہوگی۔ جناب بلکہ جس کے حضور میں حاضر تھا کہ باتوں باتوں میں انکی تشریف و بی کمال حال معلوم ہوا پس ان سے دو چار باتیں کر کے یہاں حضور کے پاس چلا آیا حضور کو بک شریف لائے؟"

جان "افسوس کے لیے ہیں" کیا بتاؤں کب آیا اگر دشمنانہ تقدیر کے اور کئے دکھانے کے لیے یہاں لے آئی۔

کوئی تین تینے گز سے ہونے جب آیا تھا۔ لیکن کیا آیا اگر یہاں شک میں خیال بھی نہ پہنچتا تو اچھا تھا؟

بالٹک نے ہاں بیشک حضور کو شاہنزدی صاحب کے نہ ملنے کا بہت افسوس ہوا ہو گا۔ یہ بھی ایک تعلق ان بات تھی کہ جب خدا خدا کر کے دعوتوں کے بعد حضور کا آنا ہوا تو وہ یہاں نہیں ملین؟

جان "میں اسکا تو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ افسوس ہے۔ وہ اگر یہاں تین تین جیب میں آئے نہ ملتا۔ انکا یہاں سے چلا جانا تو نہایت ہی اچھا ہوا۔ اور مجھے صدمہ ہوتا۔ (طنز سے) اچھے میں اب وہ کسی کے ملنے کے قابل رہیں؟"

بالٹک "تعب کے لیے ہیں" کیوں حضور خیر تو ہے! ایسا ان سے کیا ہوا؟

جان "حیرت بالٹک کے منہ کی طرف دیکھ کر" کیا اتنا کچھ سطح پوچھتے ہو گویا معلوم ہی نہیں ہے۔ درجناب عارفانہ؟

بالٹک "یعنی وہی انہیں والا ہے اصل واقعہ؟"

جان "جی ہاں وہی۔ وہ بے اصل واقعہ ہے؟"

بالٹک: "میشک بیشک بالکل غلط کچھ بھی اس میں کیا آپ کو اسکا یقین بھی آگیا؟"  
 جان: "بجا بلکہ گروہ بنامین اسکے چرچ ہو گئے میرے اور ابا جان کے سامنے خود انکی جان انی بن  
 سے بیان کیا اور آپ فرماتے ہیں غلط ہی کیا جب خدا کے فرشتے آسمان سے اتر کر اسکی تصدیق کیئے مسیح ہو گا  
 بالٹک: "میں نے جو چاہیں فرمایا مگر میں نے تو یہ بھی نہیں سنا کہ خدا نوح اسٹہ شاہزادہ کا چال میں نے کیا یا  
 وہ یحییٰ ماثوث پانی کیسے ہو گیا تو ج بھی جو کوئی ملاشاہزادی سحرستی کا قاتل ہو گیا اور اُسکے حوالے ہوسوں کے نیوالا ملا  
 جان: "میں اب جانتا ہوں کہ نہیں کرتا ہوں۔ اب اگر کسی مصالحت یا کسی جبر سے اسطرح لوگوں کے خیال بدل گئے  
 تو اس سے ہوتا کیا ہو۔ پہلے تو سب ہی کہتے تھے۔"

بالٹک: "اسوقت تو حضور عالی میں خود بیان موجود تھا لیکن میں نے کسی نہیں سنا کہ گواہات کے مشور  
 کرنے میں کوشش ضرور کی گئی مگر یقین کوئی نہیں کرتا تھا چاروں طرف احتیاط دیکھ کر اور جناب ملکہ اور  
 شاہزائے صفا کا کیا کنساوہ جو کچھ نہ مشہور کر دیں تھوڑا ہے۔ انہیں کے تو یہ طوفان اٹھائے ہوئے ہیں۔"  
 جان: "(کچھ بھجوا کر) خدا جانے آپ سب لوگ کیا کہتے ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ بھلا ایسا کہیں ہو  
 سکتا ہو کہ خود ان بھائی اپنی بیٹی بہن کی اسطرح بے عزتی و بیحرمتی چاہیں۔ ہمارے ذہن میں نہیں آتا۔"  
 بالٹک: "یہی مان ہی تو غضب ہو کہ جو دنیا میں کسی نے کسی پر نہیں کیا وہ ظلم بچاری شاہزادی  
 پر بلا وجہ کیا گیا اور فقط اس غرض کے لیے کہ اُنکی شادی ہو اور حصہ نہ دینا پڑے آپ ملاحظہ تو  
 فرمائیں اس ظلم کی کوئی انتہا ہے۔"

جان: "تو کیا یہ یحییٰ کا واقعہ بالکل غلط ہی اور شاہزادی کی مطلق خطا نہیں؟"  
 بالٹک: "جی ہاں اور کیا۔ بالکل جھوٹ۔ شاہزادی کی ذرا بھی خطا نہیں۔ یہ اُن بچاری پر  
 سراسر اتمام لگا دیا گیا ہو۔"

بالٹک نے اس جواب کے بعد ویلن ٹینی ان کا خدا واسطے کو طو بار اٹھانا۔ ملکہ کی تحقیقات یحییٰ اور سولوا  
 کی بے لگاؤ گواہی۔ شاہزادی کا بری ہو جانا۔ ملکہ کا گلے لگا لینا اور پھر ویلن ٹینی ان کی شرارت کی جاوگی  
 یحییٰ اور سولوا کا مقید ہونا اور شاہزادی کا قسطنطنیہ جانا یہ سب اوقات بالٹک نے کچھ اسخوش اسلوب  
 سے بیان کیے کہ جان کے خیالات میں کچھ کچھ تغیر ہو چلا اور یحییٰ کو پوچھنے لگا: "بالٹک تم سچ کہتے ہو؟"

بالٹک: "میں حضور کے سر مبارک کی قسم بالکل سچ۔ ذرا خلافت نہیں۔ غلام نے کبھی کوئی بات حضور سے  
 جھوٹی کسی تھی اور مجھو جھوٹ کہنے اور اسطرح ملکہ کے مظالم بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔  
 شاہزادی صاحب بھی تو بیان نہیں بڑھی ہیں ورنہ یہی کہنے کو ہوتا کہ انکا لحاظ و پاس کیا۔"

جان: ”نہیں نہیں تم مجھ کو بھی جھوٹ نہیں بولے۔ اور یہ بھی تم سچ ہی کہتے ہو گے مگر بالٹک پہلے  
دانتاٹ نہ کر شاہزادی کی طرف سے دل میں ایسا شک آگیا ہو کہ کسی طرح نکالے نہیں نکلتا۔“

بالٹک: ”خیر شک نکلے یا نہ نکلے اس سے مجھ کو بحث نہیں عشاق کی بدگمانی تو مشہور زمانہ ہے۔ میں خصوصاً  
کو شاہزادی کا سچا محبت کرنے والا جانتا ہوں اس لیے اصلی اصرار ہے کہ وہ کماست آپسے بیان کر دیا مگر خدا  
کے لیے بہت دیر کسی اور سے بیان نہ فرما دیجئے گا ورنہ جناب لکھ صاحبہ اگر کہیں میں گئی تو پھر میری جا  
عذاب میں پڑ جائے گی۔“

جان: ”نہیں سچی کیوں کہنے لگا۔ مجھ کو ضرورت ہی کیا۔ لیکن اب تو ہر شخص کا یہی بیان ہی ایک تپہ کیا ہو تو فہمی؟“  
بالٹک: ”کہنے کو کیا سچی بات کہنے میں آتی ہو سب کہیں گے ایک انکا کہنا اور بات ہو اور مجھے گھر  
کے بھیدی کا لٹنا دوسری بات ہو۔“

جان: ”ہاں یہ سچ ہو۔ تو کیا بالٹک اب مجھ کو بھالے کہنے پر یقین لے آنا چاہتے ہیں تم مجھ کو دھوکا تو نہیں  
دیتے۔ خدا کے لیے سچ کہنا۔ شاہزادی کی عصمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تم کو میرے سر کی قسم۔“  
بالٹک: ”حضور عالی پھر اب میں اور کیہ نہ عرض کروں حضور کے قدم مبارک کی قسم میں اس میں راجھوٹ  
نہیں کہتا۔ شاہزادی بیچاری بالکل بے خطا ہیں۔ اور میری کیا مجال جو حضور کو دھوکا دوں۔“

یہ باتیں سن کر اب ہمارے دوست کے دل کا تکرر غبار خاطر باؤڑا جاتا ہو اور خود بخود سیل مرشک سے وہ گرد  
ملاں اڑتی جاتی ہو جو باد ہائے مخالفت کے چلنے سے اسکے دل پر جم کر رہ گئی تھی۔ دل آئینے کی طرح صاف ہوتا جاتا  
ہو اور دل کی گردید کرنے والی محبت کی پیاری صورتیں چاروں طرف ادھر ادھر ہر طرف نظر آ رہی ہیں۔ اور یہ بالٹک  
سے اس طرح کہہ رہا ہو کہ اگر ایسا ہو تو فی الواقع بیچاری شاہزادی پر وہ ظلم کیا گیا جسکی کوئی انتہا نہیں۔ میں ایسا  
نہیں جانتا تھا۔ وہ انجی رہائی کی صد ہا ندیر میں اب تک کی ہوتیں انکو سخت صدمہ ہو گا کیوں؟“

بالٹک: ”حضور کیا عرض کروں نہ انکو کھانے سے مطلب ہو نہ پیسے سے غرض بس انھوں پر اٹھ اٹھ آنسوؤں  
سے رونما ہو اور چپ پڑا رہنا جس دن وہاں پتھن پتھن اُسدن تو انھوں نے غضب ہی کر دیا تھا۔“  
جان: ”رنگھر کر!“ کیا کیا؟ خیر تو ہوئی۔“

بالٹک: ”حضور خیر کیا۔ وہ اپنے گلے میں رسی کا پھندا لگا کر لٹا کہ ہیں۔ اُسوقت اتفاق سے اُنکے پاس  
کوئی آدمی بھی تھا جو بچا تا مگر وہ تو کیسے خدا کی طرف سے حیات کی رسی مضبوط تھی جو زوری ٹوٹ گئی اور  
وہ گر پڑا۔“

یہ سب باتیں سن کر جان نے غور اور پھر کیا تھا؟ خدا کی قسم۔

بالٹک: ”بس حضور دھاکے کی آواز ہوتے ہی لڑک دوڑے۔ بالکل بیدم پڑی تھیں۔ سر سے خون بہہ رہا تھا۔ بھنڈا کھولا لایا۔ جلدی جلدی کچھ تدبیریں کی گئیں۔ گو کسی کو انہی ذہنیت کی امید باقی تھی مگر دو چار گھنٹے کے بعد خدا خدا کر کے آنکھ کھولی“

جان: (ایک ہوش کی حالت میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر) ”خداوند! فرماں جائیے تیری اس شان کی کہ ادھ کیا جان بچائی، ابا با۔ بیجاری شاہزادی کے نازک دل پر واقعی سخت صدمہ پہنچا۔ ابا با۔ اب سناج کیسا ہے۔ سر کا زخم اچھا ہوا“

بالٹک: ”ہاں دوسب شکایتیں لوجاتی رہی ہیں مگر دل صدمہ میں ہی تھیں نہیں ہوتی غم کے مارے بالکل گھٹی جاتی ہیں۔ فقط پوست و استخوان باقی لگ گیا ہے۔ جناب یسوع کی قسم صدمہ دیکھی نہیں جاتی“

جان: (طیث کے لمحے میں) ”خدا سمجھے اس کجخت و ملین ٹہنی مان اور اس کی شقی القلب مان کی وجہ سے پیاری مہنور یا اس بلا میں پھنسی۔ اور ہائے کسی نے اس کی طرف داری بھی نہ کی۔ افسوس میں بھی اطمینان سے بیٹھا رہا اور کچھ خبر نہ لی (خود ہی) مگر میں تو اور ہی دھوکے میں تھا۔ بالٹک! میں تمہارا نہایت مشکور ہوں کہ تم نے واقعی حال سے مطلع کر کے میرے دل کے شکوک نکال دیئے اب تم مجھ کو فقط اس قدر اور بتا دو کہ وہاں قسطنطنیہ میں پیاری، زوریا کے پاس کیسے لگا رہو سکتا ہو؟“

بالٹک: ”نہیں حضور! انکے پاس کوئی نہیں جاسکتا۔ بہت سخت پہرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ کیا وہاں جانیکا غم ہو؟“

جان: ”آہ بالٹک! کیا تم محکوب ایسا بے رحمت تھے ہو۔ پیاری شاہزادی کا یہ حال سبک کر محکوب صبر بھی آسکتا ہے! ہرگز نہیں۔ آہ اب قرار کمان!“

بالٹک: ”مگر اس سے حاصل! وہاں جا کر کیجیے گا کیا؟ آپ تو آپ شاید آپ کی خبر بھی انکے پاس نہیں پہنچ سکتی۔ بہت سخت حفاظت کی جاتی ہے۔ انکو ہمیشہ خدا صبح و سلامت رکھے مگر محکوب کی طرف نہایت اندیشہ ہی عجب نہیں جو وہ اپنی جان پر کھیل گئی ہوں“

جان: (گھبرا کر) ”خدا نکرے۔ خدا نکرے۔ بالٹک! تم کیسی فیل تمہ سے نکلتے ہو!“

بالٹک: (آبدیدہ ہو کر) ”نہیں حضور! میں فاس بد نہیں نکالتا خدا کرے یہ میرا خیال غلط ہو۔ مگر قہقہہ اپنی ذہنیت سے تنگ۔ گو میں نے بہت سمجھا دیا ہے، زبردن قسین جی سی ہیں اور اُنہوں سے وہ بھی کر لیا ہو مگر امید نہیں کہ وہ موقع پائیں اور پھر خدا خواستہ ہی جان نہ دیدیں انکو اپنی بدنامی رسوائی کا سخت صدمہ ہے“

اس تقریر کے منظر ہی جان کا کیچو دھک سے بڑ گیا۔ ہوش اڑ گئے۔ باتیں کرتے کرتے چپ ہو رہا۔ چہرے کا نقشہ عجیب کیا۔ کچھ نہ کر لیں۔ سر ہاتھ سے پکڑ لیا اور خدا جانے اس عالم تجرین کیا کیا نظر آنے لگا دلیں



کیا کیا ہولناک اندیشے پیدا ہو گئے تھے کیسے خیالات فاسد آکر اس کے دماغ کو پریشان کیا کہ اُنکی کھوپڑی پرورش پائے والے طفلانِ اشک بھی گھر گھر کر آتے تھے نکل پڑے تھوڑی دیر تک تو جان اُسی حالت میں مبتلا رہا مگر پھر خدا جانے اسکے دلیں کیا کیا کہ بالنگ کے غلط طبع کر ایک پر حسرت لمحے میں کہنے لگا بالنگ یہ اُنکے دلیں سمایا گیا ہو کیا اُنکو اپنی جان کے ساتھ میری جان کا بھی خیال باقی نہیں رہا۔ کچھ ایسا بھول گئیں۔ افسوس کہ بالنگ نہ نہیں وہ آپ کو بھولی نہیں ہیں۔ آپ کی یاد اُنکے دل سے جاسکتی ہو؟ جس دن میں آیا ہوں اُس روز بھی آپ کو یاد کر رہا تھا مگر وہ کتنی تھیں کہ ایسی رسوائی بدنامی کے بعد اب میں اپنا منہ اُنکو دکھانا نہیں چاہتی۔ لیکن ہاں حضور اُنھوں مجھے کہہ دیا تھا اور قسم بھی دیدی تھی کہ جب کبھی اُن سے ملاقات ہو تو میری طرف سے کہہ دو کہ اگر ہنر یا تمھارے بغیر دیکھ دیا سے اٹھ جائے تو تم اُس کو معاف کرنا اور یقین کر لینا کہ گودہ تمھاری بے اجازت چلی گئی مگر کچھ بھولی نہیں۔ مرتے دم بھی جو کلمہ پان سے نکلے گا وہ تمھارا ہی پیارا نام ہوگا میری نسبت تمکو جو شکوک ہونگے اُنکا جواب میں یہاں نہیں۔

خدا کے سامنے دو گئی۔ مگر خدا کے لیے تم میرے مرنے کا بہت غم نہ کرنا میری قیمت میں یہی لکھا تھا کہ اس پُریشیا میں نے کانوں سے دل تک پہنچے پہنچے ٹیلیگرام یا اشراقی قوت کی طرح ایک کی حالت قسم کے دل پر روشن کر دی۔ جان کی کچھ عجیب حالت ہو گئی۔ دل پر ایک نئی چوٹ لگی۔ جگر میں ٹیس اٹھی۔ محبت کی دہلی ہوئی آگ کا نونہل دل میں جھڑک اٹھی جبکہ کسی گرم بازار کی شبن کی طرح زائے کی سرور کی اور طلع دراندازوں نے لگا بھگا کر سرور کرنا چاہی تھی جو ش غیرت سے جسم میں آگ لگ گئی اور قلب کا انتہا دیکھ کر نئی اور تازہ ہواؤں کی سنک اپنے دامن شوق سے جلدی جلدی ہوا دینے لگی۔ آتش غم اور تیز ہوئی گرم سر آہیں آپس میں ملی ہوئی پروا ہوا سے بھوکے بکر بڑی تیزی کے ساتھ چلے گئیں۔ دل کے زخم ہرے ہونے لگے اور پُرانی چھین پھرنے سے اُس نے لگیں۔ آنکھوں کو گوشت شرابا رہا نہ دتے ہیں مگر یہاں اُنکو بھی ترس آگیا اور وہ ایک سوسرہ معالج بکر اُن گرم آنسوؤں کے دھانے لگیں جو پہلے غصے سے دھواں بکر نکلتے تھے اور اب رقیق القلبی سے رہا سہا دل کا بخار بکر نکلتے لگے ہیں۔ بالنگ ایک میکس سے کہ بہت دلاس دیا اور دل کے ہانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں چھیڑیں مگر جان کی حالت کسی طرح نہ سنبھلی اضطراب حالت ترقی کرتی گئی اور رونے دھونے کا کار نہ تو ملتا تھا نہ ٹوٹا۔

لب ہلے بھجان دوست کی طرح رات بھی آدمی رہی ہو مگر جقدر رہی ہو وہ کسی طرح کاٹے نہیں کٹی سفر کا تھکا مائدہ بالنگ جا کر سو رہا ہو رات کی چلنے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہو یا میں سوئے والوں پہنچا جھن ہی ہیں اور آدمی رات کا سناٹا اپنی جھبی اور خوش آئند آواز سے جا گئے والوں کو لوری سے سے کر

سلاہری جو میکسن بھی آؤ گئے رہا ہوا، جان کی آنکھوں سے اسے طرح نیدر لگتی ہو جسطح اُسکے دل سے چہن آرام۔ آنکھیں چشم نظر کی طرح کھلی ہوئی ہیں اور سخت برکشتہ کی طرح برکشتہ نصف مڑگان رھیمان بائیں اس امر پر تکی ٹھہری ہیں کہ آج ہم ان آنکھوں میں خواب نوشین کا ذمہ ناک آنے دینگے۔ اس تنہائی کے عالم میں کبھی اپنے افریقہ سے آنے اور دیدار جانان سے محروم رہ جانے کا تے سرفروں پیدا ہو جاتا ہے کبھی ہنولہ کی تاحق تاحق کی رسوائی و بدنامی کا خیال آ جاتا ہے اور یہ غصے سے کسی کی زینہ پر خم کی طرح چٹاپ لھا کر لپیٹا اور دین ٹی ان کو سخت و سست کنا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی مجبور دلدارم کے رنج و صدمے اور اُسکے پیام کے دل ہلا دینے والے جملے جو ابھی بالٹک نے بیان کیے تھے یاد آ کر کچھ ایسا چہن کر دیتے ہیں کہ یہ نون ہاتھ سے اپنا دل پکڑ کر رہ جاتا ہے۔ اب میکسن بھی جہاں بیان بیٹے بیٹے سو گیا، اور یہ بیٹھا ہوا اپنے حزن دل سے اس طرح باتیں کر رہا ہے جو جان! یہ تو بڑا غضب ہوا۔ میں کیا سمجھا تھا اور ہائے نکلا کیا!۔

پیاری شانہزادی پر یہ ہمت لگا کی گئی۔ اب حال کھلا۔ میں کہتا تھا کہ اُن سے ایسا کیا نہ کر ہو سکتا ہو مگر کھنے والوں کو خدا مجھے سمجھوتہ نہ کرے۔ ایسا دھوکا دبا کہ مجھ کو یقین ہی آ گیا۔ ضرور وہ بے خطا ہیں۔ اب میں ذرا شک نہیں۔ ہائے اگر میں ایسا جانتا تو اب تک یہاں کیوں بیٹھا رہتا۔ آہ اُسکے دل پر ایسے سخت صدمے گذر گئے کہ اب سے دور وہ اپنی جان نیے پر بھی تیار ہو گئی اور ہائے افسوس کسی بے بجا یا بھی نہیں کوئی اُسکی دلہی اور تسلی کے لئے بھی مہر نہ بچا۔ وہ اسنے دل میں کیا کتسی ہو گئی۔ اس میکسن کی صدمہ تو اور بھی اُسکا دل دکھا رہا ہو گا۔ ہ میری بدگمانی بے جگہ ہو جانے، یا اخیر اب معلوم ہو گیا ہو اب مجھ کو پیاری شانہزادی کے چھٹانے لے لیے جانا چاہیے۔ ضرور ذرا دن گا۔ ابھی رات میں یہاں سے نکلتا مشکل ہو صبح ہوئی اور چلا۔ لاکھ کوئی سمجھائے منع کرے مگر میں اب کی بھی نہیں منوں گا۔ اب مہر بھی یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن معلوم نہیں پیاری شانہزادی کا اب کیا حال ہو گا۔ بالٹک کی بیان اور اُن کے پیام نے تو ڈرا دیا ہے بہت اندیشے ہو گئے ہیں مگر خدا کرے وہ میرے نیچے تک ہجرت ہوں۔ خدا کو سزا دینا وہاں جا کر اگر کچھ اور حال سنا تو غضب ہی ہو جائیگا۔ میں کی طرح زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہرگز نہیں ضرور جان دیدون کا خیر و بد پہنچ کر جیسا ہو گا دیکھا جائے گا۔ اب مجھ کو چلنے کی فکر کرنا چاہیے (خود ہی) لیکن فکر ہی کیا کرنا ہے مجھ کو کچھ لینا دینا ہے جس طرح بیٹھا ہوں اس طرح اٹھکے ملین گا۔ آبا جان بھی اتفاق آجکل یہاں نہیں ہیں۔ یہ اور بھی اچھا ہوا۔ جب تک اُنکو نہیں پہنچے ہیں منتر لین ملو کر جانوں گا۔ کسی کو ساتھ لینا بھی اچھا نہیں اور نہ کسی کو خبر کرنا چاہیے۔ تنہا چلا جاؤں میکسن کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ دوست نہیں ہے اسکو دشمن سمجھنا چاہیے۔ اس سمجھت نے مجھ کو بڑے بڑے دھوکے دیتے ہیں حیرت و تپان

شاہنشاہی نے جھکو افریقہ سے طلب کیا تھا اُف بوقت اگر یہ ظالم مجھے کہہ دیتا تو یہ سب خرابیاں کیوں  
بیدار ہوتیں۔ سب سے بُنیا میں ہوئی اپنا نہیں۔ اسلحا مت ایسے جس سپاہی شاپاہوی کا خیال  
تو البتہ ایک ایسا ہاشم اور ماونا خیال ہو جو بوقت آئے جاہلو اور کبھی صومکا نہیں دیتا۔ ان ظالموں  
کو فدا سمجھے انھوں نے تو اس سے بھی دل بردا کرنا چاہا تھا مگر خیر ہوئی۔

جان اپنے دل سے بے باتن کر رہا تھا اور صبح کے اٹھتا رہتا رہ رہا آسمان کی طرف اٹھ کر دیکھ لیتا  
معا اور پھر جھکا تھا کہ ناکان سپہ سالار صبح اس طرح آشکارا ہوا کہ طرح کسی حسین عشق نے جورات  
بھر کہیں باہر ہوا صبح کچھ کی آواز سننے ہی بھجوا کر دیوے سے منہ کھول دیا ہوا اس کے چاند سے  
ملنے کے لیے تھی اُسے عاشق کی یہ بت، سرت کی طرح دراز ہوا پر چھانکئی ہو۔ جان نے صبح کا منہ دیکھتے  
ہی سواری کے لیے ہوا ڈانگا اور جلدی جلدی سفر کے لیے تیار ہونے لگا۔

اب صبح کا تار بھی اونچا ہو کر رات کی ظلمت کو اپنے پنجہ نہا جی کے ہاتھوں سے اس طرح ددرا کر رہا کہ طرح  
کوئی خواب نوشین سے جاگا ہوا رہا جس میں صبح کی وقت اسے نہ دہائی تھی بھلا کر سر کے اُن ٹکٹے ہوئے  
بالوں کو اپنے چہرے پر ہاتھ جورات بھر کی مٹھاپانی سے اٹکے نازک فرج کی طرح پریشان ہو کر بل  
کھانے ہوئے۔ آنکھوں کے سامنے ٹھہر پڑے ہوں۔ سرمان سحرانے نشیمنوں میں بیٹھے بیٹھے نمونہ  
کر رہے ہیں اور رات کی رہی سہی تاریکی چاروں طرف سے سمٹ سمٹ کر جسموں کی اُن ٹنگیوں میں جکڑ  
کرتی جاتی ہو جگہ شام کا لگا ہوا سمر رات تھکتے۔ دے میں چیل رہا۔ بوقت کچھ یہ نہیں ہلکا ہلکا رہ گیا اور  
آفتاب طلوع ہوئے ہی کو تھا کہ جان میکس کو سوتا بھڑک کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور نوکر چاکرون سے  
فقط یہ کہہ کر کہ ہم جواہر کار بھی آتے ہیں اس معاملہ بونا کی طرف چلا گیا تھوڑی دور اور آگے بڑھ کر فقط  
اس خیال سے کہ عام لائے سے قسطنطنیہ جانا شاید میرے تلاش کر موالوں کو مجھ تک پہنچانے اُس راستے کو  
چھوڑ کر مغرب شمال کی طرف مڑا اور حضرت شوق کو رہا نہ کہ نہا مارل مقصود کا راستہ لیا۔

## ساتواں باب

عَرَفْتُ سَرَاتِي بِقَسَمِ النِّعَمِ إِنَّهُ

تدبیر سے قسمت کی بُرائی نہیں جاتی  
بگڑی ہوئی تقدیر بُرائی نہیں جاتی

ہمارے کام میں جی جاتے رہے کہ اس اور گرمی کا زمانہ آگیا ہو۔ ریختین نے گو اپنا وہ پُرانا لباس  
جھکو کر تھرا کر اسے ماکا بیٹا اور نہا کر کی روح افزا ہوا کے لطف اٹھانے کے لیے سڑکی لباس

کی طرح اُٹار ڈالا اور یا بہار کے آئے ہی عشاق کی طرح اُکھو بھی سودا ہو گیا تھا کہ دستِ جنوں سے اُسکی دھجیاں  
اُڑا کر پھینک دی ہیں۔ آزادوں کی طرح نکلے کھڑے ہیں، مگر انکی بیسیہ سامانی دیکھ کر باغبانِ قدرت کو کچھ  
رحم آگیا ہی کہ پھر وہ بخود چلتے نکلے ہیں اور بے برگ و بار درخت نئے سرے سے ہوئے ہیں۔ اس وقت  
مشرقی آفتاب سے صبح کا چلا ہوا تیز و مسافرینے آفتابِ عالم تاب تقریباً آسمان کی آدھی راہ قطع کر گیا  
ہی اور اب کوئی دم میں خطِ نصبتِ الہیہ نہ تھا کہ پھر چاہتا ہی جو موسم کے اعتبار سے دھوپ کی تیسری  
انتہائی درجے پر پہنچ گئی ہو اور آفتاب کی کرنیں آسمان سے گرنی کے مارے بھاگ بھاگ کر زمین کے  
طباقوں میں چھپ رہی ہیں کہ تہا ز آفتاب سے کسی طرح اس وقت بچ جاتے، مگر زمین کچھ ایسی تپ  
رہی ہو کہ گرم گرم جلتے ہوئے بخارات اُسی طرح سے اُٹھ رہے ہیں جس طرح کوئی حرمانِ نصیب عاشق  
تپِ فرقت میں پڑا ٹھنک رہا ہو اور اُس بچہ میں اُس کے منہ سے دھواں دھار آہوں کے شعلے  
نکل رہے ہوں۔ گرنے والی کرنیں پناہ ڈھونڈتی ہوئی وہاں سے بھی اُٹھ کر بلند مقاموں پر  
ایک بیٹابی کے ساتھ گر پڑتی ہیں مگر جب وہاں بھی آفتاب کی تپش سے امن نہیں ملتا تو ماہی  
بے آب کی طرح ترپ ترپ کر اُن گھنے درختوں میں جا کر چھپ رہی ہیں جگہ پتوں کی آڑ میں مغلان  
ہوئی اپنی جان بچائے بیٹھے تھے۔ ایڈریاٹک کے مغربی کنارے پر اُس وسیع میدان کی ریگ دھوپ  
میں دور سے پانی کی طرح بہتی معلوم ہوتی ہو جو خلیج و نیسیا کے قریب واقع تھا اور جہاں پر پانچویں صدی  
میں شہرِ نیسیا آباد ہوا۔ آفتاب کی کرنیں کسی کے دامنِ نازک طرح ریگ پر لوٹ رہی ہیں اور ذرے  
عشاقِ نیجان کی طرح پہلو بدل بدل کر گر ترپ رہے ہیں۔ اس سے کچھ تھوڑے فاصلے پر مغرب  
کی طرف کچھ ہٹے ہوئے ریگ کا ایک بہت بلند ٹیلہ ہو جسکے بنانے کے لیے ہوانے اپنے پیرزوں  
جھوکوں کے ساتھ ریگِ روان کو دریا سے لالا کر بیانِ جمع کر دیا ہو جس سے اس میدان کی  
مغربی حد بھی قائم ہو گئی ہو۔ مغرب کچھ شمال کی طرف ایک مختصر جھلک نظر آتا ہو جس کا دلفریب  
سین اس طرف گزرنے والوں کو خواہ مخواہ اس لیے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہو کہ وہ تھوڑی دیر بیان  
سائے میں بیٹھ کر سستالیں۔ سارا جھلک تختہ ارم بنا ہوا ہو۔ ہر درختِ حُلہ بہشتی کی طرح سرسبز  
لباس پہنے ہوئے ہو اور انکی جھومتی ہوئی شاخوں سے نرم نرم سرخی اُبل کوبل طرہ دستار بنی ہوئی ہو  
گو پھول اس وقت تہا ز آفتاب کی وجہ سے مڑھ جائے ہوئے ہیں مگر تاہم طرح طرح کی خوشبوئیں آ آ کر

خو قسطِ طلسم نے اُٹلی کوۃ صوبوں میں تقسیم کیا تھا اُٹھین صوبوں میں ایک دیسیا بھی ہو۔ یہ جزیرہ شمال  
مغرب کی طرف بحرِ ایڈریاٹک کے واقع ہو۔ پانچویں صدی میں یہ مشہور رہا مگر اب اسکو وینس کہتے ہیں۔

شام جان کو تروتازہ کر رہے ہیں اور انھیں آئینہ الی خوشبوؤں کے ساتھ اس جنگل سے کچھ باتیں کرنے کی آواز بھی ہوا میں ملی ہوئی چلی آتی ہے اور وہ رہبر آدمیوں کی آہٹ پیدا ہوتی ہے۔ قریب جا کر دیکھتے مسلوہ آدمیوں کی ایک جماعت نظر آتی ہے جو کسی طرح چھ تنو سے کم نہوں گے۔ سب گھوڑوں پر سوار ہیں اور ان کے حلقے میں ایشیسی بھی معلوم ہوتا ہے جو ایک شخص سے کہہ رہا ہے: ”تم کہتے تھے کہ آج پہر دن پڑھے تاک بانی فیس یہاں آجایگا۔ مگر آج انہیں اب تو دوپہر ہوا چاہتی ہے کہ میں اور کسی طرف تو نہیں چلا گیا۔“

وہی شخص ”نہیں جھٹو کل تو اُن کے لشکر میں یہی خبر مشہور تھی۔ آج کا حال معلوم نہیں یا شاید اب آتے ہوں۔ اگر حکم ہو تو خبر لاؤں؟“

ایشیسی ”ہاں۔ ہاں جلد جاؤ دیکھو تو کہاں ہے؟“

وہ شخص یہ حکم پاتے ہی جنگل سے نکل کر ایک طرف سے گوراؤ ہو گیا اور یہاں ادھر ادھر کی اور باتیں ہونے لگیں۔

ایشیسی کو سب جانتے ہونگے کہ یہ وہی مکار اور فتنہ انگیز شخص ہے جو پہلے ملکہ پلیسٹیا کا سپہ سالار تھا اور جس نے اپنی آخر پر دازیوں سے ملکہ اور بانی فیس کو باہم لڑانا چاہا تھا جب کارہیج میں اس کی مکار ظاہر ہو گئی تو یہ ملکہ کی ناخوشی کے خیال سے خوفناک ہو کر فرانس کی طرف چلا گیا تھا لیکن اس مکر کے ظاہر ہو جانے سے جو سخت اسکو بانی فیس کے مقابلے میں اٹھانا پڑی تھی اسکا صدمہ ایسا تھا کہ اُس کے دل سے جاتا رہتا اسکا افسوس اس کے دلی پر ہمیشہ سانپ کی طرح لوٹا گیا اور رات دن یہی فکر اسکو دماغ گیر رہی کہ کسی طرح بانی فیس سے اسکا عوض لے۔ یہ اسی فکر میں فرانس سے اٹلی پہنچا اور وقت کا انتظار کیا۔ آج اتفاق سے کچھ موقع پا کر وہ یہاں بانی فیس کا انتظار کر رہا ہے۔

بانی فیس ہیو سے آنے کے بعد سپہ سالاری کے اپنے قدیم عہدے پر مقرر ہو گیا ہے اور نیز سلطنت اٹلی کے اکثر انتظامی امور اس کے ہاتھ سے سرانجام پاتے ہیں اسوجہ وہ آج بسبیل دورہ شمالی صوبجات اٹلی کا گشت کر کے ریونان کی طرف سے پھر رہا ہے۔

اب وہ شخص بھی آگیا ہے جو بانی فیس کی خبر لینے گیا تھا اور اس طرح ایشیسی سے باتیں کر رہا ہے: ”جھٹو ہوتا ہے چاہے وہ کونسی ایشیسی نہ آگئے! اچھا آنے دو۔ کتنی دور ہونگے؟“

وہی شخص ”جھٹو وہ کیا۔ یہاں سے تھوڑی دور پر تو ہیں۔ کوئی دم میں آیا ہی چاہتے ہیں۔“

ایشیسی: ”(اپنے ہمارے ہون سے مخاطب ہو کر) مہارو! ہو تیار ہو چاؤ۔ وہ تمہارا شاگرد آہنچا۔“



کچھ لڑا لیکن انہوں نے ہر سوار کو دیکھ کر ایسے عظیم ہوتے ہیں کہ گویا ہماری فوج کے ہوں!۔ دیکھئے ایک  
 تو وہ آدمی، اتنی فوج۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس نے فیروز مارا ایک شخص کو گھوڑے سے گرا دیا۔ اور دیکھئے اس کے بائیں  
 ہاتھ کی ٹانگہ ایک اور شخص بھی مدھم پھرتا رہا، اور اس کے دامن سے ہاتھ کھینچ کر ایک اور سوار کو تلووار کاٹ کر  
 گھوڑے سے گرا کر ہر دو گھوڑے (تھکے گئے) اتار دیے، اور پھر وہ (پیارا و نظروں دیکھ کر) زمین تو بہت آدمی  
 جاری فوج کے معلوم ہوئے، ہم یہ دیکھتے تھے کہ وہ شاہ کی فوج ایک جگہ پر ٹھہر رہے ہیں۔ اور وہ سرخ  
 لڑیا کر کوٹ پہنچے، ان کے ہاتھ میں یہ گھڑا ہی کس بہادری سے لڑ رہا ہے اور اپنی فوج کو جوش دلا  
 رہا ہے۔ ان کے ہاتھ تو اتنا جالا۔ معذرت ہوتے ہیں۔ بیشک یہی ہیں میرے گھوڑے پر سوار ہیں یہی تو ان کی  
 سواری میں اکثر اکرا رہا تھا۔ بس یہ ہذا، کمان۔ اور اس کے قلعے میں جڑب کی جانب کون شخص لڑ رہا  
 ہرگز نہیں اٹھا کر، ہم نہیں کون سنیں ہی صورت بہت تو ابلیشیں ملتی ہے۔ (غور سے دیکھ کر)  
 بیشک یہی ہے۔ بخت تو فرانس کی لڑنے بھاگ گیا تھا یہاں کمان آگیا!۔ مگر اب جگہ یہاں  
 یہاں سے لڑا گیا ہے۔ وہ ان کے ہاتھ میں لیا اور اب جان کو خدا نخواستہ خبر ہو گئی تو پھر یہاں  
 سے نکلنے کے لیے چلا گیا۔ اب تو یہ ہونی ہی چاہیے کہ اب جان کا ایک قومی دشمن  
 اسے مقابلہ ہی کیا ہے مصیبت میں دیکھ کر چلا جاتا ہے تو بیوقوفی۔ ایسا ہی ہے تو لڑائی کا نتیجہ دیکھ لو  
 پھر چلے دیں۔ یہاں فوج تو ہر طرف سے آ رہی ہے کہ کئی جگہ دیکھیں پاسے کا اس وقت کسی کو اس قدر فرصت  
 کمان جولا دھڑا دھڑا آٹھ آٹھ لڑنے لگا۔ اب جان لے یہ تلوار کا ہاتھ کیا اچھا لگا یا لیکن افسوس  
 کچھ اوجھڑ گیا۔ اب ہم کوششیں کو جمی کیا ہو گا۔ ضرور رنجی ہوا۔ دیکھئے وہ اس وقت اپنے زخم کی طرف من  
 دیکھ رہا ہے۔ وہ ذرا گردن جھکے ہوئے۔ اس وقت اگر اب جان ہاتھ لگاتے تو ابلیشیں زندہ نہ ہوتا مگر افسوس  
 دیکھئے اب ہمارے سپاہی بڑی طرح گھر گئے ہیں۔ بخت ابلیشیں کی فوج بھی تو بہت ہے (افسوس لہجے میں)  
 اب دیکھئے ہماری طرف کے دو چار سوار اور کام آئے۔ افسوس غیہم کی فوج اس وقت بڑی شوش پر ہے۔ خوب  
 لڑ رہی ہے۔ اور دیکھ اب جان اس وقت کیسے بڑے پھینے ہیں اگر وہ اپنی جانب ذرا ہٹ جائے تو بہت اچھا تھا  
 وہ ہٹ گئے کیونکہ وہ ہزاروں لڑائیوں دیکھی ہیں۔ کچھ ایسے ویسے ہیں۔ وہ فیروز مارا لیکن ابلیشیں  
 بھی بڑا گرگ باران دید ہے۔ کسی ضرب خالی دی مگر ہماری فوج بہت بڑی ہے لڑ رہی ہے۔ افسوس  
 لڑائی کا رنگ بگڑا جا رہا ہے۔ کیا کیجئے! ایسی حالت میں جگہ اب جان کی ضرورت نہ کرنا چاہیے۔ مگر میں تو  
 دوسرے کام کے لیے جاتا ہوں۔ خدا جانے پیاری ہوسر یا کس حال میں ہوگی مجھ کو اس کی خبر لینا چاہیے  
 دنیا کے یہ چھکڑے تو کبھی کم نہ ہوں گے۔ مگر اب جان کو ایسے اندیشہ ناک اور نازک وقت میں چھوڑ کر چلا جانا

بھی تو ہماریت ہی نامناسب ہے۔ جو تیرے گائیے گا۔ اور بالآخر کوئی نہ کھنے بھی۔ مگر عالم الغیب سے  
 یہ حرکت کہیں چھپ سکتی ہو۔ دنیائین خدا اور رسول کے پیچہ جبکہ مرقہ ہو وہ والدین ہی ہیں۔ بظاہر  
 عدم سے دنیائین آنے سے وہی باعث ہوئے۔ ہم کہیں تجھے مگر انھوں نے پیر کیا۔ برسوں خون جنگ  
 پلایا۔ رات دن گودیوں میں کھلایا ناز و نعم میں پرورش کیا۔ کھلایا پڑھا۔ چاروں راحت کو اپنی اہستہ  
 کو راحت۔ ہماری تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھے۔ ہمارے لیے انھوں نے اپنے کل عیش و آرام چھوڑ دیئے  
 اور ہم وہ سب سلوک طاق نسیان پر رکھ کر اس بلا میں آئے پھوڑیں اور چلے جائیں! ہمارے افسوس  
 کی بات جو۔ اولاد پرمان باپ سے جس حقوق ہوتے ہیں۔ گزریے وقت میں بھی ہم نے انکو نہ بچایا  
 تو پھر ہم کس دن کام آئیے۔ ایسا نہیں کرتے چاہیے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ پیرا بابا جان تجھے چھوڑنے کے نہیں  
 اور جب تک پھر موقع ملے خدا جلے نہ پائے گا۔ کیا حالت ہو جائے۔ زبان دن جھکوا نہیں جانا  
 چھپنے کی کہہ کر باگ دور کھولی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور نین چلے کے وقت میدان جنگ کی طرف سر  
 ایک تھوڑا دیکھ کر کہنے لگا یہ آؤ! اسوقت تو بڑے زور شور سے لڑائی ہو رہی ہو۔ ایشیس کی فوج  
 خوب لڑ رہی ہو کس طرح ظالم صفین و ہم ہم کر رہے ہیں۔ مگر بابا جان نے یہ حکمت عملی خوب کر لی کہ  
 اپنی فوجی قوت کو سب ایک جگہ نہ لایا ہو۔ لیکن ہمارے سپاہیوں کے دل اب باطل ٹوٹ گئے  
 ہیں۔ خدا فیروز کسے لڑائی کا کرے گا۔ اب اچھے نہیں رہا ہوتا۔ اور ریشمیں کو دیکھ کر کسی صفین لڑت  
 رہا ہو۔ ابا ابو وہ بابا جان کی طرف سے چلا ہو۔ تیرے تو دیکھتے ہو پتھ گک وہ ملو اور چلے گی۔ اور پتھ گک ہی سے  
 بھی تو اسکے ساتھ بابا جان پر بلائے پے وہ ان کی طرح ٹوٹ پڑے ہیں۔ بڑا غضب ہو گیا۔ اپنی بہن کو  
 ایسا جے نہیں دیکھا جاتا کہ اور بے اختیار ہو کر میان جنگ کی طرف گھوڑے کی باگ اٹھا دی  
 باقی فیس اسوقت خجہ قضائین بڑی طرح پھنسا ہوا تھی۔ چاروں طرف سے اسپر چلے پڑے تھے اور  
 تلواریں پڑ رہی تھیں۔ گزشتہ کے ہاتھ سے اسکے سینے پر ایک کادی غم بھی پٹھیا ہو خون بہ رہی مگر  
 چہرے پر شگن نہیں آتی جو اور مرنا چاہیے۔ یہ طرح و دشمنانت سے رہا ہو ایشیس ایک صحت حال  
 کے ذریعہ سے اپنی کوشش کا خاتمہ کر سکا تھا اور باقی فیس کی فوج دل ہار کر بھاگنے ہی کو تیار تھی کہ  
 جان گھوڑا دوزخا دور بلند دار سے یہ کتنا پتھ گک بابا جان بھڑکے گا نہیں میں آگیا اور میری فوج  
 بھی آپٹھی۔ اب یہ جاتے کہان ہیں پچھان کی طرف سے اٹھ جانے کی راہ آپ روکے رہے گا اور  
 اس طرف سے میری فوج انہیں سے ایک کو بھی زندہ بچانے دے گی ان جان یہ کہہ کر بلائے  
 ناگمان کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑا اور سب شمشیر ہو کر رہ گئے۔



جہاں کا پرتو چمکے جس غنیمت کا فقرہ تھا کہ دو نوٹس بنا کا اتر لڑیا اور شروع غنیمت کی  
 جس اسکی اور زینتی بانی فیس اور اسکی فوج کے جو صلے بڑھ گئے اور اہل غنیمت کی فوج میں ایک  
 ننگے چمکے جس یہ کہ استقلال کے ساتھ اس کا بچا رہنا بھی ایک ایسی عجیب و غریب چیز ہے کہ  
 جو غنیمت سخت منسلکوں کو آن واحد میں سہل کر دیتی ہے اور جب اس کا سامرا نہیں جتا تو سہا سہا میں  
 بات بھی مشکل ہو کر یہی بگڑ جاتی ہے کہ یہ طرح بنائے تیرہ بنتی - جان کا یہ فتنہ انیشیس کی فوج  
 والے غنیمت ہی بالکل بگڑ گئے اور اس انتشار نے حرکت جنگ کی اڑتی ہوئی حالت کہ اسی نظر میں  
 آئے وہ نئی فوج کا اٹھتا ہوا غبار بنا دیا اور قوت واہمہ نے اس میں سے ہزاروں خیالی سوار پیدا کر دیے جو  
 ان کے آگے ہوتے جو اس کی طرح سامنے گھوڑا دوڑاتے سونے آتے معلوم ہوتے - ان کے جے ہو ورم فورامید  
 اٹھتے بان اور بانی فیس سے بکو تلو اور پر کھ لیا اور تباہی ارواح کی طرح کٹرھا گئے اور شمنو کی جائیں تلو  
 کئے تلو ہمو سے نکالی گئیں - اکثر بچو اٹھ - تاکہ میں گر کر روپ مرے - بہت جلد کے پیاسے تنہا اپنے  
 اور سے کھڑا ہوا تے گئے اور کچھ جان بچا کر انیشیس کے ساتھ ایک طرف کو بھاگ نکلے تھوڑی دور  
 پہنچے - یہاں تک کہ انیشیس کے ٹپنے کی آہ باقی نہیں رہی اور ٹپکے اندر سے پسینے میں نہاتے ہوئے  
 گھوڑے سے پیاسے مارے اپنی اپنی خشک تانوں کو منہ سے باہر نکال دیا تو بالآخر بانی فیس کو پکڑا -  
 بانی فیس اور جان کو تھوڑی دیر سے یہاں بچا ہین گر لڑائی کے انتشار کی وجہ سے ابھی تک انکو  
 ہر امر کا موقع نہیں ملا کہ وہ ایک دوسرے کا حال بھی پوچھیں - اب دشمن کی طرف سے انکو  
 چونکہ اطمینان ہو گیا ہو لہذا آپس میں یہ گفتگو شروع ہوئی تھی -

جہاں - ابا جان یہ معاملہ کیا تھا - اس طرح آپ بیان اگر چس گئے ؟

بانی فیس - کیا بتاؤں - جگہ تو اسکی مطلق خبر نہ تھی - اس ظالم انیشیس کا مجھ کو خیال تک تھا  
 میں دورہ کر کے لوثا تھا کہ بلائے آسانی کی طرح دفعتہ جنگ سے نکل کر گشت و چن شروع کر دیا - مجھ کو تو  
 اپنی زینت کی آج کی طرح امین نہیں رہی تھی مگر شاید ابھی کچھ اور زندگی باقی تھی کہ فرشتہ بھیجی کہ طرح  
 میں وقت پر فدا نہ ہو بھیج دیا لیکن یہ تو بتاؤ تم بیان اس وقت اس طرح گئے ؟

جان - (اپنے دل سے) اب کیا جواب دے - پہلے کچھ اسکا خیال ہی نہیں آیا (بات بنا کر) ابا جان  
 کیا بتاؤں ! - کل صبح میں یونہی ہوا اٹھنے نکلا تھا کہ کیا لگی میرے دل نے مجھ کو اس امر پر مجبور کیا کہ  
 جس طرح ممکن ہو حضور کی قدیم سہی حاصل کروں - گو یہ وقت کے اعتبار سے ایک ایسی تمنا تھی کہ میں نے  
 اس وقت اسکو اپنے دل سے بہت نکالنا چاہا مگر کی طرح دل راضی نہیں ہوا - اور ہوتا کیونکر ہو تو یہ

نہی!۔ مجبور سی حالت میں۔

بانی فیس۔ ”میں اس شخص اللہ نے اس وقت تک میری مدد ہی نہ کیے بھیجے یا ورنہ ہمارے بارگاہی تھانے  
ول میں ایسے دور از دور فیس خاں کا آنا اور یہاں سے اٹھ کر اس کی مسافت کو استقامت نہ رکھنا اور پھر فیس  
پر ہتھیار نہ کیا ہو۔ قرآن چاہیے میری قدر کے۔ یہاں بھاری بیج کمان سے۔ ابھی تک کی نہیں!“  
جان۔ (سکرا کر) ”اب جان فوج کیس! یہ تو میرا ایک فقرہ تھا جو اتفاق سے چل گیا ورنہ میں تو  
بالکل تنہا آیا ہوں۔ بس اس طرح“

بانی فیس۔ (توجہ لے کر) ”سچ! اگر اس میں شک نہیں خدا کی قسم خوب ہی سوچھی واہ“  
جان۔ ”یہ سب حضور کے اقبال کی خوبی تھی ورنہ کہیں باتوں سے فوجیں بھگائی جاتی ہیں  
(بانی فیس کے چہرے کی طرف دیکھ کر) کیون اب جان حردی! آپ کا مزاج کیسا ہی؟ رد کر رہے آپ کے  
چہرے کا رنگ کیسا بدل جاتا ہے“

بانی فیس۔ ”کچھ نہیں۔ ایشیوں نے ایک نیزہ مارا تھا اس کا زخم میرے سینے پر لگا ہوا ہے۔ ۱۰۰ ہکر  
اس کی اذیت جھکوبے میں کر دیتی ہے“

جان۔ (گھبراہٹ کے لیے) ”دیکھو! اسے زخم لگا ہوا ہے۔ اب۔ نہ ہوا فضل نہ کم کرے“  
بانی فیس۔ ”نہیں۔ تم گھبراؤ نہیں۔ میں اچھا ہوں۔ دیکھو! ابھر جسم زخم ہو۔ ہوا اسے سے زخم کو اور  
بھی تکلیف ہوگی۔ اب یہ ناچنا پائے تاکہ وہ نہ پہنچ کر جلد سے اس کی تدبیر کر جائے“  
یہ کہہ کر بانی فیس نے ایک کپڑے سے اپنے زخم کو مضبوط باندھا اور گھوڑے کو اتر دی۔ جان بھی جھکوبے  
اور سب اسی کے ساتھ رہنا کی طرف روانہ ہو گئے۔

## آٹھواں باب

اجاب ڈھونڈتے ہیں پریشان ہیں رفیق  
کیا جانے آج جان کا حشر لگنا لگے

شام کا وقت قریب ہی اور خدا جانے آفتاب کی تلاش۔ یہ تو ہیں اب ہند پریشان۔ سرگردان پھر کرب  
مترقی پہاڑوں سے سرگرم ہوا اس نامتناہی فضائیں کے دوسرے حصے میں ڈھونڈتا چلا جی میں گامزدار  
اگرہ فیثاغورث کی تحقیق کے موافق کہ باقی قوت کا راز راز داتا ہوا اپنے زور و ان میں بھر گردش کھا رہا ہے

اور اسے تہ تیغ کر دیا۔ ہر چیز کا سایہ بھی قدم بڑھانے والے کی طرف چلا جاتا ہو۔ فلسطینہ کی بازار سے جو بڑی  
 بیوی بیٹے ستیم نکلیں کر شاہی عمارت کی طرف گئی۔ اس پر کسی آپ ہی آپ اپنے دل سے یہ باتیں کرتا چلا جاتا  
 ہوتا۔ یاد آجیے۔ خوب دھوکا دیا۔ خدا کی قسم۔ دھوکہ دینے پریشان ہو گیا۔ بیوی سے یہاں تک  
 کی خاک تپانے والی نگریاں کہ کہیں تپہ نہیں۔ خدا جانے۔ ہر جلدیے۔ ایسا جنون بھی کس کام کا۔ لا حول  
 ولاقوۃ۔ اور یہاں۔ نہ کوئی دیکھتے تو کسی مجھے کچھ نہ کہہ ہی نہیں کیا۔ میں اتفاق سے اُسوقت سو گیا اور آپ سوتا  
 چھوڑ کر جلدیے! واہ۔ اور لطف یہ ہے کہ کہیں ٹھکانا نہیں۔ نہ کہیں راستے میں تپہ چلا اور نہ بیان کہیں سڑک  
 ملتا ہے۔ خدا جانے یا رہے پر لگائے تھے یا کیا۔ جو کہیں راستے میں بھی نہیں ملا۔ حالانکہ میرے چلنے میں کسی  
 طرح دوپہر سے زیادہ دو فرق نہیں ہوا ہوگا۔ حیدر بھرتو بیان ہی اسی تلاش و جستجو میں لڑ گیا مگر کچھ حال نہیں  
 معلوم ہوتا کہ کس پوچھوں کہان تلاش کروں۔ عجیب مصیبت میں پھنسا ہوں۔ جس کو چھتا ہوں نہ ٹھہ  
 دیکھ کر رہ جاتا ہو کہ کون کون جان!۔ کہان رہتے ہیں۔ اب کہوں تو کیا کہوں مفت میں احمق بن جاتا رہتا ہوں  
 اور تفت میں بیان انکو کون جانتا ہوگا۔ خبر سے مدد آتے ہیں ہی لائے میں بیابان و دو گوشتیں۔  
 کسی نے اٹھ اٹھا کر دیکھا بھی نہ ہوگا۔ آدمی کہیں جاتا ہو تو پتی عرت اور مرتبے کے موافق کچھ ظاہری  
 ساز و سامان ہی ساتھ لے لیتا ہے۔ یہ نہیں کہ ٹھہ اٹھا لیا اور جلدیے۔ خدا کی قسم اب انکو جنون ہو گیا  
 ہے۔ انکی دکان چاہیے بیان تو انکا کہیں تپہ نہیں چلتا۔ کہیں اور نہیں مل گئے۔ لیکن اور جاتے  
 کہان۔ اُس دن رات کو شاہزادی کے حالات سن کر بیابان ہو گئے تھے انکے بیان سے بھی میں نے  
 کا قصہ پایا یا نہ تھا اور قیاس بھی اسی امر کا مقتضی ہے۔ آئے ہیں ہونگے لیکن کس تنہا نے میں چھپ  
 رہے ہیں کہیں رہتے ہی نہیں۔ بھلا کہان کوئی تلاش کرے۔ کہیں شاہزادی صاحب نے تو نہیں چھپا رکھا  
 لیکن یہ بات تو بغیر شاہزادی صاحب کے لے معلوم بھی نہیں ہو سکتی اور ملنا اُن سے ممکن نہیں۔ صدقہ تہذیب  
 نہ کر چکا۔ بے سود۔ گواہ ایک شخص نے وعدہ کیا ہے اور میں اسکو طبع بھی بہت کچھ دی ہے۔ مگر  
 دیکھے اُس سے کام بھی نکلتا ہے یا نہیں کہتا نہ وہ تھا کہ مہری بیوی خاص شاہزادی صاحب کی تھا  
 کے لیے مقرر ہے۔ سبب نہیں جو اس سے مطلب نکل جائے۔ رعبہ تو اچھا ہے۔ ہوں گے حضرت جان  
 یہاں ضرور عجیب چیز ہیں۔ مگر شاہزادی بیچاری تو قید میں انکو اس قدر دست قدرت کہان ہے کہ وہ کسی  
 چھپا میں۔ خیر اگر ان سے ملاقات ہو گئی تو یہ سب باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ بڑے شکر کی بات ہے کہ  
 شاہزادی صاحب خدا کے فضل سے میں اب تک صحیح سلامت۔ ورنہ بالکل نے تو میرے بھی ہوش اڑا دیے  
 تھے۔ پہلے میں بعض بعض اوقات اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ یہ پھانسی کا قاتل بالکل بے اہل ہوگا۔ بالکل بے ہوشی

بانی سے کہہ دیا ہوگا۔ مگر نہیں یہاں اگر وہیم ہو۔ اتنی وہ سچ کہتا تھا۔ شاہزادی کی رہائی کا کسی کو  
یہ نہیں باقی رہی تھی۔ بین انکے مارا بھائی ٹرٹ نظام۔ توبہ۔

میکسس یہ بائین کیا ہوا آپ بالکاپ اسی عمارت کے قریب پہنچ گیا ہو۔ شاہی عمارت کا مسئلہ مغرب  
جنوب کی طرف۔ دور تک چلا گیا ہو۔ جبکہ چارون طرف سے اعلیٰ کی دیوار گیمے ہوئے ہو اور شاہی رخ  
پر عظیم الشان بھائیٹ لگا ہو۔ بھائیٹ کے مانے کچھ قہوڑے فاصلے سے بارکون کی طرح کچھ مکانات۔ بنے  
بین جنین عموماً شاہی نور چاکر ہا کرتے ہیں۔

میکسس ان مکانات کو آپ دانتے ہاتھ پرچہ دیتا ہے۔۔۔ بنی سمت کو چلا اور جاتے جاتے آخری بارک کے  
مغربی کنارے پر کچھ کھڑا ہو گیا اور تجسس کی نظر سے دیکھ دیکھ کر کیفیت بلند واز سے کہتا کیا بارکوس نہیں ہیں؟  
جیسے جواب یہی شخص نے کہا لیکن صاحب بن رہا نظر کیا آپ ہیں، آئیے تشریف لائیے۔ مزار اچھا ہو۔  
میکسس۔ بن خدا کا شکر توبہ۔

مزار پر کسی کے بعد یہ دونوں بیٹھ گئے اور آپس میں کچھ باتیں ہونے لگیں۔ اس شخص کو پہنے اس سے پہلے  
نہیں دیکھا ہو اور نہ ہم جانتے ہیں کہ یہ کون ہو مگر انکی باہمی گفتگو سے معلوم ہوتا ہو کہ شاید بارکوس ہی  
شخص ہو اور میکسس اسی سے اس وقت ملے بھی آیا ہو۔ یہ بظاہر ادنیٰ درجے کا آدمی معلوم ہوتا ہو اور  
چوہا۔ یہ شاہی عمارت کے قریب اور پھر شاہی بارگون میں رہتا ہو اس خیال سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عجیب  
نہیں ہو جو یہی وہ دولت کے ملازمین میں سے ہو۔

پہلے تو میکسس کچھ دھڑک دھڑک کر بائین کرتا رہا مگر پھر کہا دیکھئے حضرت کچھ آپنے بتائے، ہم کی بھی فکر کی  
وہی شخص جی ہاں۔ میں تو آپ کے سامنے ہی اپنے گھر میں کہہ دیتا تھا کہ ابھی تک کچھ انھوں نے کچھ چارہ نہیں  
دیا شاید موقع نہ ملا ہوگا۔ وہ تو گویا قیدی ہیں۔ چوکی پر سے کاہرت انتظام رہتا ہو۔ کسوقت کوئی کہے!۔  
میکسس۔ ہاں یہ سچ ہو۔ مگر چوکی پر کچھ اُنکے سر پر تورتا ہوگا اور آپ کی پیروی تو ہر وقت اُنکے  
آپس ہی جاتی ہیں۔ انکو تو ہر وقت موقع حاصل تھا جب چاہتین کہہ دیتیں۔

وہی شخص جی ہاں یہ آپ کو فرمانا صحیح تو مگر یہ تو خیال فرمائیے کہ ایسے معتوب سلطانی سے کسی قسم کا ساز  
کہہ سکتا ہو۔ گو اس میں کچھ ساز نہیں ہو مگر جناب اپنی اپنی عزت و آبرو کا تو ہر شخص کو خیال ہوتا ہے۔  
آپس آپ کو جوابیہ نہیں موقع ملے کچھ ہلکی ترکیب کی جائے گی۔

میکسس۔ یہ تفریق خیال کیا کہ بجز نقد علیہ السلام کے دینے کچھ کام نہیں نکل سکتا جلدی سے  
میں دینا اپنی قیب سے لگا لکڑا اس کے سامنے پیش کئے اور کہا وہ اس وقت تو جناب یہ حاضر ہو



ویلے - (اپنے دل میں یہ کہیں وہی شخص تو نہیں ہے جسکی بدولت شاہزادی صاحب مقید ہیں مجھکو اسکی باتوں سے کچھ شک معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ بات تو جھوٹ تھی اور اسکا نام بھی تو کچھ اور تھا۔ وہ تو وہاں قید ہی بیان کس طرح آتا۔ یا شاید انکا کوئی اور آشنا ہو لیکن شاہزادی بیچاری ایسی ہیں نہیں۔ آدمی کا حال کیا چھپا رہتا ہے۔ اور یہ سن رسیدہ تو آدمی جو جوان ہوتا تاہم اسکا خیال ہو سکتا تھا۔ جب نہیں جو یہ سچ کہتا ہو۔ اچھا ہی کہہ۔ وہاں رویہ ملتا تو میرا ہرج کیا ہے۔ (اپنے خاوند سے مخاطب ہو کر) اچھا میں ابھی جانی ہوں۔ اگر موقوفہ نہ ہو ان سے کہہ دوں گی۔

میکسمس - (خوشی کے بھجے میں) "ہاں ہاں ضرور جائے۔ بڑی عنایت ہو گی۔ تیریں آپ سے آنے تک یہیں بیٹھا ہوں۔"

ویلے - "یہ آپ کو اختیار ہے۔ یا اچھا آپ بیٹھے رہیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔ یہ اسکو ویلی قدم برداشتہ شاہی مکان کی طرف چلی۔"

وہ زمانے کی سستانی ہوتی پرستہ بخت ہنوبرہ کی۔ کیسی ایڑے بسی دیکھ کر منہ بھی لہو دریا ہوا اسوقت اپنے اسی قدیم کمرے میں منٹھ چھپا پلنگ پر پڑی ہوئی تھیں۔ اسکو پہلے دیکھا تھا۔ باہر جی کہہ کے کا انتظام انتہائی درجے کا ہو گیا۔ یہاں اندر اسوقت کوئی نہیں رہا۔ وہاں البتہ معلوم ہوتی ہے مگر وہ بھی نگاہبانی کے طور پر ایک کھلے ہوئے دروازے میں کھڑی ہو کر جوتی لطیف چیز کو بیان نہیں آنے دیتی اور باقی دروازے بند ہیں۔ درد دیوار پر حیرت کا نقشہ چھوڑا ہے۔ اور ہر طرف اسی جہان ہوتی ہے۔ ہنوبرہ کی اختات اس کے صدر منہ غم کی طرح انتہائی حد پر پہنچ گئی ہے۔ پتنگ پر گولیں ہو مگر معلوم نہیں ہوتی۔ پڑے پڑے بیچاری کا جب ایک پہلو دیکھنے لگتا ہے تو نہایت ضعف سے آہ زکے دوسرا پہلو بدل لیتی ہے اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر خفا برپا ہو جاتی ہے۔

ویلے بھی اب آگئی ہے اور ہنوبرہ کو منٹھ چھپانے پر زور دیکھ کر نگاہبان عورت سے آہستہ آہستہ پوچھ رہی ہے۔ کیا شاہزادی صاحب آرام فرماتی ہیں نا؟

نگاہبان عورت - "نہیں۔ ابھی ابھی تو انھوں نے ادھر سے ادھر کر ڈٹ لی ہے۔ سوئی کیا ہوں گی۔ بڑی ہوں گی۔ مگر بہن آج تم بہت جلدی چلی آئیں۔ ابھی تو گئی تھیں میان کھر میں انوں گے! کیوں؟"



بتایا تھا حضور وہ افریقہ کا رہنے والا ہے۔ تو یہ سوت نام کسی طرح یاد ہی نہیں آتا دیکھئے  
اور خاموش ہو کر یاد کرنے لگی۔

افریقہ کا نام سنتے ہی ہنور یا پہلے کچھ کہہ لگی مگر اس دوران نے اسکو ایسا مقید نہیں کر رکھا تھا کہ  
آزادی کیساتھ اسکا خیال کسی طرف جانا۔ تبھی ملائی اور بگڑ کر کہنے لگی۔ ہو گا کوئی! میں جان  
افریقہ کا کون شخص ہے۔

دلی۔ ”یو وہ کہتا تھا کہ کئی بار میں شانہ زادی صاحب کے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔ شاہزادہ صاحب  
مجھ کو اچھی طرح جانتی ہیں۔ میرا سبب کبھی مرتبہ خریدا ہے اور بہت کچھ انعام اگر ام بھی دیا ہے۔“ میں نے  
اس وقت تو اسکا نام اچھی طرح یاد کر لیا تھا مگر سوت کچھ خیال سے ادھر گیا۔ مان مان اب یاد آ گیا  
اسکا نام حضور میکسمس ہے۔ تو یہ بول ہی گئی تھی اور پھر سے نام ہی تو ہے بہت سیدھا میکسمس!“

میکسمس کا نام سنتے ہی ہنور یا جرت دلی کو منہ کیلن دیکھنے لگی۔ چہرے پر فوری ایک تغیر پیدا  
ہوا اور تن بدن بادلہ خون چورگون کے زندہ نکلنے میں اسکی طرح مدتوں سے قید تھا زمین پر  
قلب کی انسانی حرکت سر کچھ کچھ حرکت ہوئی بکھیرا دھیل بڑا طرح طرح کے خیالات پیدا ہو کر جرت کے  
ساتھ حسرت اور اُسی کے ساتھ مسرت سے کوئی مشابہ صورت نہا نکلنے دل میں کچھ چپ چاپ کر  
جھانکتی ہوئی دکھائی پڑی۔ ایک امید کے ساتھ جان کا گمان فوراً ہوا اور یہ یک جوش کی حالت  
میں دلی سے بوجھنے لگی میکسمس؟ (طبیعت کو سنبھال کر) کون میکسمس؟ تاجر! میں نہیں  
جانتی (اپنے دل سے) قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ میکسمس انکا مصاحب۔ بیشک وہی ہی  
جہان نے بیجا ہو گا اور جب میں جو وہ خود بھی آئے ہوں مگر کس طرح دریافت کر دوں۔ لیکن وہ  
تو اپنے آپ کو تاجر بتاتا ہو۔ شاید خفاے راز کے خیال سے مصلحتاً ایسا کہہ دیا ہو (دلی سے) میں نے  
تو بہت غور کیا اس نام کا تو کوئی شخص مجھ کو یاد نہیں آتا۔ ہو گا کوئی عدا کا بندہ۔ وضع کیا  
ادر سن کیا ہو گا؟

دلی۔ ”حضور وضع تو تاجر دیکھی معلوم ہوتی ہے اور سن ہی کوئی ساٹھ ستر برس کا ہو گا۔“  
ہنور یا۔ ”ساٹھ ستر برس کا؟ (اپنے دل میں) جان نہیں ہیں۔ اہو ہوں۔ اور ہی کوئی  
میکسمس ہی ہے۔ اسکی عمر البتہ اسقدر ہو گی (دلی سے) اور قد کچھ ما ہے؟“  
دلی۔ ”حضور لا باقہ ہے۔ گول چہرہ اور شاید چہرے پر کچھ جھپکے داغ بھی ہیں۔“  
ہنور یا۔ (اپنے دل میں) بیشک ہی ہے جان نے یہی ہو گا پر اب کیا کر دوں کس طرح حال معلوم



(دلی سے) مان مان بیشک اس کا نام اپنا جیسا پس آتا تھا۔ اب خیال آیا۔ مگر اب وہ وقت کتنا  
میں کوئی چیز خرید سکتی ہوں اور خرید کر کے کوڑ لگی کیا! اب مجھے کسکا کوئی کام نکل سکتا ہے  
جب کچھ اختیار تھا۔ سو وقت جو کسی کے ساتھ کر سکی کر دیا اب تو میں خود ہر شخص کی دست نگر ہوں۔  
وہ دن گئے اب وہ کیوں آیا۔ کچھ کہتا تھا کیا مطلب ہے؟

دلی سے وہ کہتا تھا کہ میرا کوئی کام نہیں ہے شاہراہی صاحب کا حال سنا آگے اگلے احسان یاد  
آگئے چلا آیا۔ فقط خیریت مزاج دریافت کرنا ہے اور کچھ نہیں ہے  
ہنسور یا دے ہوں (اپنے دل میں) میکسمس ہوگا۔ ورنہ اور کسی کو یہی کیا پڑی تھی جو سطر ح اخبار  
کے لئے آتا۔ پیارے جان کا حال کیونکر دریافت کر دن (دلی سے) اور وہ آیا بیان کب ہے  
ٹھہرا کہاں ہے؟

دلی میں حضور سکو بیان قسطنطنیہ میں آئے ہوئے تو کوئی ہمیر بیک عرصہ ہوا ہوگا کاروانسرا  
میں ٹھہرا ہے۔ کہیں رستے گلی سینا سیر کیا میں سے اور اُن سے ملاقات ہوگئی۔ بہرہ و سیر مان آئے ہی  
کئی بار۔ سو وقت بھی میں انکو ملنا پڑھا چھوڑا کی ہوں۔ بیچارے بڑے اچھے آدمی ہیں آپس  
حالات میری زبانی سن سکر و ترک بیٹھے رہا کئے۔

ہنسور یا (ٹھنڈی سانس بھر کر) آہ غیرو گون کو تو اب تک میرا ہقدر خیال باقی ہو مگر نہوس اپنے  
مان بانی کو کچھ رحم نہیں آتا اب دلی تم اسکی خاطر مارات کچھ کہ دنیا میں تمہاری مہنون ہو گئی  
بیچارے کو ہقدر خیال تو رہا۔ میرا ہی حال جو در تم دیکھتی ہو سکو تبا دینا اور دنیا سازی طور  
پر میرا طرف سے بھی یہ پوچھ لیا کہ تمہارے گھر سب خیریت ہو جان کہاں ہیں اور تمہارا مزاج اچھا ہے  
اور اگر کوئی اسکی اور غرض ہو تو کو حیرت اختیار میں آت کوئی بات نہیں ہے لیکن وہ ظاہر کری اگر کچھ  
امکان میں ہوگا اور نا جاں (تھوڈیسس) میری سنیں گے تو جھکو کلمہ خیر کہہ دینے میں بھی کچھ دریغ ہوگا  
دلی۔ بہت اچھا میں ابی جا کر اُن سے کہے آتی ہوں۔

ہنسور یا دے مان جاؤ جاؤ۔ مگر جلد چلی آنا۔ تنہائی میں میرا دل اور ہی گہرا لگا۔  
دلی۔ (تا تہ جوڑ کر) تھوڈی ابی حاضر ہوتی ہے۔

یہاں ہی باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ لگا ہوا عورت بھی آگئی جو تھوڑی دیر میں آدینکا وعدہ کر کے  
ابھی چلی گئی تھی اور دلی اسے مخاطب ہو کر کہنے لگی، "واہ بہن تم تو کہہ جا کر بیٹھ ہی رہی تھیں میں  
انتظار کرتے کرتے پریشان ہو گئی اب میں تھوڑی دیر کیلئے جاتی ہوں خبردار" ہقدر کہہ کر





ادب پنوریا اسی فکر میں بیٹھی ہوئی ہے کہ کب ملی آئے اور کب پیار جان کا حال معلوم ہو ذرا آہٹ معلوم  
 ہوتی تھی ادب یہ گردن اٹھا کر دیکھتی ہے۔ رات کے اندھیر میں بھی کچھ جاتا ہے اور تیار کی برقی قوت کے  
 لئے ایک عمدہ رہنما بھی ہو مگر خدا کا کیا بات ہے کہ ہوریا کی منتظر آنکھوں سے ایک نظر کی محظوظی شکل کا  
 دائرہ لگایا گیا ہے مگر کچھ خبر نہیں آتی! الجھن ہے بیکلی ہر ادب کی حالت میں بیٹھے بیٹھے یہ خوشنماق دل سے  
 کہا جاتا ہے: خدا کرے کہ جان بھی آئے ہوں (خود ہی) لیکن کیا حال! باغضوئی کردہ آؤ بھی  
 ہونگر تو کون میں اپنا منہ دکھائیے قابل نہیں رہی ہوں مگر کسی طرح انکی صورت بھی تو نہیں منکھ  
 سکتی۔ ہار دہ کیا کیا مصیبتیں جیل جیل کے سختیاں اٹھا اٹھا کر یہاں تک پہنچے ہونگر مگر  
 میری یہ حال۔ جنوں! بردار کی طاقت نہیں اور پاس چین ہے۔ کسی حسرت کی بات ہے۔ کیا  
 تدبیر کر دن۔ (بایں) کسی طرح ممکن ہو نہیں سکتا۔ لاکھ ہنور یا انہیں تفکرات میں بیٹھی  
 ہوتی انتظار کی گھڑیاں گس رہی تھی کہ دیلی آئی اور لگا ہبان عورت کی آنکھ پر کسکے کسی تحریر  
 ہنوریا کو دیدی۔

ہنور یا اب سکویت ہو کھاتہ دیکھ رہی ہے اور دریا حال کا وہ بڑا ہوا اشتیاق جو ابھی چھٹے  
 نکلے ہوئی راہ دوڑتا ہوا مارغیس ہو جاتا وہاں وہ فرط شوق کے مار خطوط باصرہ کے  
 ساتھ ساتھ کبار کی طرح آنکھوں سے نکلتا ہے کہ تو خوریا ابھی ابھی انکسین مل لے کر تھی تھی  
 جاتی ہے مگر شوق کسی طرح نہیں مانتا۔ ایسے تلخ کاغذ سے ملی جاتی ہیں اور غصہ کے سوراخ  
 (آنکھوں کی پتلیاں) پسلی جاتی ہیں اور دھڑلے کا دائرہ حیرت پر غصہ پر بار نہ کر رہ گیا ہے۔  
 شوق کو ماری ہی دل چاہتا ہے کہ سیکس کی کوئی روایت قد جلدی دید جاتی گرموش دھوا  
 کے اڈانے والے تعجب خیز فقر و حریت اسکی گریہاں وانی غر کو دمن بکھر کر روک لیتی ہیں  
 بہت غمزدگم دیکھتی ہی مگر انتشار کو جی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آتا ماداد دیکھ کر کہہ رہی جاتی  
 ہے سیکس کی کل تحریر ایک سہری نظر سو دیکھ گئی ہے۔ جان کا بیٹھ چوٹ مار بوتامین  
 جوڑے واقعات سر نظر ہونا۔ بالک کے بیان سے ایک خیالات پلٹنا۔ بالائی کا واقعہ سکر جین  
 ہو جانا اور بغیر کسی سوچ کے کہ جسے صبح ہوتے ہی قسطنطنیہ چل دینا یکسے۔ کسکی تلاش میں لگا اور  
 کہیں نہ سکا تیر نہ ملایا بیٹھ تو تیر ستم ہوئی آنکھوں کی راہ سے دماغ میں رلا اور جا ایک  
 پہنچ گئے ۱۰۲۔ ایسے وقت میں عموماً قاعدہ ہوتا ہے کہ دل کا اضطراب بڑھ جاتا ہے مگر میں  
 معلوم ہنور یا کو دل پر اسوقت کیا گزر گیا ہے کہ اسنے محزون دلو کو چپ اور سکت پا کر

ایک دانت سینے پر رکھ لیا ہر اور دوسرے سے بل کر رہ گئی ہے۔ دل کی ہنسی نے اسکی اعصاب پر کچھ ایسا  
قبضہ کر لیا ہے کہ پیار بقویٰ کی طرح چپ بیٹھی ہے نہ جس پر نہ حرکت آنکسین دل کی بقباض کی طرح  
بند ہیں۔ بار عم سر جھکا ہوا ہے۔ بیٹھے بیٹھے اب کچھ کیفیت بدل چلی ہے۔ سینے میں ہری چوک دیکھ  
بجارات آہستہ آہستہ آہ کو ذریعہ سونکا جا رہا ہے اور یہ باتیں آخر حرمین دے کچھ جاتی ہیں  
وہ روی مقدر! میکسس کا نام سن کر کچھ خوش ہوتی تھی خیال تھا کہ جان آ کر جو نگار گزشتہ معلوم  
تھا کہ سہتر خیالی خوشی کی عوض میں یہ چرخ کچھ فتنہ عجب بے رولا میگا۔ اس مافوقی باتوں  
تو اب میں بہت تنگ آئی ہوں۔ آئے دن کو یہ ظلم کوئی کمان تک سمجھ کوئی حد بھی ہے معلوم  
سینا پیاری جان کہاں نکل گئے۔ میکسس کی کچھ سو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی طرف آ کر  
میں گز رہا ہے تو میکسس کو ملے نہ۔ خدا جانے پیاری کس مصیبت میں پسینے کے کیا فتنہ  
پڑی جو نہیں آئے ورنہ کہیں رکھنے دیتے۔ آہ پیاری جان! تلو میری عشق میں نہ وہ وہ  
تکلیفیں ادھانی میں جو کسی پر نہ پڑی ہونگی مگر پیاری جو ظلم تمہاری سو رہا ہے یہی ہو گئے  
وہ خدا کی خدائی میں کبھی پر نہ ہو کر۔ دیکھو تمہاری یہ خبر سنیں اور بیٹھی ہوئی ہوں۔ کوئی  
تہہ نہیں کر سکتی۔ پیاری تلو یہ کج بخت بالٹکے میرا حال سن کر کہ بیٹھے تھا کہ مصیبت میں دلایا  
بشک تلو میری ساتھ سچی محبت تھی میرا حال سن کر تے ضبط نہو سکا۔ آہ ایسے بقرار ہو گئے کہ تمہارا  
نکل کڑی ہوئے گا یا اب کہاں تم ملو گے۔ میں تو قیدی بنی بیٹھی ہوں ورنہ کسین تفکر تلاش کرتی  
خدا ملو صحیح سلامت ملا۔ خوس تم ہوتو چوڑا کر آئی ہو تو اس وقت میں کہ یہ ایسا گمانی بلا میں  
گرفتار کر کیاں بیسجدی گئی تھی ورنہ اس دل میں تو ہون سو تمہارے لے کی تھی لیکن اگر دانا  
ہوتی ہی تاہم اس بدنامی کو ہر کوئی تلو کو منہ دکھاتی۔ مگر نہیں یہ بڑی شکر کا مقام ہے کہ خدا خدا  
کر کہ تمہاری دے وہ شکو کی نکل کچھ کا دشمنوں کے تلو لیکن دلایا تھا۔ جگو یہ بڑی شکر بہت خوش ہونا  
چاہو تھا۔ اس زیادہ دل خوش کی خدائی کوئی خوشخبری میری حق میں نہیں ہو سکتی تھی جگو یہ  
قدر کرنی چاہو تھی۔ مگر خوس پیار تمہاری مفعولہ لجزی کی وحشت اثر خیر نے جگو سکی کچھ ہی قدر  
نہ کرنے دی۔ اب دل تو تمہاری تلاش میں خیال کی طرح جا بجا مارا مارا ریشاں پر رہا ہے کون جگہ نہ  
تمہاری س محبت کی قدر کر دو اور کس طرح خوش ہو۔ پیاری جان تم ایسی طرح نہیں کرو اگر خدا کو  
دشمنوں کی جان پر کچھ صدمہ بھی ہو جائے تو ہر یاد ہم پر ہی زندہ نہ رہ سکی وہ تو اب اسے نیا سو کہ اس میں لب  
ہوتی مگر فقط ایک تمہارے رنج و غم کا الم تھا جسے دم بہرہ ٹھہرنے والی روح کو ہر گز نہ

رکھا اس حالت میں ہی خاتون ہستہ اگر نہ ملے تو ہنورا یا دنیا میں کس کو کہہ سکی؟ یہ سن کر ہنور نے اس طرح کی بے دردی باتیں کر رہی تھی کہ سنتے سنتے اس کو ہمدردی کے اضطراب سے لڑنے لگا اور آواز نکلتا شروع ہو گیا۔ مگر ہنور اس قدر مار مار داری کا راجہ کہ پیاری ہنور یا ہفت دل کو لکڑی نہ سکی۔ کلیجہ مٹ مٹ کر نہ بڑا ناراضگی گراہ زبان سے نالہ دل سے نکلنے لگتا دیا تا ہم اضطراب اور بے چینی کی حالت جب تک نہ چلی رہے اس کا گٹ گٹ کر رہنا ہی اس کا عذاب بن گیا۔ وہی کچھ کچھ کہہ رہی تھی مگر ہنور نے اس کو مار مارا اور خود اپنے کچھ کہنے لگی وہ حضور یہ کون۔ آپ رتی کیون میں یہ دھتھوں کو کیا رہی مجھے شہید ہو گیا کیا باخبر ہو کر ہنور یا یہ کچھ نہیں۔ ہو گیا تھا میں نے نہ دیکھا ہوا کہ ہنور نے کچھ ہی بات تو چھوٹی تھی جب کوئی خیال آگیا رہنے لگی۔ میری تقدیر میں نور ڈالنا کہ ہنور اس طرح نرودن ایسی دولت اور رسوائی دنیا میں اور ہی کسی کو ہوئی ہوگی؟

وہی یہ بوی توبہ۔ پس آپ کو تو رات دن ایک اسی کا گھسٹاں ہو گیا اور تو کہہ نہیں۔ نہ رسوائی ہے نہ بدنامی۔ خدا کی قسم سب اچانک تو بھڑک اٹھے۔ یہ سن کر کچھ کہا باوجود وقت کسی کا نہ چل سکتا ہوا شاد دبا۔ لیکن ناشاد دبا بڑھتا۔ درایہ وقت اور بیان اس قسم کا کوئی نہ کر رہی تھی۔

ہنور یا۔ (اچے دل میں) اب اس کو کیا چاہیوں اگر واقعی حال ظاہر کرتی ہے۔ انہو مشکل نہیں کہتی ہوں تو مشکل۔ خداوند اٹھنے کس بار اب میں جان ڈال دی ہرگز نا اچھا ہنر چھپا گیا تو میرے شخص کو یہی کیا پڑی ہو کہ وہ چھپا دیا ہے تم کیا جانو جو میری پرکھ رہی وہی دیکھ کر ہٹ کر کچھ میں اٹھنے لگا۔ کیوں نہ ہو کیا ہو؟

ہنور یا۔ خیر کیا یہ تاجر جیسا کہ اس کا ایک نام ہے کہ وہ کچھ کہتا ہے کہ ہنور یا میں اس کو کچھ مدد نہیں دے سکتی۔ اب میرا اختیار اور یہ کہنے کا ہے ہنور یا اس نے اپنی اسی تجویز اور سننے سے کسی کی حالت پر ردی کرنا۔

وہی یہ اچھی تو سمجھیں دیکھا کون سی بات ہے کہ ہنور یا یہ باتیں صاف صاف کہہ دے کہ تم نے کیا کیا ہے ہنور یا میں نے کیا کیا ہے۔

ہنور یا یہ آہ مجھے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ کچھ اس کو کوئی اپنی غلطی کرے وہ وہ ہر طرح اس کو شک جو اس کے لیے ہے۔ انہو عجب بڑا اصل دیکھو کیا

کرتے ہو تو انکا دل کیسا پتہ کا ہوگا۔ مجھے تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ میری عادت تین۔ چار  
کیا کروں کیوں دلی متین کچہ تباؤ۔ تم سے بھی وہ کچھ کہتا تھا؟۔۔۔  
دلی میں وہ ہاں مزدور کہتے تو مجھے بتو کہ میرا ایک تجارتی جہاز سلطان ملائذ کی جالائیوں سے ملتا  
اور اسی طرح اکثر میرے نقصان ہو جاتے ہیں“ وہ شاید اسی کا بندہ و سبت کرنا چاہتے ہیں اور  
اسے سفارش کے خوشنکاح ہیں۔

ہنور یا دہان یہی جگہ ہے لکھا ہے کہ میں کس طرح نانا جان سے کون وہ ذرا لگے نہیں تو ان باتوں سے  
کیا مطلب۔ اچھا پر میں کیا کروں تم اوتار کھدو کہ مری حالت اس قابل ہے کہ میں اسکو کچھ بھی بول  
کر سکوں۔ در نہ میں تمہارا جہاز کی تلاش میں پورے کوشش کرتی۔ لیکن تمہارا جہاز زبان نہیں  
آیا ہے تمہارا شک و جھجکاں ہو وہاں جا کر تلاش کروں فکر میں رہو گی اور بشرط موقع نانا جان  
سفارش بھی کر دوں گی لیکن دلی انکا جہاز اگر انکو ملے گا تو مجھ کو بھی مطلع کر دینا مگر ابھی میں دو ایک ور  
بعد جائیں۔۔۔

دلی میں بہت اچھا حضور گرہ تودہ کاروانسرا کو چلے گئے ہیں۔ رات میں شاہی مکان کا گرد کو  
ٹھہر نہیں سکتا۔ کل صبح کو جو وقت آئینے کے آسپاق کھدو گئی۔ ہنور یا دہان“ کہہ کر گشت  
ہو گی اور اسی خوشی کو عالم میں اپنی بے بسی اور بیکسی پر افسوس کر لگیں وہ سو وقت عجیب حالت میں مبتلا  
تھی۔ جان کی مفقود الحری میکس کے آنے اور پیرس سے مل نہ سکے کا خوسل کی باتوں کے جو  
دیہ کی مزدورت دوات قلم کر بیان تک آئینگی کلی مافوت اور صاف صاف کہنے میں افتخار کا کچھ  
یہ سب وہ باتیں ہیں جو اسکے دل کو اسکا دماغ کی طرح پریشان کر دیتی ہیں۔ ایسی حالت میں  
ہنور یا دہان میکس کی باتوں کو جواب میں دلی میں جو کچھ کہا اسکا لطف کو چاہی کوئی سمجھے نا سمجھے  
لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اسکو جواب کا ایک ایک فقرہ دھکی دھانت اور متانت کا ایک  
اچھا ثبوت تھا۔

میکس کے دو تین روزہ ٹھہرنے سے ہنور یا دہان کی یہ غرض تھی کہ اگر بغرض محال کسی وقت اسکو موقع ملے  
تو میکس سے بالمشافہ باتیں کرے لیکن یہ اسکا ایک ایسی خواہش تھی کہ جبکہ ہونا کسی طرح ممکن نہ تھا  
اس تین دن کے عرصے میں ہر طرح سے چاہا کوئی تبدیلی نہ ہو سکی تھی جو اٹھارہ گئی ہو لیکن میکس سے  
باہم بات چیت کر لینی نوبت نہ آتا تھی نہ آئی اور نہ میکس کو وہاں تک پہنچنے کا کسی طرح موقع  
ملا جو کچھ باتیں ہوئیں وہ اسی طرح پروردہ میں دلی کے ذریعے سے ہوئیں۔

راجہ دن پور گیا جس پر ملک میں شہنشاہ نے حکم دیا کہ اس کو تیر و شیش ہزار روپے  
 سزا دیے کہ اس کو سزا دینے پر پہنچ گئی ہیں جو پھر نے آسمان و زمین کے مابین میں  
 فاس کی طرح برجام کیا تھا۔ سب نے منہ ہی فرائض پور کر فیکو کر بانو کہ مقتدر ہو کر  
 دلی سے گزرتے ہرادی ہنور سے کہنا شروع کیا ہے۔ بوی دہ ماہ آج ہی حضور کو بندگی عرض کرتا  
 ہے درگاہ سے۔ اب میں حضور سے رخصت ہوتا ہوں۔

ہنور یا یہ کیا ہے راجہ فرور جا گیا؟

وہی ہے جی ان دہکتو میں میرا جازہ بان کسین مین ملتا۔ نہایت پریشان ہوں اب  
 میں تلاش کرتا ہوں اٹلی جادون گاتا۔

ہنور یا یہ کیا ہے۔ انا کہادو رھا موش ہو کر اپنے دل سے کہو گئی۔ ہوس! میں نے تو

بہت جالا کہ کس سے ملے کہ باسن کرتی اپنا حال زار کہتی اور جان کی کہ نہایت دھچکتی مگر

آہ مقدس فرور دین چلتا۔ کس میں تھا کہ میکس کی زانی کچھ کہہ کر بلا ہو گئی شاہ

خدا کہی اس۔ کہتا کہ پیار کی جان کس کو ملے۔ بہ میرا پام کر رہا ہے۔ اترتا کر رہا ہے۔ یہ کس طرح ہو گیا

یہ ایک سیانہ کا خیال تھا کہ ہنور راتیر تک ہوس میں بیٹھی رہی اور کئی رات غصہ ہوا

رہے۔ تکرار سے چین چین کون کر رہا۔ وہی ہی ہوتی ہے۔ کئی بے طرح خودکشی دیکر سامنے

سویٹ گئی اور یہی بیان کوئی دوسرا نہ تھا ہنور نے بیٹے بیٹے سے کہی کہ ہاتھ میں چربی

اور دست ہونے کی طرح دست سوئی ہو کر اپنا گویاں چاک کیا اور لکھے ہوئے کچھ

ازیر ہر جا کے سلامت ملا کہ کہہ کر دلی کو ادا دوت اور اسی کے سامنے اپنے گھر

اسو یا قوت کا کہہ کر اس کی سرخو کہہ کر اس کی نازک نازک ہوشو کے ملتی ہوئی تیر

کہہ کر اس کے خون سے دل سے مشابہ ہو اسی کچھ میں ہلکا پٹا اور گرہ لگا کر دلی کے

ایات میں دبا کر کہہ کر اس کو میری طرف سے یہ انعام میں دیدہ بنا اور میں کیا دے

کہہ کر اس کو کہہ کہہ چھارتے کر مجھ کو ہی خبر کر دین۔ لیکن ان دیکھو یہ در

سورہ انامین اسی سے لائے میں دینا! اچانک

یہی (راہہ ہو کر) کیا مجھ کو جو کسی کو خبر ہے ہوئے یہ کہہ کر دلی رخصت ہوئی اور کچھ

یہ کچھ میکس کی ہرادی کا اقام اور پام ہو گیا۔ میکس خوشی کے ساتھ ہو گیا

کہہ کر میں آیا اور گرہ کہہ کر دیر تک اس یا قوت کو دیکھتا رہا اور پھر اس بڑی نظر پر



بس میں یہ بند ہوا تھا۔ گو سوقت اسکا مفہوم اسکے دہن میں کچھ ہی طرح سے میں آیا مگر تاہم کچھ سمجھ کر اسنے اپنے دل سے کہا شاید یہ جان کو تحفہ بھیجے۔ میں کو دیدن کانگو دیکھتے وہ لٹے ہی میں یا خدا بجز اسے نہیں۔ اسکے بعد میکسیکس شاہزادی کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ پیچھے گا "بہت اچھا" یہ کہہ کر میکسیکس کے دوست باروس اور اسکی بی بی دیلی سے ہفتہ روزہ اور با صد اندوہ و حرمان جان کی تلاش میں اٹلی کا راستہ لیا۔

## نوائے باب

اب بینن جا سکتے

ماوراء البحر شجبت میں دعائیں دون گا  
واہ کیا نے ہے سلامت بھی قسمت میری

زمانہ کسی آخرت دوران کی جان اڑا سے پہلے بڑی تیزی سے سارے دنیا کی صاف طے کر کے دلیا گیا ہے۔ درد دیکھنے والے حسرت کی نظر سے اسکی طرف آنکھ لڑکے دیکھتے ہیں مگر وقت بوجھ کی طرف سے سیر کر رہی ہیں۔ دیکھتا جو کل تمامہ آج میں ہے۔ اور جو آج پر رہ کر کل ہو گا۔ ابھی صبح ہوئی ہے مگر توڑی دیو میں دیکھتے گا کہا ہو گا۔ آفتاب نکل رہا ہے اور دنیا کا روبرو بار چلیے گی۔ کیا رہیں بہشتی کر رہیں اور ہدایت بنی ہوئیں۔ سارا عالم میں پہل رہا ہے۔ انڈیا اور فیروز گات کی گستاخوں کی دیکھ کر ڈر کے مارے کسی کسین حشیش کی طرح جھجک کر دل کر رہے ہیں۔ وہ جاکر چپ رہی تھی اسوقت وہ قدرتی روشنی کی جھلک دیکھ کر بالکل سو نہا ہر جسم کی طرف رک رک کر اٹھ بیٹھوں کے ساتھ قدم بڑھاتی آتی ہے۔ سچے دالے انکڑے اٹھائے سے لیکر جاگتے جاتے ہیں اور اپنی رات کی اس خود روشنی پر بجائے کف ہنسوں لڑکے کو لگتے ہیں۔ لٹے جاتے ہیں جسمیں رات برسیدہ و کرانہوں نے اپنی اوقات عزیز کو بلا جاہ و تلف کیا ہے۔ رات کے پہرے کو کچھ بے پروا بال چوڑے بچھی ہوئی صبح کو اس پاس بڑی اس حسرت ہنسوں میں تڑپ رہی ہیں کہ رات ہم کو کون نہیں اپنے راستیوں کی طرح سچے جان نثار نگر بنی ہے۔ شہر بھر پر قربان ہو کر۔ یہ خدایا انسان اور حیوان ہی پر کچھ موقوف نہیں ہے بلکہ اس قسم کے ہنسوں۔ شاید دنیا میں کوئی خالی نہ ہو گا دیکھتے وہ شاخ کلی میں لے ہوئے ہوں ہی ہیں صبر و افسوس میں اپنے دلی انقباض کی طرح منقبض ہو جاتے ہیں کہ اگر رات ہم ہی کسی قسم سے

گلے کا بار بجانے تو اس وقت گلیچین کے عالم ہاتھوں میں کیون اس طرح پڑتے۔ پول چنے جاتے ہیں اور بلیس بیٹے گلیچین کی دست درازیاں دیکھ دیکھ کر درہیں ہیں۔ بچے بھی نیم کمر کا رنگ بدلا دیکھ کر حسرت کف نفوس مل رہے ہیں دیر کی گرمی کا اندیشہ روزہ داروں کی پیاس بنا ہوا ابھی صبح سے انکی روح خشک رہا ہوا درودہ آب حیات بھی آنسوؤں کی طرح انکے مٹھنے سے اچھو ہو ہو کر گر پڑتا ہے جبکو شبنم نے کچھ ترس کہا کہ اپنی فیاضی سے انکی رات بھر کی تندرستی میں عطا کر دیا تھا۔ اسی حسرت و افسوس میں ہمارا دوست جان بھی اپنے ریوناد مکان کے ایک کمرے میں چپ ٹنگین بیٹھا ہے دل کسی کی یاد میں آئیں اشکباری میں مشغول ہیں سر جھکا ہے اور دم سے لہجے کے دل کو بخار پڑی بڑی سانسین لے لیکر منہ سے نکالے جا رہے ہیں۔ گویا انکی اندر دنی کیون اسکے ظاہری اضطراب اور جھنجھکی کی بجائے ثابت ہو رہی ہو مگر سنیں معلوم کیا سبب ہے جو اسکے معوم اور زرد چہرے پر ہوجا رہی ہے کچھ معمول سے زیادہ ایسی سُرخ دکانی پڑتی ہے جسکو عساق کے چہرے کوئی مناسبت نہیں ہو اور جو اس سے پہلے کبھی تھنے اسکے چہرے پر بھی نہیں دیکھی۔ اس غیر معتدل سُرخ کی جھلکیاں فقط اسکے چہرے ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ خون کی طرح سارے جسم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ راستہ پاؤں میں کچھ سیاہ سیاہ دھبے چوٹ کھائے ہوئے دو آنکھیں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور چہرہ پر کچھ تھج بھی۔ اس وقت اسکے پاس نہ کوئی مونس ہے نہ کوئی رفیق۔ یہ ہر ادراستہ دل۔

دل ہے اور یہ باتیں آہ یاری ہو رہا۔ تو کس حال میں ہو گی! سترے دل پر کیا گزریا ہوگا اس میں تو سترے چٹانے ٹیلے چہب کر بیان سے جل دیا تھا مگر کجغت تقدیر جو ایسے راستے پر لگئی کہ وہاں سے آگے ایک قدم بھی بڑھانا محال ہو گیا ایک لے۔ احتیاد ہی کی حالت میں آبا جان کے سانسے جھکو چلا جانا پڑا اور ہر مجبوری کشان کشان بیان لے آئی۔ ہائے لڑائی کجغت کے تماشا دیکھنے کیلئے کیون ٹھہر گیا تھا! بڑی غلطی ہوئی۔ افسوس! قصہ تھا کہ ریونا پو پو کڑا موقع ملا اور میں نے قسطنطنیہ کا راستہ لیا مگر بیان پو پو کڑا آبا جان کی حالت میری تقدیر کی طرح ایسی بگڑ گئی کہ اب تک جھکو جانا موقع نہ ملا اور ٹھہر کر مشکل کی یہ بات ہو کہ اب آبا جان کی ایسی نازک حالت ہو رہی ہے کہ کچھ بنائے سینن بتا اگر ایسی حالت میں انکو چھوڑ کر چلا جاتا ہوں تو انکو اس آخری وقت میں اور بھی صدمہ ہوگا اور پھر یہ بدنامی کا دھبہ میرے دامن سے نچنا۔ یہ اور نہ جائیگا۔ کس مشکل میں جان پڑ گئی ہو مغا ذالہ۔ اور میں معلوم بچا رہے تھے س پر کیا گزری۔ مٹتے ہیں جس دن میں گیا تھا اسی دن وہ بھی میری تلاش میں

نکلا ہے خدا جانے میرے لئے بیچارا کمان کمان سرگردان و پریشان پہرہ ہو گا اور میں بیان  
ہاتھ پر ہاتھ رکھ بیٹھا ہوں - ”

جان اپنے دل سے بھی باتیں کر رہا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا ”حضور چلے آکر سرکار یا دو قرآن پڑھیں“  
جان (جہجھلا کر) ”یا دو قرآن پڑھیں۔ بس جان عذاب میں ڈال دی جو دس بیٹے ہیں  
دیتے جو کوئی اپنے کسی فردری امر میں غور کرے۔ کیا کر نیکی کیا۔ خیر تو کس لئے بلائے ہیں تم  
وہی شخص ”حضور سوقت“ انکی حالت اچھی نہیں تھی۔ بڑی ٹیکلف ہر خباب ملکہ صاحبہ فریق لائی تھیں  
جان (بے اعتنائی سے) ”آیا کریں۔ پہر میں کیا کروں دیکھ سو چکا کیسے ہیں آبا جان!“  
وہی شخص ”سوقت حضور کر رہے تھے ہتھ ہیں“

جان جن خیالات میں سوقت ڈوبا ہوا تھا گوان علیحدہ ہو نیکو ہکا دل نہیں چاہتا تھا مگر تاہم  
وہ اپنے دل پر غور کر کے اس کمرے کی طرف چلا جیسے ہکا مجروح بابہ لاکر تاہا سوقت  
ملکہ بیسیڈ یا ایک زرنگا رکوسی پر بانی فیس کے پانگ کے پاس مٹھی ہوئی تھی اور بانی فیس  
بستر رنجوری پر پڑا اس زخم کے صفحہ اور ٹیکلف سے ایک سے جیسی کے ساتھ کرا رہا ہو سوختی  
کی لڑائی میں اس کے نیسے پر اسکے دشمن ایشیس کے نئے سے سوچا ہے۔ اس زخم کے اچھے ہو نیکو  
گو یا صفحہ ہا جڑا ہی تدبیر میں کی گئیں مگر سب بے سود ہوئیں۔ درم نے بڑھتے بڑھتے سینے کی  
اب اس قدر فی ابتساط اور انقباض میں کمی پیدا کرنا شروع کی ہو جو بھیچر سے کی حرکت کے  
ساتھ سمیں ہی ہونا چاہیے۔ اس اچھی طرح نہیں لیجا ہے اور دم اونچا دلچ کر رہے ہیں  
مگر جاتا ہے۔ اس زخم کا صفحہ چونکہ اس پٹے پر ہی ہو چکا ہے جو بدشت کے فقرائے نکل کر باوجود  
اور چھٹی پسلی کے بائیں میں آیا ہے سو وہ پٹے ہی درم سے متاثر ہو کر اپنے بدن کی طرف  
کچھ گیا ہے اور اب نیچے کے اعضا میں حس۔ حرکت اور ادراک کا فعل ایک سے دوسرے  
میں نہیں پہنچنے پاتا جو اس کے ذریعہ سے بات کہنے میں سارے جسم میں پہنچ جاتا تھا۔  
بانی فیس جب بڑا ہے طولا ایک طرف نیچے کا صفحہ لگایا ہے اور وہ کل اس طرف کے اعضا  
بیکار ہو گئے ہیں جنہیں اس ماؤں پٹے کی شافین حال کی طرح پسلی ہوئی ہیں۔ پیٹ  
یہ لایا ہوا ہے اور سمیٹتی ٹک نروس (ہڈر وٹھون) کی وجہ سے پانی کا وہ صفحہ بھی مثلاً (پیشاب  
کی پتلی) سے باہر نکل نہیں سکتا جبکہ کچھ صفحہ جو سے پہلے ہی گردن کی طرف چلا گیا تھا اور  
باقی خون میں ملا ہوا سارے جسم میں پھرتا ہوا ایک بیکار اور فغول چیز ہو کر جیت تھری



بانی فیس ۲۲ حضور بات کیا فرمائی کہ لی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں اب میں موت کا ہاتھ کسی طرح  
 نہیں بچ سکتا۔ اس حملے پر جو بھگوانی فیس پرائی آدھ زچوش مفت چورک گئی اور یہ جین ہوا  
 رشتہ لگا تھیلے کی باتیں سنکر اور یہ حالت دیکھ کر لوگ ادھر ادھر بڑھ گئے تھے۔ مگر جان اپنے  
 باب کی یہ مضطربانی حالت بیٹھا دیکھ کر قہار اسکی پروردگار کو چھپ ایک سو کے عالم میں  
 سن رہا تھا۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ جان کو ہوت کس بات کا غم تھا اب قسط طینہ خانی کا  
 یا باب کی علامت کا یا اسکی عظم موجودی میں اپنے کام میں اور وقتیں بڑھ جائیگا مگر یہ ضرور تھا  
 کہ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے اور ٹھانہ بیٹھ میں نہ مٹانے والے آنسو آنکھوں سے نکل نکلتے  
 اسی کے خیار دہر بہہ رہے تھے۔ بانی فیس نے جان کی حالت دیکھ کر ٹھنڈی سانسس بری اور اسکی طرف  
 توجہ ہو کر کہائے جاں سامنے آؤ بیٹھا اسقدر تم رنج کیوں کرتے ہو۔ دنیا میں کسی کسر پران با  
 کا ساتھ ہینے نہیں رہتا۔ انسان عرصے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اگر  
 دتا رہا یہ دنیا پر بڑھ ہی جا اے ہندوان کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہر جناب ملکہ صاحب کو خدا سدا  
 اکتے، نور عالی تمہارے جان باپ زیادہ محبت زمانے والی ہو جو زمین۔ تمہارے باپ نے اپنی ساری  
 عمر یہی دولت پر جان فدا کی کے ساتھ دیر گری تمہاری عمر میں خدا برکت کے جھکے یقین ہے کہ تم بھی  
 جسے زیادہ اس عظمت کے وفادار نکلو گے۔ اچھا تم اب جاؤ جھکو اپنی خداوندی نعمت سے بھی کچھ اور  
 عرض کرنا باقی ہر (ملکہ سے مخاطب ہو کر) جناب کی حضور کی نظر عنایت اور توجہ سے بانی فیس نے اپنی  
 زندگی عیش اور آرام کی بسر کی۔ کوئی میری ایسی تنہا نہ تھی جو حضور کے اقبال کی پوری نوکس ہو لیکن میں  
 ایک آرزو میرا رہ گئی مگر حق یہ ہے کہ وہ خواہش بھی ایک ایسے امر کی ہے جو میرے حوصلے اور  
 ہمت سے باہر ہے اور یہی ایک ایسی دھرتی کہ جس کے سبب میں اسکو حضور کے سامنے پیش کرنے  
 میں ہمیشہ پیش پیش کرتا رہا اور اب بھی شاہی عظمت جلال جھکو کسی طرح اس امر کی طاقت  
 نہیں دیا کہ میں اس کے عرض کو نیکی جرات کروں۔،،  
 ملکہ ۲۲ ہاں ہاں۔ میں خوشی سے اجازت دیجی ہوں جو تمہاری خواہش میں ہوا اسکو تم خود  
 بیان کرو اگر دینچنا نہ کہ مکان میں ہو گا تو اس کے پورے کو نہیں کوشش کرنا کیجیائی  
 بانی فیس۔ حضور عالی میری تنہا تھی کہ میں اپنی زندگی میں جان کی شادی کر لیتا مگر جان کے  
 انکار اور ان کے خاندان از حوصہ خواہش نے اب تک اسکا مورخ نہ بنایا اور نہ اب جھکو موت  
 اسقدر صاف و سچ نظر آتا ہے کہ میں اپنی اپنی آنکھوں سے وہ مبارک گہرائی دیکھ سکوں جس میں

اسکے سر پر شادی کا سہرا نہ ہو۔ گو میرے مبدی بات کا ہونا اور یہی دشوار معلوم ہوتا ہے مگر حضور کی خاندانی سے شاید یہ مشکل آسان ہو جا۔ ایک آنحضرت سے یہی کاٹھ کاٹھی طرح شاہزاد ذکا ہمسر نہیں اور نہ اسے اسکو کوئی نسبت ہو سکتی ہے مگر میری تمنائیں کہ حضور جان کو یہ عنوان عطا فرما کر اسکا اپنی فرزندگی میں بقول فرمایا کیلئے یہ خوب جانتا ہوں کہ بہت مشکل بات ہے، مگر حضور عالی یہ خیال ہے کہ آپ کے اس قرابہ دار غلام کی یہ آخری تمنا ہے۔

ملکہ (تھوڑے غور کے بعد) بانی فیس یہ تم کیا کہتے ہو! میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اگر تم جان کی نسبت ہنور یا کے ساتھ ہونا چاہتے ہو تو یہ اپنے مقام پر کوئی بے موقع بات تھی۔ جان کی سعادت اور بات کو میں خوب جانتی ہوں وہ کسی ایسے دیسے شخص کا بیٹا نہیں اگر ہنور یا ایک ملکہ کی بیٹی ہے تو جان ہی وزیر نادہ ہے۔ میں خوشی سے اس نسبت کو قبول کر لیتی مگر تم خود جانتے ہو کہ ہنور یا نے کسی نازیبا حرکت کی ہو وہ اب اس قابل نہیں رہی کہ قسطنطنیہ سے پر بلائی جائے اور اسکا عقد کیا جائے اگر تمہاری تقریر کا اسکے علاوہ کچھ اور مطلب ہے تو تم اسکو صاف صاف بیان کرو۔

بانی فیس (دباہتہ جوڑ کر) جی حضور! در کچھ نہیں۔ بس خدا آپ کو سلامت رکھے بھی میری خواہش ہے۔ رہا شاہزادی صاحبہ کا واقعہ اسکو گو حضور مجھے بھی اسی طرح جانتی ہیں لیکن میں نے جہانگیر کی اور تحقیق کیا ہے اس سے تو وہ جھوٹا اور واجب لہجہ معلوم ہوتی ہیں ملکہ (کچھ سر جھکا کر) نہیں۔ کچھ مشکوک تو ضرور پائی گئی تھیں مگر فرح مجھو تمہاری کمی کا خیال رہیگا۔ بانی فیس ملکہ کی زبان سے یہ امید دلایا لا فقرہ شکر خوش ہو گیا اور اس مجموعہ پر فوراً کچھ ہرخی اور رد فی سہی آگئی جسکو مرض بالکل ہمدی کو رنگ میں رنگ دیا۔ گو پلنگے اور طاقتور نہیں کیا مگر اسی طرح پڑی پڑی اپنی ضعیف آواز سے مگر پر جوش تقریر میں ملکہ کی اس عنایت اور دیکھ کا شکر یہ ادا کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ملکہ تو اسکو ہلکی گئی اور بانی فیس زخم کی جانگزا ادیتوں کو اسی ایک عہد کی توقع اور امید پر خوشی کے ساتھ ہانپنے لگا۔ بانی فیس کے علاج میں گو بہت دوا دوش کی گئی مگر کبھی کبھ فائدہ مترتب نہیں ہوا اور کسی کی کچھ چلی مونسے پچھا پچھو اور دردمی جا رہے وہ میں اسکو مجبوری کا وہی پیش آنے والا واقعہ پیش آ رہی جس سے کوئی متفلسفہ نہیں سکتا مجبوری اور حرکت کے ساتھ جان سی عزیز چیر قابض اور اس کے سپرد اور جان کو اپنے سر سے باپ کے سایہ اور ملکہ جانیکا سخت صدمہ لڑھکا نا پڑا۔ بانی فیس

کی وجہ سے جعفر اسکو زور دے رہا تھا وہ سب سے مرے ہی جاتا رہا اس کے حوصلے مستحکم ہو گئے بہت  
پست ہو گئی اور اب اسکو اپنی اور اپنی دل بہانہ شاذی کی محبت کا بیڑا کچھ ایسا ادبجا ہوا نظر  
آیا کہ جسکی دقتوں اور گنتیوں کا سلجھنا پہلے سو بد رجھا مشکل معلوم ہوا۔ لیکن بہرہی اسکو اس  
مدد مانگی میں یہ خوشی ضرور تھی کہ اب میری قسطنطنیہ جاؤ گا کوئی مارج اور مانع نہیں رہا کہ  
ہی ایک ایسی خیالی خوشی تھی کہ جب کا لطف و درچار روز سے زائد نہ اٹھانے پایا اور ملک ملیسیڈیا  
نے بانی فیس کے استحقاق - وفاداریوں اور ملکی وصیت پر خیال کر کے سہل لاری اسی جہت  
پر فرار کر دیا چہرہ سکا مرحوم باپ مقرر تھا۔

گنج پوچھتے تو جان کے حق میں یہ سہل لاری کا عہد ایک نعمت نہ مقرر تھی اور اس کے  
دلی مقاصد پر کامیابی اور آئندہ ترقی کو مدارج پر چڑھنے کا ایک بہت اچھا ذریعہ تھا مگر ہمارا غرض  
دوست ہلانا یا توں کو کب سمجھتا تھا اسکو تو اسی بات کا رد تھا کہ آپاری شاذی کے پاس  
جانے میں کیسی کہی دقتیں اور کیا کیا مواعظ پیش آتے جاتے ہیں گو خبر آئے وہ اسے بھی  
ذرا ایض کو اچھی طرح انجام دیتا تھا مگر ہر دم فکر ہی دامنگیر رہتی تھی کہ کسی طرح مورقہ وین قسطنطنیہ  
ہو بخون - ایک روز بیٹے بیٹے بالنگ سے ہی قسم کی باتیں ہو رہی تھیں کہ کیا رہی سیکھو  
اس کے گلے لپٹ گیا۔ آپس کے گلے ملنے کا اشتیاق کی عرصہ نہ لے دو نو کو بھی گھر گھر رہا مگر غرض  
ہو کر بیٹے۔ کچھ دیر تک تو انوس کے ساتھ مانی فیس کے انتقال کو نہ کہ وہ ہوا ہی اور پھر بیٹے  
شکوہ شکایت کو دفتر محبت ہر الفاظ میں کہو۔ جان نے شرارت کر اپنے تنہا جائیداد غرض ہاں  
کیا اور اپنی دل سے نیکو جوہ تباہی اور پھر پوچھا "کھئے آپ کہاں کہاں پر آئے؟"۔

میکسمس نے کیا تباہی کس کس جگہ کی سیر کی اور کہاں کہاں پر دیاں پر ارضا آپ کو سلا  
رہی۔ آپ کو قسطنطنیہ تک کی خاک جان ڈالی مگر خدا کا آپ یہاں تو ملے۔  
جان (و جب کے لمحے میں) "قسطنطنیہ آج قسطنطنیہ تک بہرہ کی؟" تیس دن الہ۔

میکسمس "جاکر کیا آپ جھٹ جاتے ہیں؟ آپ کو مبارک کی تم میں وہیں چلا آتا ہوں۔"  
جان "یہ فراڈ تو بارہ تیس خوش نصیب نکلی۔ آئیے تو ہر گل لہون (گلے ملنے) میں  
نیچے گایو دیوے آپ کو ہر تیکس ہونی (سنبھل کر) ہاں تو یہ کہیے پیارے شاذی کی سہی  
ملاقات ہوئی تھی اچھی ہیں؟"۔

میکسمس نے جی ہاں۔ میں تو اچھی طرح مگر جناب مجھے ملاقات میں ہونی گوارہ ہے۔

ہزاروں قدسین کین۔ انہوں نے بھی بہت چاہا اور اسی امید پر مین وہاں مینے دو مینے پڑا ہی رہا مگر  
دوڑ سے صورت دیکھنی ہی نصیب نہی ملاقات ہونا تو اور بات ہر مان ہزار خرابی یہ تو ہوا کہ میرا حال نہ

انکا حال مجھ کو معلوم ہوا۔

مالک (بات کاٹ کر) یہ تو مین نے حضور سے پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ انکو پاس کوئی جا نہیں سکتا۔  
مجھ کو تو یہ بھی تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہاں تک آپکی خبر ہی کس طرح پہونچی۔

میکسمس نے جی ہاں آپ سچ کہتے ہیں یہ بھی نہایت مشکل بات تھی لیکن میں نے اسکے لئی ایک  
شخص با توش نامی س ملاقات پیدا کی۔ خدا بلا کر جسکی بی بی دلی کا وہ شاہزادہ تھا کی  
پیش خدمت تین میں تھی اسی کے ذریعہ سے یہ کارروائی ہو گئی۔

مالک : یازمان دلی کو میں خوب جانتا ہوں۔ مگر وہ شخص ہی ذریعہ ڈھونڈنا دینا اور کسی  
طریقہ سے آپہنچنا ہی ممکن نہ تھی۔

جان : (دسکر کر) جی اور کیا آپ کچا ایسے دیے آدمی تھو۔ مالک تم انکو کیا جاؤ نہ پوری حضرت  
(میکسمس سے مخاطب ہو کر) کہئے کچھ ہمارے اضطرار کے حالات آپ انکو کتنا تک پہونچے ؟

میکسمس : جی ہاں، وہ بہت جلد طریقے سے جو جو باتیں وہاں شاہزادی کو کانون پہونچائی  
گئی بہتیں ان سے تفصیل کچا تہ ایک ایک کر کے سیکساں بیان کیا۔ جان، ایک سکر کے عام میں

سربراہ تہ کہ یہ باتیں سن رہا ہے۔ اتنا ہی تقریر میں بعض بعض بگاڑ ہے کہ کبھی لڑکے کو لے جین  
کچھ بوجہ لیا ہوا دیر چپ ہو جاتا ہے سخت غم حضرت اور سو سب نفسانی اغراض کسی بد مزاج

شخص کی طرح بگڑ کر سکھنیم دل کساتے غضب کے معاملے کہہ رہے ہیں۔ یہ سہانہ کی طرف کدہ بکھر  
رہا جاتا ہے اب سب واقعے بیان نہ چکے ہیں اور میکسمس نے اس سبب سے نکال کر وہ شخص اسکو سنا پیش

کیا ہے جو ہنوریا نے اسکو دیکھا ہے جان خوشی خوشی اسکو لیا ہے اور صلہ جاری سہلی لگی ہوئی گرد  
کو لکر باقوت کو ہاتھ میں لے لیا دیکھ لایا غایت شوق میں ہلکے کبھی دل پر رکھتا ہے کبھی چومتا ہے کبھی

انکو سنے لگتا ہے اور ایک ہر حرکت اور ہر جوش بھی میں یہ کتنا جاتا ہے میں نے جی لگایا آہیاری شاہزادہ  
تو نے مجھ کو بدینہ میں بجا ہوا تو اس ذریعہ سے اپنی حالت مجھ پر ظاہر کی۔ آہ پیاری شاہزادہ دی رنج و غم

کہاتے کہاتے کونٹ کے صدمہ سے سے اور لادن رو تو رتی تیری دل اور لکھون کا یہ حال  
اور رنگ ہو گیا اور اس میں اتنا تیری پاس میں پہونچا۔ اس کدڑی کو ٹھیک نصیب تھی

جو اس میں تیری انگوٹھی کا لکھن بد بکرا یا کیسی اچھی خوشبو آتی ہے دوسو لکے کر اس میں تو پیانی



ہنور یا کسپنے کی بہنی بہنی خوشبو معلوم ہوتی ہے انون تیری تسکین کیلئے اپنی پیٹھے سے کپڑے میں اسکو رکھ کر بھیجا ہے میں اسکو کہاں رکھوں۔ اسکی میں بہت قدر کر دنگا یہ میری لگو کا تو یہ ہو کہ ہمیشہ میرے پیٹھے پر رہے گا۔ (دخون کی پیر دیکھا، اُٹھیں! اور اس میں یہ سرخ دھبے کیسے ہیں؟ اس میں تو کچھ لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیا لکھا ہوا ہے؟ پیاری بچا خدا تمکو صحیح سلامت ملا۔ آہ پیاری شاہزادی کس حسرت اور بیتابی سے یہ جملہ لکھا ہے کہ دل بچھین گئے دیتا ہے اور لکھا ہے سرخ روشنائی سے بالکل خون کی طرح معلوم ہوتی ہے (غور سے دیکھا) اس میں یہ تو حقیقت میں خون ہی ہے۔ کیا پیاری ہنور یا لے کیں اپنی خون سے نہیں لکھا! کیوں میکس کچھ تمکو معلوم ہے؟۔“

میکس نے در حضور محو تو کہہ نہیں۔ بس اسی طرح انون نے دلی کو ہاتھ بھیجا تھا۔ اُس نے بھی مجھے جان دے بیشک انون اپنی خون سے لکھا ہے۔ اس محبت چٹکی پڑتی ہے شوق کو مار کھونٹے لکے ہوئے خون بھی کپڑے پر پھیل پھیل کر رہ گئے ہیں آہ! پیاری شاہزادی میرا خون شدہ دل تو ہمارا پاس چود تھا تنہا ادسی سے یہ کام لیا ہوتا اب بھی اگر میں نہ ہو تو شاید دنیا میں مجھے زیادہ سگند ل اور ظالم شخص نہ ہو گا۔ وہی چار روز میں جاتا ہوں ملک سے جہہ مینے کسی شخصیت تو لگا اگر منظر کی لکھا تو خیر نہ میں اسی نوکری کو سات سلام کر کر چلتا ہوں لگا برسر کار ہونا بیشک انسان کی عزت بڑے کا باعث ہوتا ہے لیکن خدا کا واسطہ اگر میری پیاری شاہزادی مجھ کو نہ ملی تو پھر میں اس سپہ سالاری کو کیسے کیا سر پر مار دنگا۔“

ہمارا دوست انون دل سے یہ عزم کر کر دے چار روز ہی فکر میں سلطان پیمان رہا کہ میں شخصیت کیلئے کیا حیلہ کر دوں لیکن قبل اسکو کہ یہ ملک سے شخصیت حاصل کرے اسکو جسم کی وہ زیر تخت دل سرخی ترقی کر گئی جو پہلے خفیف خفیف تھی اور جسکی نسبت پہلے بعض بعض لوگوں کا خیال تھا کہ باپ کی دولت ہاتھ آنے اور سپہ سالاری کی عمدہ ملنے کی خوشی نے اسکو خون میں یہ خوش پیدا کر دیا ہے جان سخت بیمار ہو کر بستر بخودی پر پڑ گیا اور پھر شخص کو ہسکا حال دیکھ کر بیان لینا پڑا کہ اسکو کوئی عارضہ مزہر ہے چنے اسکو خون میں یہ احتراق پیدا کر دیا ہے گو اس پیاری کی حالت میں بھی ہسکا بقرار دل اسکو قلعہ علیحدہ کو جانے پر مجبور کر رہا تھا مگر اپنی طبیعت کا بگڑا ہوا رنگ دیکھ کر بالآخر اسکو حسرت و افسوس میں گھساتا رہے لیکن کر لینا پڑا کہ اب میں پھر توروں و دون کیلئے شاہزادی ہنور کی پاس پہنچنے سے منع ہو رہا ہے جان تکیہ خیال کہ ان گہلا ہٹ کر خیالات میں سے نہ تہا جو عموماً منظر اب کی اوقات میں یاس اور ناامیدی کو ساتھ انسان کے دل میں آجاتا ہے بلکہ یہ سکا ایک ایسا اندیشہ تھا جو

بالکل آئندہ پیش آئینہ واقعات کو مطابق لکھاجان بالکل صاحب اسٹ ہو گیا اور پھر اسکو یہی  
مناسب معلوم ہوا کہ اب سب واقعات کی اطلاع کسی مجتہد ذریعے کی شاہزادی بہنور یا کو کر دی۔

## دسواں باب

اسیر بلا اور نا افسردگی

سب حسرتوں کا یاس نے گھٹکا مٹا دیا  
جس سے خلش تھی دل میں وہ کانٹے نکل گئے

دن آخر ہو گیا چار در دوہو پاپ کی سپیدی ہجران نصیب عشاق کو ادنیٰ پورنگ کی طرح زرد ہو چکی تھی  
ہاں میں ایک نیا غیر سزا جاتا ہوا اور دنیا کی اکثر چیزیں اپنی حد کچھ بڑھ جاتی ہیں۔ افتاب کی قرص بھی  
اپنی مقدار سے بہت بڑا ہو گیا ہے اور ہر چیز کا سایہ بھی اپنی حد دو چند ہو جاتا ہے۔ جنگلوں میں کھڑے  
کرسانہ وحشی درندہ شمشاد وقت دیکھ کر اپنی اپنی اکہاد جھاڑوں سے نکل پھرتے۔ اونچے اونچے درختوں کی  
ٹہنیوں پر چڑیاں بسیر لیتے کیلئے اور ادا ہر سو آ کر جمع ہو رہی ہوں گی۔ کھلے میدانوں میں ہنسا  
کو دوتا ہوا دیکھ کر سامنے کو قدم بڑھ کر پڑھ رہی ہو گی اور آباد مقاموں میں شترکون پران لوگوں  
کو جھپٹے ہوئے جو شام کی ٹہنی ٹہنی ہو آئیں کرمانے کیلئے گھر سے نکلے ہوئے بازو اور دکانوں میں  
بھی بیٹے کی زیادہ ہوش رفتہ ہو گئی اور ان بازار کی عورتوں پر بھی ہوش رفتہ ہوا کا جوہن ہو گا جو  
نہایت جوانوں کی اٹھتی جوان برباد کرنے۔ زرد دار دکانوں پر رہا ہے۔ اور اچھو کو خراب نیکے لئے  
پہن مٹھی کر سڑک کے کنارے اور ہر اوپر بالا خانوں پر بلا ہے دریاں بنی ہوئی مٹی ہیں۔ کہیں شب ہجران  
کی ہوئی والی اذیتوں کے خیال سے حیران نصیب عشاق کی کھلی ترقہ کرتی جاتی ہو گی اور قسمت سے جس  
نحوں نہیں گھر آج ات میں کوئی دعوہ فراموش نہمان ہو نہ والا ہر کے آنے کا انتظار ہے  
عاشق کو ارمان بہرے کے لئے انتہا شوق کی طرح بے غم ٹھہرتا جاتا ہو گا حوٹانان چین  
مر جا ہو ہی چہرہ پر ہی نسبت پھلے کو تڑکھ لگتی آتی جاتی ہے۔ دلکش غنچے بھی کھپول ہو کر اپنے  
جاموں سے باہر نکل پڑتے ہیں اور انکی طرح طرح کی دلا دیہ زخموں میں کثرت کے ساتھ چاروں طرف بھٹکتی  
جاتی ہیں ایسی مٹھانے اور فرحت افزا وقت میں ہمارا گذر جس مقام پر ہوا ہو وہ قسطنطنیہ کا شہر ہے  
چھوڑ دو دم کی خوشنما عاتین نظر آ رہا اور غروب ہونے ہی آفتاب کی سنہری کرنیں سیاہی  
پڑتے ہیں ایک شاہی عمارت میں چار سو قدم طول میں اور سو قدم عرض میں ہے پڑ پڑائیں کے کنارے تیرا حق ہے کہ ۱۲

ہو کر ان ساہنوں والی برنجی تیار پر عجیب کیفیت کر ساتھ بڑے ہی ہین جسکو حکام نے یونان نے ساہنوں  
 بنگا نیو کر بطور طلسم کرنا یا تھا ایک طرف سینٹ صوفیا کا عظیم نشان قبہ دکھائی دیتا جو ہمیں کہی تو  
 تشریف کی صدائیں بڑی زور شور کر ساتھ رات دن کو بجتی رہتی تھیں یہی کل کی تشریف ہوتی تھی مگر اب  
 خدا کی فضل سے کہیں اس دعدہ لا شریک کی عبادت کھجائی ہو حکمانہ کوئی عیدیل ہو کوئی مسیم نہ  
 اسکا باپ ہزار دنہ کوئی اسکا بیٹا - ہجو ڈرم کی چار دیواری بہت عمارتوں کو اپنی احاطہ میں لے چو کہو  
 جن میں قسطنطنیہ کے بادشاہ تھیوڈوسیوس آجکل مہاجرین اور عیال کو اس احتیاط سے قیام دیتا  
 کیا ہے کہ ہنگری کو بادشاہ آتھل کو متواتر حملوں اور لوٹ مار نے قسطنطنیہ کی حالت کو بہت نازک اور  
 محذور بن کر رکھا ہے - یہاں کی عمارتیں بالکل ہلکی ہیں اور مکانات کھردرے منزلے سے منزلے  
 ہیں - محلے سے ملا ہوا جنو کے طیرن جو مکان واقع ہے وہ سب منزلے ہر اور اسکی محافظت کے بندوبست  
 بہ نسبت اور مکان کی کسی قدر زیادہ معلوم ہوتا ہے اسکی بالائے سب دروازہ بند ہیں مگر طرین مشرق  
 کی طرف کا ایک دروازہ کسی کی چشم منظر کی طرح کھلا ہوا ہے لیکن اس میں کسی گھر کے کچھ لکھو  
 امر کی اجازت نہیں دیتے کہ کوئی باہر نکلا اور اندر سے باہر آجائی سکے - مگر وہ کو اندر شام ہو چکی  
 چاروں طرف کچھ کچھ چائی ہوئی تاریکی کافی بلا کی طرح قدم بڑھا کر چلی آتی ہے دروازہ پر حیرت اور  
 بیکسی برس رہی ہے اور شاہزادی ہنور یا کو سہا پر بیٹھی ہوئی رہ رہ کر سر سے آسمان کی طرف دیکھتی  
 ہے اور پورے دلچسپی میں یہ شعر پڑھ رہی ہے

با من خستہ جگر آہ چہ کردی ظالم

چہ کردی ظالم آہ چہ کردی

۷۷ یہ مینار قدیم زمانے کی اب بھی باقی ہے جن سا کچھ پین لڑتے ہوئے لیٹے ایک پتیل کی مینار بناتے ہیں -  
 ان تینوں کی سرور پر کسی زمانے میں ایک سنہری تپائی تھی جو بد شکست زر کسیر بادشاہ کو خوجہ یونانیوں  
 ڈالفا سے مندر پر چڑھائی لیکن جب اسلامی سلطنت نے یہاں کے دین کے ساتھ بائبل کی طرہ سے اثرات اور  
 عادات کو بھی دلا تو ساہنوں کو مرقور ڈر گئے ۱۲ لکھن رومن مہاجر - مصباح الساری

۷۸ مشہور ہے کہ اس کثیر کہ معلم انتموس نے قسطنطنیہ کو کیر کیلئے آٹھ سال کو حصہ میں گزارا یا یا پھر  
 بڑا ایک قبہ بنا جو لازماً مہدی کے پڑا جسکے پر تعمیر کر نین کو بہت مصارف ادا کیا گیا اور کچھ ایک گنبد کے وہ  
 بڑے اور چمکے ہوئے گنبد بنائے لیکن بھی ہی بلندی اور خوبصورتی ہوئی سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کو فتح  
 کی سین با ناز خدا کی توحید اور تقدیس شروع ہوئی اور گنبد صوفیہ سجادہ صوفیہ کے نام سے لگایا ۱۲ مصباح الساری

ہنور یا کی یہ پردہ آواز سن سن کر سگی دیواروں کا دل پر آتا ہوا دروہ ہمدردی اسی شعر  
کا اعادہ کرتی ہیں جو ابی نالہ و شیون بنا ہوا سننے والوں پر بے چینی کا اثر ڈالتا اسکے  
مٹے سخیل رہتا۔ ہنور بارہ رہ کر اسی شعر کو گما کر کہتی ہے اور ٹھنڈی ٹھنڈی سائین بیکر  
اپنے حزن دل سے یہ کہتی ہے: آہ۔ بیکر جان! سنین معلوم تم کہاں ہو۔ تمہاری مفقود  
نے تو مجھ کو کس کا سنین رکھا ہے واسطہ چھوٹنے کا ٹم۔ اپنی رسوائی اور بے عزتی کا بیچ  
مان بھائی کی بے مہری کا جانکاہ صدمہ کیا کم تھا جو اس سنگار فلک نے اس پر یہ اور ستراد  
کر دیا۔ گو مقدر نے مجھ کو پہلے ہی تھے جدا کر دیا تھا مگر بہری دل تو کیسے دینے کیلئے یہ ایک  
طرح کی ٹیٹھی ٹٹائی امید باقی تھی کہ شاید کبھی خدا مہربان ہو۔ میں اس عذاب سے چھوٹوں  
اور میری صورت دیکھنا نصیب ہو جائے مگر آہ! اب نہ دیکھ سکا ہوں نہ کہا جاؤ تو میرے  
چہرے کیلئے ریوتا سے نکلتے تھے تیرے کو کس غلام نے آئے میں دیا۔ خدا جانتا ہے کیا گزری۔  
ہنور یا سنین باتیں پہن کر رہی تھی۔ آنسو اکھنوں سے جاری تھا اور اس بند کمرے  
میں ٹٹائی پہن چکی تھی تاریکی آکھنوں کے بلبلے ڈانٹا تھا۔ نکلا تو اسے دسین جیسا ہو کر تھے کہ  
دیہات سے ہنور یا کی طرح جلی ہوئی ایک تھی۔ یہ سنا کہ میری جوار سکا ہوا زار دیکھ کر غم  
کی تار تار کی آواز پکڑا ستریا۔ آواز سے کہی کہ یہ سنی کا سیدہ ملی ہو  
کہ تھی رو دشمن شعا عین ہنور یا کی چہرہ پر انیاد کو سار دیا۔ پتہ نہ رہا  
آنسو مسلسل نہ ہو تو ادلی ہو کر رو دیا۔ کہ سوئی ہوئی اپو یہ کیا ہوا ایسی جہنم کیو رہی ہیں۔  
تو بہرہ وانا کھفت ہلا جان ہو گیا۔ تھمت میں آنکھوں کا خون کر رکھا اور تو کچھ بھی سنین۔  
ہنور یا۔ (حزین آواز سے) میں ہر من کیا کروں یہ کھفت میرا دل تو کسی طرح ماننا ہی نہیں  
جو وقت کچھ خیال آجاتا ہوا اور تو کچھ ہو سکتا تھیں بس تو ہی دیر بیٹھ کر دیتی ہوں کچھ دلو غبارات نکل  
جاتے ہیں سینہ ذرا ہلکا ہو جاتا ہوا اور بیگرا اختیار میں کیا ہو جو کروں کچھ نہیں بتاؤ۔  
وہ ملی ہے ہوی بلالین کیا عرض کروں میرا حیات ہی میں کیا ہے۔“  
ہنور یا: ”اگر تم میرا اختیار میں کچھ نہیں ہے تو یہ تو تھے ہو سکتا ہے کہ تم مجھ کو کس سے“ یہ جملہ بھی تم  
سین ہوا جا کہ کچھ شور اور غل کی آواز نے کاؤ میں آکر ہنور یا کو خاموش کر دیا اور ہر یہ  
متعجب ہو کر بوجھ لگی: ”دلی بارہ رہ کر آج یہ شور اور غوغا کیسا ہوتا ہے؟ کئی بار میں سن  
چکی ہوں خیر تو ہے؟“

وہی ۲۲ حضور باہر فوج پڑی ہے۔ میں غل ہوتا ہو گا۔ آج صلح ہوتی ہو نا۔ ،،  
ہے تنویر یا ۲۲ ہاں سچ کہتا ہے وہی لوگ ہونگے۔ تو موزکلا پھاڑ پھاڑ کے اتنا چلا لیون ہیں تو بہ  
سر پر کیا ہوا اور تو کچھ نہیں۔ اور صلح ہوئی کسی طرف سے؟ کچھ معلوم ہے؟  
وہی (ہنس کے لیے) کیا تاؤن کسی طرف سے ہو چکا سرکار ہی کی طرف سے ہوئی۔  
ہے تنویر یا ۲۲ بڑی ہنس کی بات ہو نا۔ بڑی ذلت ہوئی دستوری سکوت کے بعد کیا یہ اہل کو نا  
بڑا زبردست بادشاہ ہے۔۔

وہی ۲۲ جی ہاں حضور اس مودی کو خدا عزت کر دی بڑا زبردستی۔ اس کے مقابل آج دنیا میں  
ہے کمان ہمارے بادشاہ سلامت کو ظالم نے دق کر دیا شکست پر شکست دی ہو۔ خدا کے کھنچ  
نے تو غلطیہ کے صدیاں شہر جلا کر خاک سیاہ کر دے آگے نا نا جان سے جب کچھ بنا دنا تو مجبوراً  
اخراج دینا قبول کر کے صلح کر لی۔ آخر یہ کمر تو دور کرتے کیا؟ اس طے کون۔ مواد، دیو۔ آپ نے  
دیکھا نہیں؟

ہے تنویر یا ۲۲ ہاں ہاں آج میں نے اس کو دیکھا تھا (جھجکے) تو بہ کیا بڑی صورت ہے۔ دیکھنے سے ڈر  
معلوم ہوتا ہے اور کالاکسیا ہی جیسا کالاجنگل میں ہوتا ہے۔۔  
وہی ۲۲ ہاں جی آپ سچ فرماتے ہیں۔ بس بالکل آہستہ سے معلوم ہوتا ہے، اور اللہ کے  
کیسی اچھی بات ہے! بالکل باتہ کا بنا معلوم ہوتا ہے۔ خدا کی قسم ایسی ڈراؤنی صورت ہے کہ اگر  
خواب میں بھی کوئی دیکھ لے تو ڈر ہی جائے۔۔

ہے تنویر یا ۲۲ ایسے تھے کہ کاندھ پر چیر پڑیا ہو دور ہی کر دے۔ تو بہ میرے دھن کر لے ہو جاتا ہیں  
ہاں وہ بات تو سچی تھی کیا کہتی تھی (منور کر کے) ہاں میں کہتی تھی، اگر تم مجھ کو کہیں سے شوری  
(دہنی آواز میں) سنگھیا لادیتین تو بہت اچھا تا میں تمہارا بہت مشکوہ ہوتی۔ کیوں ان  
لادوگی۔؟۔۔

وہی ۲۲ تو بہ۔ خدا خدا کیجئے آپ یہ فرماتی کیا میں زہر کا میں آپ کے دشمن وہ جو

بہر رومی بخود کا بیان کرنا اہل وکمل سنگھنی سے ہلکا پٹا دیکھو بعض اخبارات ہاں بلکہ حدود و  
ملک جو کتا ہے میں اور عقد نہ کہ جلا کر خاک میں ملاؤ بہرہ تہوڈ میں نے اس سو تو بڑے ک سالانہ عراق  
دیا قبول کرتا ہوں۔ چہ ہزار تو نہ ہو کہ بطور عبادت باخرچہ چھ لکھ فرما آدا کرتے۔ نہیں رسد ایمان۔

آپکا بوجھ ہیں۔ وہ ماہ کیا اچھی فرمائش کی ہے۔ میں انکی تعمیل ارشاد کیلئے ہر دم ہر جسم حاضر ہوں مگر جو یہ ایسی خطا تو ورنہ کسی طرح میں ہو سکتی۔ خدا کی قسم اگر مرزور چلوں آپ کے چٹانے میں کبھی جان کی بھی بردا کر دوں۔ لیکن ایک میر چاہے کسی ہو کیا سکتا ہے اور یہی تو صد ناما پسبان ہیں مگر آپ ایسی یا دوس منوں خدا کو یاد کیجئے کہ میں سب کچھ طاقت ہے۔

ہستوریا۔ (یا میں کے لیے میں)۔ اودنہ باہری امید میں تو ہمیں لکھ گئی ہیں۔ اب کیا توقع کرنی چاہئے۔ اس بات اور نا امید کی خیال فرستو یہ دیکھو کہ اگر کیا کہ بجا ہی منہ چا کر بنگ بلیٹ رہی منظر اب درجہ میں اور ہر اور ہر وطن بلوائے لگی اور دل اور دماغ کی پریشان کنوئی پریشان خیال جمع ہو کر کچھ نہیں کر سکتا مگر آئے لگی اور یہ لکھ کر پڑے ہوئے نقشے دیکھ کر پڑی دل کو پوچھنے لگی۔ کیوں پرہیز میں کیا کر دیا جان کو خدا سزا کر کے اسنے طے کی تو نظر ہر اس کوئی امید نہیں معلوم ہوئی۔ بالکل ہی بیگانہ جاکر مرہا کھینچنے کوٹ کھینچ رہی نہ تھی۔ میکس بھی لکھی ہوئی کوئی چہ معینے تو ہو گئی ہو کر اگر شکوہ جانے پڑے وہ ضرور خبر کرتا مان ہائی کو کبھی ہم انیکا سین۔ پرہیز کیا کیجئے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ تک مبر کردن۔

کچھ مبر کردن نہ آیا۔ یوں ہی تو بہت دنوں بسر کی۔ اور آخر خبر کی کوئی حد بھی ہے۔ اب تو مجھے نہیں ہو سکتا۔ اب مجھ کو کوئی تدبیر کرنا چاہیو۔ جان دیدنیا تو کوئی مشکل بات میں اپنی اختیار کی کچھ تر ہے جب چاہوں جان پر کھیل جانو مگر یہ تو میری عالم مان ہائی کی میں خوشی کی بات ہے، وہ تو چاہتی ہی ہیں کہ میں کسی طرح مر جاؤں۔ کچھ ایسی فکر ہے کہ میری طرح یہ بھی زندگی سونگ ہوئے تو میری دل ٹھٹھا ہوا اور یہ بھی جانتے کو نا حق کسی پر ظلم کرنا یا تو ہوا ہے۔ مگر آہ کیسی طرح ہو یا میں معلوم ہوتا ہے۔ اہی کی فوجی فوج بت بڑھی ہوئی ہے۔ اسکو گردن و راج میں کوئی ایسی بادشاہت نظر نہیں آتی کہ جو اس سے مقابلہ کرے اور انکو مظالم کی پکڑ سزا دے۔ یا دشمن بچر جان کی بھی احاطہ قدرت سے یہ مرہا ہر ہر اور انکا تو (ٹنڈی سانس لیکر) کہیں پتہ ہی نہیں۔ پر کیا کر دے۔ کیا خداوند کیا میں ہی طرح اس جہ میں ٹھہری ہوئی ہو سکتی اور یہیں کی ساتھ قید بھی سب جات با دنگی۔ غیر جو تیری مرضی۔ مرے لیے مجھ کو خوشی تو ہر دور ہوگی مگر البتہ اس مرہا بڑا حد ہو گا کہ میں اپنی دشمنوں سے اپنا کچھ عوض نہ لے سکی (مٹھری دیر غور کر کے) اتھل کا آج کل ٹرانڈیو سنستی ہوں وہ اٹلی کی طرف اگر رخ کرتا تو شاید یہ زیر سچو لکھ سکتا ایسی کیا پڑی ہے کہ بلا دہر بلا سبب ایک میر چٹانے لکھی ایسے دور دراز اور پر محفوظ ملک پر فوج کش کرے۔ لیکن میں شک میں ہے وہ بڑا زبردست ہے۔ لاکھ کچھ

اترک تو کردن۔

ہنور یا اسی فکر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ شاہی خاندان کی چذوہ کس اور کنواری لڑکیاں اسکے پاس آکر بیٹھ گئیں جو بیٹو و دسیس کھکھ سے اکثر اسکا پاس آیا جا یا کرتی تھیں اور اس تنہائی میں اسکی کتنی دل پہلجائی کی باعث ہوتی تھیں۔ اب ادھر ادھر کی باتیں ہو رہی ہیں اور سہو یا مجبوری سے بیٹھی ہوئی انکی باتوں کا جواب دے رہی ہے۔

## گیارہواں باب

ان گل دیگر گفت

زمین چین گل کہلاتی ہے کیا کیا !  
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے !

صبح ہوئی آفتاب نکلا اور اسکی وہ نورانی کرنیں درختوں کی طرف تیر کے سیٹھا چلی ہیں جو سبکی عالم میں رات بزمین کی ساتھ طبقوں کے نیچے دبی پڑی رہی ہیں اور جہنم جوتے کبار کی ظلمت شبکا دھن چاک کر کے صبح کی قوت زمین سے اٹھتے ہوئے بخارات کی ہلکی ہلکی ساریاں کچھ باندھ کر ڈھیر شرقی فن سے کسی چیلے حسین کی طرح ایک رتبہ گہرا کر نکل پڑی ہیں دریا ڈیوٹ بستر یا کو ملک سے ستوا ہوا مشرق سے جنوب طرف جا کر ہراسو دین کے پڑا ہوا دریا کا آسمانی رنگ کا نیلگون پانی آسمان سے نیوٹا کر فون کو اپنی آغوش میں کچھ ہنس شوق سے دبا لیا ہے کہ پانی پھل پھل کر کوٹھنے والی کرنیں کسی بد مزاج معشوق کی گھونگر دے گا تو کسی طرح بگاڑ کر مٹے پر آتے بل کھاتی ہوئی چلی جاتی ہیں اور پانی دست شوق پسلا کر چھوچھو دوڑتا چلا جاتا ہے۔ کرنوں کا کسی روٹھی ہوئی کھڑی دامن تازہ بچا کر بگاڑا اور پانی کا بے اختیار ذریعہ عالم میں مضطرب ہو کر تللا ماناں دونوں کا جو تو کیا انکی جیسی کا نکلس پانی سوا آٹھ آٹھ کوان بلند عمارتوں پر گر پڑا ہے جو سگر کی دار سلطنت ڈوڈاٹھن کھڑی ہوئی اپنی عظمت اور شان کو دکھا کر اس امر کو زبان حال سے بتا رہی ہے کہ گو ہم حشی اور بالکل جاہل لوگوں کو ماتہ سے بنی میں مگر بہر ہی جس نفاست اور عمدگی سے بنو ہیں زمانہ ہزاروں پہلے دکھا گئے مگر بہر ہوا اس نفاست کے ساتھ نہ بنائے گا۔ خیر اور عمارتیں تو جیسی ہیں ہیں لیکن شاہی ایوان مزور دیکھنے کو قابل ہے۔ یہ چار رچہ کا مکان ہے جو بالکل کاٹھ کا بنایا ہے

بہر یہ ایک بہت نفیس اور خوشنما شہر جو تہ پانچو پیر واقع ہوا اور اب بھی سلطنت ہنگری کا دار السلطنت ہے  
آب دہوایان کی خوشگوار ہے اور زمین میان کی عمدہ ۱۲۵

جنت اور دیوارین لکڑی کی ہیں۔ برآمدے ہیں چار و نظرت خلادے ہوئے بلند اور خوش قطع گول  
ستون لکڑی ہیں اور لکڑی ہی کے دروازے ہیں جنہر نہایت نفاس کے ساتھ نہایت باریک کام  
کئے گئے ہیں شاہی تخت بچھا ہوا ہے اور اکین دولت گرد بیٹھے ہوئے ہیں مگر جسے عنوانی سے  
سنبھلے ہیں وہ ضرور اس امر کو بتا دیتی ہے کہ چاہل اور حشی لوگ شاہی دایہ بجا فاسی مطلق بچھ رہیں۔  
جسے جو دلیں آتا ہر وہ موقع اور موقع تک اور ہنسا ہر درخت پر کہ تل لہنی ڈرائی صورت کو ٹھٹھا  
ہو چکی بنا صورت بالکل اہل کا ملک سے ملتی ہوئی ہے۔ سرحد زیادہ لمبا ہے۔ نئی گرہٹ کا مربع جسم ہے  
اور پورے کی طرح جوٹا سا قد۔ اعضا بد صورت۔ چہرہ بد نما رنگ اہل حش کی طرح بالکل سیاہ اور اسپر چپی  
ناک اس شخص خدا داد کی داد ہے جو جینوں پر حکم ہے اور اس کچی دھڑی پر تو خدا کا نور بھی  
برس رہا ہے جو آگے کچھ دبہ رہی ہوئی ٹھڈی پر طرہ رستا رہی ہوئی نکلی ہے خون کو مائہ اہل دربار پر ایک  
سکوت کا عالم ہے اور جینو کی طرح چمکتی ہوئی انکھیں ہیں اور اگر چار و نظرت دیکھ رہی ہے جو ہر وقت محو  
انکھوں کی طرح غصے سے بھری رہتی ہیں اتنے نے ظاہر میں فقط لوگوں کے ڈرانے کے لئے یہ ہونا کہ  
صورت میں پانی نہ تھا بلکہ اس بوالجب اور ڈرائی صورت کے ساتھ ایسے رعب و دایہ اس عظمت  
و جلال کا بادشاہ تھا جسے فقط نام سننے سے بڑی بڑی بادشاہوں کے پیش خفہ ہوتے۔ دنیا میں  
”قہر خدا“ اس کا لقب مشہور اور جب کہین فوج کسی کا ارادہ کرتا تھا تو بڑی بڑی شاہزادے اپنی اپنی فوجیں  
لے کر اس کے چارہ رکاب ہوتے عرصہ کا زار و سکار نام کرتا تھا اور ڈرائیوں میں اکثر اسکی فوج کی تعداد  
سات لاکھ تک پہنچ جاتی تھی۔ اسکی سلطنت شمالاً جنوباً بحر الکاہل سے لے کر جنوباً اور شرقاً غرباً دریائے  
رائے سے داگنا تک پھیلی ہوئی تھی جہاں دو بڑی بڑی سلطنتیں جرمنی اور سیسیا شامل ہیں۔ آج  
کل جو نڈر ایسے قسطنطنیہ سے محفوظ اور مضبوط ملک کو فتح کر لیا ہے اور شاہ قسطنطنیہ نے عاجز  
اگر ذلت اور خواری کے ساتھ خراج دینا قبول کر لیا ہے اسوجہ اس فتح عظیم کی خوشی اسکی شہر سے  
ظاہر ہو رہی ہے۔ عروج کی تلوار اسوقت اسکے ہاتھ میں ہے اور کبر و نجوت سے ٹھٹھا ہوا اس

عہد اہل سیسیا کو دیوتا کی پرستش فقط ایک ہی کی تلوار کی علامت کرتی تھی اہل ہلکی کو ایک گلابان ایک دیوتا دیکھا  
کہ ایک لکڑی کے جوہر ہی تھی اتفاقاً اپنے ہاؤن کو بھی کیا اور گلابان ہشتیا کی سس کو خون کے ساتھ پھر چھایا کہ  
ایک جگہ ہی بڑی گناس میں ایک پرائی تلوار کا پھل بڑا دیکھا اور سوس کو کو دیکھا اور شاہ اہل کو شہر پیکش کیا اتنے  
ہیں کہ وہ تیغ کو بڑی شکر داری کو کھانا لیا اور یہ سمجھ کر کیرج کی تلوار شہر کی ہوا لائیں اور اپنی خدا کی مدد کو پھر لائیں  
اساتر۔



نہ گنہگار نہ دیکھ رہا ہو جو۔ بجائے قسطنطنیہ کے بادشاہ تیودوسیوس کے پاس نظر سالانہ خراج اور خرچہ جنگ کے لیے آئے ہیں اپنی فوجیں اور تیودوسیوس کی ہزیمت کے برکت شدہ مددگار تہذیب کوڑی جاتی ہیں۔  
 طبرہ ٹرہ سر باتین ماری جاتی ہیں اور سب لوگ بیٹھے ہوئے تفریقین کر رہے ہیں۔ ابھی اس نگر کی اور تفریقوں کا  
 سلسلہ ختم ہی نہیں ہوا تھا کہ انیس خراج کے لادائے ایچون میں ایک شخص اٹھا اور تخت شاہی کو بوسہ کر کے آئیں  
 ۔ ستر کھڑائی انگوٹھی پیش کی جبکہ ساخت اور چمک دیکھ کر آئیں کی آنکھوں میں کچھ غریبی سی آئی  
 اور جیسے بیادہ ہستی زبان سے یہ حاکم کلام دیا وہ یہ انگوٹھی کیسی ہر کہاں لائے؟  
 وہی شخص ”حضور عالی یہ انگوٹھی شاہزادی ہنور یا کی ہر جو دین مٹی ان تہذیب شاہ ملی کی بہن ہیں  
 انہوں نے یہ حضور کو دین“ بھیجی ہے۔“

آہل (حرکت کے لیے) کون شاہزادی ہنور یا۔ یہ ملکہ لیبیڈیا کی بیٹی؟  
 وہی شخص ”جی ہاں حضور یہی ملکہ لیبیڈیا کی بیٹی۔“  
 آہل ”وہ ملکہ کمان ملی تھیں۔ وہ تو اپنے وطن میں ہونگی۔ اٹلی میں؟ تم وہاں کہاں پہنچو؟“  
 وہی شخص ”جی حضور میں اٹلی میں گیا تھا۔ وہ جنگل قسطنطنیہ میں ہیں جلاوطن کو طور پر۔  
 وہ وہاں سے نکال دی گئیں ہیں نا۔“

آہل ”یہ کیوں! کس جرم پر۔ کوئی خطا؟۔“  
 وہی شخص ”حضور یہ تو مجھ کو اچھی طرح معلوم نہیں مگر قسطنطنیہ میں یہ بات مشہور تھی کہ شاہ  
 اٹلی نے انکا حصہ ہم کرنے کیلئے کچھ قیمت لگا کر انکو قسطنطنیہ میں بھیج دیا ہے۔“  
 آہل ”کیا عجیب۔ ملک دمال ایسی ہی چیز ہے اسکی طرح میں جو انسان سے ہو جاوے تو عجیب  
 بہر آخر اس اٹلی خواہش کیا ہو میرے پاس انگوٹھی کیوں بھیجی؟

وہی شخص ”حضور مطلب کیا۔ اٹلی مرتبہ اس قسطنطنیہ کی مہم میں عداوت عالمی کی شہ  
 و مرد اٹلی کو جو تک انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس اٹلی خیال میں ہر کہ شاید حضور ہی کی بد  
 وہ اس جلاوطنی کو سگد عار کسی طرح چھوٹ جائیں ہی انکی آرزو دہراوریہ ادنیوں نے  
 ایک شخص کو ذریعہ میرے پاس کلام ہی بھیجا تھا۔

آہل ”دست؟ مجھ کو تو ایسی ہی فرصت ہے کہ خدا دے ساری دنیا جگہ مل لیتا  
 ہر دن بلا وجہ کسی کو خانگی جگہوں میں کیوں پڑوں۔ مگر ہاں اسکو حسدِ جمال کی تحریف تو بہت  
 شہنی ہے۔ چر ہو کا دیکھا جائیگا۔“

آئیں لاہور آئی کا یہ جواب دیکر اس مجلس کی طرف چلا گیا حسین مسکے سوچا اس میں ملک بزاروں  
ہو یاں حسن و جمال میں ایک سے ایک اچھے اچھے لطف رندگی یا جوانی کے جو صلے لگائے  
کئے رہتی تھیں عورتوں سے زیادہ صحبت اور اخلاط کا رکنا بہتہ جسمی قوتوں سے بہت  
کرنیکے ساتھ ان کی جذبات حوصلے اور بہتو کو بہت ہی نیست کر دیتا ہے اگر ایک  
نہایت ہی تعجب خیز بات تھی کہ آئیں باوجود اس پیش اوچم کو ایک ایسا جگہ اور دیگر شخص تھا  
کہ جسکی مثال دنیا میں بہت تلاش اور مشکل سے ملے گی مجلس میں سے جاتے ہی پیش و فطاط کی  
دھنیانہ صحبت شروع ہو گئی متعفن اور بدو اور تراون کا دور پر دو در چلے لگا اور سب کمر  
سے کچے کباب ڈھانے لگے جبکہ ہضم کرنے لگے خدا جاشا یدائین دھیتوں کا مہر بنا یا تھا اور  
کوئی تو انکو استعمال ہی نہیں کر سکتا تھا۔

جہاں دھنیانہ حرکتوں سے فرصت ملی۔ نشہ چڑھا اور خار بھی اترتا ہوش حواس بجا ہو  
تو پیر کے ذہن میں ملک گیری کو وہ فکار اور خیالات کی قید دیکر آنیلکے جسے اکثر اوقات  
دامغ ظالمین رہتا تھا اور نہ وہ خود آن سے کبھی علیحدہ ہونا چاہتا تھا۔ ان سنیا لاکے ساتھ  
ہنوز یا اگر انکو ٹپی بھیجے اور اسی کو ساتھ سکی بلا وجہ جلا وطنی کا خیال بھی آگیا۔

آئیں گویا بالکل جشی فوجوں کا بادشاہ تھا اور اسکا طرز معاشرت طرز قدن ہی بالکل دھنیانہ تھا  
لیکن باوجود ان سب باتوں کو ایک جملی کی صفت تھا زمین ایسی پیدا کر دی تھی کہ جو بہت  
خوشی مگر تعجب کی نظر سے دیکھی جاتی تھی جکا اندازہ کہ وہی لوگ اچھی طرح کر سکتے ہیں جنہوں نے  
اسکی لائف کو کب قدر غوری نظر سے دیکھا ہے اس خیال کو آتے ہی اسکی طبیعت کہ متاثر ہو  
اور وہ آپ ہی آپ بخود ہی کہنے لگا وہ ٹری ہوس کی بات ہے کہ میر پاس کوئی اپنی حالت  
لاؤ زمین اسکو پورا نکرون! ہنوز مانے بڑی خواہش اور بجا جت کو ساتھ مجھے مدد  
ہے مجھ کو کسی طرح یہ زیبا نہیں کہ میں اسکی دستگیری نکرون۔ مجھے ایک عالی حوصلہ بادشاہ کہنے  
اس کو زیادہ اور کوئی تنگ عمار کی بات نہیں ہو سکتی کہ میں اسکی درخواست کو رد کوں  
مزد راسکی مدد کرنی چاہیے اور بڑی لطف کی زمین یہ بات ہے کہ عجیب نہیں جو اس دربار سے  
مجھ کو اٹلی پر ہی فوج کشی کا ایک چارہ ہے۔ اٹلی بڑا زرخیز ملک ہے اس تیسرے اگر  
یہ سیرت و من شال ہو جا تو کیا اچھی بات ہے۔“

عہ یہ ملک گوارہ کو وہ کو خوش دیکر غیر لکا لکھتے اور اس سے شراب تیار کر دیتے۔ اور پچھ جیس ۱۱

آتش ملک گیری کاگو ہمیشہ سے عاشق تھا اور اس خیال نے اس وقت اچھی طرح اس کو دل میں جگمگایا کہ مین ہی چلے گی اعلیٰ پر فوج کشی کو دن گانگرا تھکل چونکہ اس سے اور در ملک سے لڑائی چڑی ہوئی تھی سو جب اس کو کسی طرح اس امر کا موقع نہیں ملا کہ وہ اعلیٰ کی طرف رخ بھی کرے اب اس میں اعلیٰ پر پورا ایک سال گزر گیا ہے۔ خدا جانے آخر زمانے میں کیا کیا اور زمین و آسمان کیا کیا انقلاب کئے۔ خیر مگر اس سے کچھ بحث نہیں لیکن یہ ضرور ہوا کہ اس مابین ہنورا کے ذکر افکار کے ساتھ ہنور یا کے حسن جمال کو تذکرہ کسی کو تیر نظر کی طرح آتش کی کانون سے گزر کر دل دھگر کو خوش کرتے ہوئے سننے کو اندر راہ لگے ہیں۔ رفتہ رفتہ ہنور یا کے ساتھ عقد کرنے اور سکر حق کا حصہ پانچ لالچ ہی دل میں سما گیا ہے اور خیر سے وہ لڑائیاں اور جھگڑے بھی ختم ہو گئے ہیں جو پہلے اعلیٰ کو تصدکے مارچ اور مانع تھے۔ اب یہ بالکل چہرہ پر تیار ہے اور ہنور یا کو ساتھ شادی کرنے اور اسکے جہنم پانچ پیام لیکر اسے ایسی سفیر کو شاہ دیلن طینی ان کی یاس اٹھا روانہ کیا ہے۔

## بارہ ہوان باب

اے چارہ گر جگر کی تسکین عشق کس طرح ملے  
گو در دزم ہو انہی تو کم ہو کے رہ گیا

رہوتا ہے اور بانی فیس ہر دم کا مکان۔ مکان تو وہی ہے جو پہلے تھا خیر بھی پہلے سے کچھ ٹرا نہیں مگر بے رونق اور اداسی اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ دیکھو دیکھو اس کو اس کے پہچاننے میں تھوڑی دیر تک غور کرنا پڑتا ہے۔ صبح کا وقت عموماً نہایت روح افزا ہوتا ہے۔ وہ نون جہان سودا بے خبری ہو شیاری سے بدل ہو جاتی ہے جو رات میں پیام مٹوئی ہوئی ہر نفس پر ہمسایہ کا اعلیٰ کی ہوتی ہے اس وقت کا لطف خرمین دیکھ کر خود بخود ہر شخص کی انگلیں کھل جاتی ہیں اور انسان کی گئے ہوئی ہوش جو اس پہر آجاتے ہیں۔ ہمارے دن ارحی میں یہ وقت بہت مختصر خیال کیا جاتا ہے انکو زار اور نحیف سمجھوں کو ساتھ اس وقت کی شدت ہی ہوا میں دہی کام کر جاتی ہیں جو سہیل میں کو ساتھ اور بادباری چین کو ساتھ کر جاتی ہے۔ رخصتوں کے تیر در در چہرہ پر ہنس سحر کی سنگ چلتے ہی ایک گونہ رونق سی آ جاتی ہے اور کچھ

مراغ سنبھل ہی جاتا ہے۔ کہیں اس وقت شب و صلیب کو مریہ لوتے ہوئے خوش نصیب عاشق رات کی  
 بیٹری چاڑھی باغیانہ کر کے آ رہا ہے۔ یہ سترہ جزین اور سیا شب بھران  
 کی مصیبتیں کاٹ لی جانے والی عشاق ہی ہیں ایک بات یہ اپنی جزین دل کو میٹھے خوش کر رہی ہیں  
 کہ خیر خدا کو کہ سب فراق کی سختی نہ لیاں کٹ و کٹیں صبح ہوئی۔ سہانا سہانا وقت ہے  
 رات کی شبنم میں نہایا ہوا سبز ابرون ملدا۔ ہر نیم سحری انگلیلیہ کے ساتھ چل رہی ہے  
 پول کھلو جو گریں اور جرات کو بھی نہیں کھلے پائے تھے وہ اب کھل رہی ہیں عدا دل شکن  
 گل بر بیٹھ بیٹھ کر جوش ہر شے چھپا رہا ہے ہر آنکھ آہ ہوا کے دست جانا کوئے طلیحہ افشین  
 خون کا احتراق انتہائی حد پر پہنچا ہوا ہے۔ دوسرے ہمال گنگا چاڑھ جو کبھی ہر سگے  
 چہرے پر دیکھا جاتا تھا اور جو کہ پر مریض عشق نے آ آ کر ہلدی کے زرد رنگ میں رنگ  
 دیا تھا اسکی اس وقت وہی حالت ہو رہی ہے جو مانہ سولی پر پھول کی ہوتی ہے یا غم کی  
 چٹکیوں سے ملے ہوئے دل کی۔ سارے جسم میں اس طرح آجے پڑ گئے ہیں جی طرح تب بھران  
 کی سوزش سے دل عشاق میں چھپا یا منہ میں تنجائے پڑ جاتے ہیں۔ آبلون کے گرد سرخ  
 سرخ ایک تحریر ہے جو قوس قزح کی طرح ہلکی ہوتی ہوئی آگے پھیل کر دوسرے آبلو سے  
 مل گئی ہے۔ جان اس وقت اسی مکان کے ایک سیسے کمرے میں ہے خدام مانہ باندہ ہوا  
 علیحدہ کٹری ہوئی ہیں اور یہ بستر بخوری پر چب پڑا ہوا ہے خدا جانے اس وقت یہ کس خیال  
 میں ڈوبا ہوا ہے کہ اپنی منستر خواستہ کر نیکے سوزا کہیں بھی بند کر لی ہیں اور کوئی بات  
 نہیں کرتا۔ اس کمرے کے پورے ہی نا صلیب پر ایک دوسرا کمرہ ہے جس میں آج اٹلی کو نا چھی  
 انگریز حکما واس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ وہ ہادی دوست کی اس علالت پر باہم غور کرے  
 ایک لکرا آمدنیجہ دیکھ لیں جسے بی طرح طول کیجی ہو ہوگو اگر ناظرین رسالہ کی طبیعتوں  
 اجٹ جائیگا اندیشہ نہ تو تا تو ہم ضرور اس علمی جلسے کا حال اور اس وقت کو لطف فرمائیں  
 کی کچھ کیفیت دکھا کر ناہم محقر اہم سقدربا دی ہیں کہ اس قدیمی زمانہ کا شور مچا ہوا اس ما  
 کہ حکما کا شور مچا تھا جس میں سخن پروری کہتے کہتے آکر دیر پڑ جاتے ہیں چہرے کا  
 رنگ بدل جاتا ہے منہ بکڑتے بکڑتے زبان بھی بکڑ جاتی ہے اور زبان چلنے چلنے  
 آستینیں بھی خیر سے لگتی ہیں۔ مناظرہ سے مکابرہ۔ مکابرہ سے محادلہ ہو جاتا ہے اور پھر  
 اسکا آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سچا رہے مرلین کی خرابی آجاتی ہے بلکہ وہ ایسی بچی

ملاحظہ تہا کہ حسین نہایت خوشی کے ساتھ ہر شخص کا دل اس امر پر راضی ہو جاتا تھا کہ نفسا نیت کا بالکل دخل نہ ہو اور حق ثابت ہو۔

عرصے تک جان کے حالات پر غور کیا گیا۔ مرض کو اسباباً بقہ اور دھلہ سے بحث کی گئی۔ احترام خون کا مسئلہ چٹارہ یا اور بالآخر سبکی پر کار قرار پائی کہ جان کا عدم از دواج اور عدم مباشرت یہی خون کو احترام کا اصلی باعث ہے۔ گوان میں سے بعض بعض اطباء کو جان و پتور یا کی باجی محبت کا علم تھا اور یہ بھی جانتے تھے کہ ہنور یا کا نہ ملنا یہی اسکی عدم ازدواج کا باعث ہو مگر پھر بھی جرأت کی گئی اور نہیں سہرا ایک حکیم صاحب جنکو جان کی خدمت میں کسی قدر بے تکلفی کا مرتبہ حاصل تھا سیکسمس کو پتہ چلا کہ اس کمرے کی طرف چلے حسین جان نہا۔

جان چپ ٹہرا ہوا تھا اور حکیم صاحب نے پٹنگ کے پاس بیٹھ کر سطر ح گفتگو شروع کی ہے یہ جان بالا اسوقت مالا جارح ہے کہ احترام خون کا اصلی باعث اجبی طرح منقطع ہو گیا۔ اس کا سبب ہی قرار دیا جیسا کہ نسبت آجے بار بار عرض کیا گیا مگر آجے ہیشہ ہو سکا ایک جزائی کے ساتھ سنا اور کہی زرا تو جہ نفرمانی آباد وہ سب خوفناک باتیں پیش آتی جاتی ہیں جبکہ پہلے نقطہ اندیشہ ہی اندیشہ تھا اور اب وہ تو وہ اور ایسی نئی نئی باتوں کا اندیشہ ہو جاتا ہے جبکہ وجود پہلے کہی دسم دکان میں ہی تھا۔ نفیسب شمنان یہ جو کچھ آپ کے خادموں کو سامنے آتا جاتا ہے یہ سب ایک ہی فعل سے جتنا بکلی نتیجہ ہو چکا اور کتاب آئے دنیا سے بالکل نرا لے ہو کر کیا اور افسوس ہر کہ ایک آپ نہیں مانتے آپ مہربانی فرما کر خط لکھ کر لکھیں بلکہ اس جان عزیز کی حفاظت کیلئے اپنے عہد کو توڑ دینے جو انسان کو باطن کا ایک امانت ہے اور جس کے ضائع کرنے پر قیامت کے دن یقیناً ہر شخص سے بہت سختی کے ساتھ سوال کیا جائیگا۔

جان۔ (اپنی ضعیف اور حزمین آواز سے) بجا کہ اس پر آئیں آپ حق دوستی ادا کرتے ہیں (ضعف کے سبب ہنور یا پر خاموش ہو کر) جناب حکیم صاحب آپ سے میں سچ کہتا ہوں۔ اسوقت آپ کی یاد دہری تقریر نے جھڈر سیر دل پڑا کر کے سیر دل کی حالت سر دی ہو چکی خوب یاد ہے کہ اس باب میں اس سے پہلے میرے دل کی یہ حالت کہی نہیں ہوئی مگر افسوس ہے کہ بایں ایسی ناممکن اوقع بات ہے کہ مجھے کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ میرے بیان سے آپ یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ موت کو نام یا آئندہ ہو یا الٹی ٹکالیف کے خیال سے میل دل ہم کر

شاعر ہو گیا۔ سین بلکہ میری دلوں کو ترانے والا اپنی تقریر اعجاز و عہدہ انجمن حساب کن خود کو  
کا مواخذہ۔ مگر شاید اس معاملہ میں میں اس جرم سے بہت ہوں چلے اور کتاب کی نسبت آپ میری  
طرف کرتے ہیں۔ درہم سے جیسے سواۓ جہاں ہر ادا کیا ہی خوب، جانتے ہیں کہ میرا اختیار میں ہر  
تواناں ہر دم ہے۔ اگر سپریم جرم بنایا تو میں اور کسی کو تو نہیں مگر اپنی دشمن جانی یعنی ہر دلوں کو ہر  
خدا کی سامنے پیش کر دینا اور کہہ دینا یہ کہ یہاں اس میں حضرت کی ہیں جو چاہیے انکی گت  
کیجیے۔ اور یہ بات میری سمجھ میں مطلق نہیں آئی کہ آخر میری شادی کرنے اور نہ کرنے کو میری صحت  
اور مرض میں کیا دخل ہو جائے دن مجھ سے کہ تو اپنے ہوتے ہیں۔

**حکیم صاحب** یہ جناب! اس ہی تو غصہ ہے کہ آپ ان امور کی طرف کچھ توجہ نہیں فرماتے  
وہ۔ انجناب یہ وہ تجربہ کی باتیں میں کہ جنکی شہادت قرآن بعد قرن ہوتی چلی آئی ہے حکیم مطلق  
نے جو اعضاء انسان کو دے ہیں ان سے کوئی ایسا کام نہیں متعلق کہ یا ہی جسکو بقا رتجا میں کہ نہ  
کچھ مزدور دخل ہر اعضاء بناسل کی بالکل بیکار کہہ دینا یا ہی ایک فقط یا تہم نہیں ہوتا کہ تو ادا اور  
خاسل کا سلسلہ منقطع ہو جائے بلکہ جب وہ ایک محض فضول اور بیکار چیز ٹھہرائے جاتی ہیں تو بہر ان  
اعضاء کو دھاک میں بی بی فرق آجاء ہر انکو اور یہ ان اعضاء کو جو اس صحت میں واقع ہوئے  
ہیں اچھی طرح غذا میں پہنچائی اور یہ رفتہ رفتہ ان میں صنف آجاتا ہی ہو جائے  
ہوئے ہیں جسکا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ داغ خراب ہو جائے۔ انسان قابل در آپ یہ اور  
مستزاد ہو جائے کہ دماغ میں اکثر امراض کی پیدا ہونے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے وہ خاص مادہ جو  
یخول خواہش اور قدرتی تھا خصلت سے مباشرت کی ذریعہ سے قاتل کیا جاتا ہے۔ اسکی بجائے اور مارہ  
جنس سے اس میں اکتتم کا تعفن اجالہ کی حدت خون میں اک لگا دیتی ہے احتراق پیدا ہوتا  
ہی یہ وہ حالت کا مادہ جو خون امراض کی پیدا ہونیکا مادہ بن جاتا ہے۔ اعضاء کو غذا کو طالب  
ہوتی ہیں مگر کسی طرح اسکو قبول نہیں کرتے اور نہ اس میں صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ جزد بدن  
بالکل کم بیکار چیز ہو کر گون میں بہر رہتا ہی اور جا بجا باریک باریک رگوں میں ٹھہر کر اعضا  
کی ساخت اور بناوٹ میں کچھ ایسا فرق طالع تھا کہ خونی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ  
حیوانات منویہ جو دور کی طرح نہایت باریک ہوتے ہیں اور جنکی لابی دم ہمیشہ متحرک رہتی ہے  
جب عرصہ تک ایک ہی جگہ ٹھہرے ہوتے ہیں اور باہر نکلنے کا کوئی طریقہ نہیں دیکھتے تو  
بالآخر انکا اور خون کی تعفن کا سمی انفرجی طرح اعضاء اور تیسرے ہو جاتا ہے۔ جس سے

خفقان - اختلاج - مایو لیا - جنون اور اسی قسم کے اور سوداوی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔  
**جان** - (اپنے دل میں) اے جو حشر میں لے دوں زبان ناصح کی بدعجب چیز ہے یہ طول و مالکیت  
 سناؤ اندک غضب کی ایک سرد ماغ نکال گیا۔ سننے سننے میں سر ہر گیا مگر اس کجبت کی زبان نہ نکلا  
 یہ تو جس ریلین کی پاس تھا ہو مگر اسکی موت ہی آ جاتی ہوگی اس بات کی کوئی انتہا ہی ہے۔ یہ ممکن  
 کہ مگر امراض ہوتا ہے کہ اپنی اظہار لیاقت کو لکھ کیلئے اس قدر سخن کو طول دیتی ہیں کہ سننے والے پریشان  
 ہو جاتے ہیں۔ ذرا خیال نہیں آپ جب کون ہر دے ہو کر جائے۔ (علیہما حب طرز یہ عجیب) بجا!  
 تو یہ جہد ہو کہ باریاں ہیں سب اسی ایفان دہ سے ہیں؟۔

**حکیم صاحب** یہ بیشک۔ بیشک یہ شکایتیں اس وقت ہیں اور انکو دینے کے لئے اس زیادہ  
 سرتیہ الاثر کوئی اور صلاح ہی نہیں ہے۔ اگر آج حضور عقد کر لیں تو یہ سب شکایتیں کل ہی تو جاتی

ہیں۔  
**جانی** زبانی قدر چہن بامرو ہو کر، اب فریضہ مران کا دنیا میں ہی ایک علاج باقی رہ گیا ہو اور  
 کسی طرح جا ہی نہیں سکتے تو جناب میں ایسا چاہی ہوئے باز آیا؟  
**میکسمس** یہ نہیں نہیں حضور ایسا تو آپ فرمائیں۔ ہم جان نثاروں کا حال اب ہم نہ نکلیں  
 قابل ہو خدا کی قسم آپ کی ٹیکسٹیفین اب کیکی نہیں جاتیں؟

**جان** یہ اور بھیجے ایک نہ شد دوشد۔ آخر یہ بات کیا ہو۔ کیا آج آپ وہ دن صاحب  
 کہ شرط باندہ کو تو میں آئے ہیں؟۔

**میکسمس** یہ شرط باندہ کو نکلی ہی ایک ہی ہوئی، باندہ چور کو کسی جمال اگر خدا کیلئے حضور  
 اب ہماری مرض کو قبول فرمائیں۔ میں یہ سب شکایتیں تو اسی طرح ضرور

**جانی** (نہ وہ ہو کر) چاہیں تو چور کو کون گوم نہیں کرتے۔ بڑی فہوس کی بات ہے، میکسمس تم میرے  
 حالات کو اچھی طرح واقف ہو کر کہہ دیجئے ایک ایسے معاملہ کو کر سکتے ہیں جو مجھ کو بھینسے میرا  
 مر جانا بہتر ہے کہ اب اس خیال میں نہ لانا لا حول ولا قوۃ جیفا نہ کو نہ کہ جو میری  
 طبیعت کو بے حظ کر دیا اور تو کچھ بہ نہیں؟

یہ گفتگو سننے ہی سب دم خود ہو رہا اور پھر یہ کہو جرات نہیں ہوئی کہ زبان کوئی کلن لگا۔ جان  
 بھی اس قدر کمر خاموش ہو رہا مگر سو وقت کہ اس قدر شادی کو نہ کر دے اسکی ان دوی ہوئی تھناؤں  
 کو چیر دیا جو رگ کی ناساز گاریاں دیکھ دیکھ ایک حسرت اور اس کے ساتھ خون چرکی کر بیٹھ

رہی تھیں۔ طبیعت کا رعب بلا جنوں کا جوش ہوا۔ اور دوشنبہ دل فرمایا کہ ان معزت کو ہر شیاء  
کیا جکی یہ سب بلائیں لائی ہوئی تھیں اور جو ہر وقت خود قتل کی گم عالم میں سینے کی اندر بائیں کو نہیں سر  
جھکا ہو کر چپ بیٹھے تھے۔ فتنہ خوابیدہ جو یک پلٹا اور وہ غم پر درد کی طرح اکٹرا کر کرا دیئے بغیر لگا  
جو سو مزاج مستوی کی طرح اب بدرجہ مجبوری کسی قدر مانون طبع بھی ہو گیا تھا اب مراد  
برسجھا دیکھ کر حکیم صاحب قبلہ بھی ایک ایسی کیسا ہمتہ بیان سے ادا لگے تھے بین میکسمس جھپٹا رہا تھا  
رفقہ رفقہ جان کا اضطراب بھی اب تک حقد کم ہو گیا تھا۔ یہ باتیں ہو۔ ہن ہیں۔

جان میکسمس اب تو جھکا ہنی حالت کچھ ابھی نہیں معلوم ہوتی ہے جو دن آ رہا ہے وہ برائی آ رہا  
دور بروز مرض ترقی پر ہر حال علاج کیا جاتا ہے وہ آٹما بھی پڑتا ہے اب تم جھکا کسی طرح شیطانی  
ہو نہ جاؤ۔ ہاں جا کر شاید درہن ایک مرتبہ بیاری شاہزادی کی زیارت نصیب ہو جائے۔  
ملنا تو معلوم ہے۔“

میکسمس (آبدیدہ ہو کر) حضور کیسی باتیں فرماتے ہیں! خدا نخواستہ ایسا کوئی عارضہ  
احراق خون کی کس کس شے میں نہیں ہوتی۔ خدا چاہتا ہے تو آپ بہت جلد اچھے ہوتے ہیں۔  
جان میکسمس نے جی ہاں کہا اب کچھ ہو کر اور کچھ ہوا چھو جھٹکے (نا امید کے لہجے میں) اچھا بھلا  
میکسمس نے حضور مایا اب تک مرض اشتداد بہتہ تا تخفیف ہوتی تو کس طرح ہوتی اور سچ پوچھے  
تو حضور نے یہ پروں سے ایک علاج بھی اچھی طرح نہیں سوا۔ دشمن اور مرض کو تو کم نہیں سمجھنا چاہیے  
ان لہجہ متغیر طور پر علاج شروع ہوا ہے کہ میں کیسے عارضہ نہیں جاتا۔ خدا نے ہر درد کی  
دوا اور ہر مرض کی شہی ہی پیدا کی ہے مگر حضور خدا کیلئے اپنی زبان مبارک سے ایسی نا امیدی کی  
باتیں تو فرمایا کہ بن آگے قدیم جان شاہزاد کا دل کبھی طرح اس حد کا تحمل نہیں ہوگا جو آپ کی  
پیر در دقیر سے مزین ہے۔

جان میکسمس نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں نہیں ہو گا۔ تم بہت جلد سہ لگے  
انسان میں کچھ نہیں۔ کیونکہ خدا جان دیا ہے میں برا۔ آہ جن جن کو مایہ شقی کا آزار مر گئے۔  
اکثر بزرگ رہتے کچھ مر گئے۔ باتیں نہیں اچھا ہوا۔ اب مجھ کو امید نہیں کہ بیاری شاہزادی سے  
ملنا نصیب ہو۔ آہ! میں کیا کیا تمنا ساتھ لیکر چلا۔ تمنا میں سر توں کی فوج۔ اور صرف یہی  
رہ جو بزرگ دن امیدوں کا خون کر کے بنی تھیں وہ امیدیں جھپٹ گئی امیدیں بہتیں لگا رہا  
سب یا اس مبدل ہو گئیں اور ہمیشہ کیلئے میکسمس تم یہ خیال نہ کرنا کہ میرا موت ڈرتا ہوں



خدا کی قسم اس بے لطفی کو جینے سے نو سطرچ مر جانا ہی غنیمت ہے، مگر رہ رہ کر رنج فقط اس بات کا ہے کہ پیار و عاشق ہزادی کی رہائی کی مجھے کوئی صورت نہ ملے اور میں اسکو ایشی صدمات اور آلام میں گرفتار چھوڑ کر چلے جاؤں میں مقدسے اسکو بلا وجہ فقط میرے کھانے پینے کا ہے۔

یہ پھر ارشاد تفریر جان نے کچھ اس لمحہ میں ادا کی کہ بے اختیار ہی کو ساتھ خود کی آنکھوں میں آنسو ڈھبائے اور یہ دونوں ہاتھ دل پر رکھ کر رونے لگا۔ تو پھر ہی دیر میں جب اسکی حالت بدلی طبیعت کو کچھ سکون ہوا تو میکس ٹیٹلر اس کے سین سے سیاہی بن چکے لگا اعلان گرم تھا۔ سب ایک پتھر کے عالم میں جب بیٹھ ہو گئے اور یہ ترغور کے ٹیکو کو پیش نہاد جب جان عقد کسی طرح راضی نہیں ہوتے تو انکا علاج کس طریقہ پر ہوگا؟ پہلے ہی وہ اپنی قصد کو ترک کر رہا تھا۔ کسی کی مسلسل کی راہی کوئی کہتا تھا کہ شادی شادی اجزاء دیکھا جزا سے سوویہ کی بڑھی ہوئی مدت کو توڑنا چاہیے اور انکی پیدائش کے سلسلے کو نقطہ کرنا چاہیے اور کوئی کہتا تھا جناب بڑے عقد اور کسی علاج سے فائدہ نہیں ہو سکتا ارحم ہی ہا، مات ہی کہ جب تک مرض کا اصلی اور ادلی سبب رہیں ہوتا ہو وقت کا فقط اعراض کا علاج کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ لیکن جان کا عقد بہ راضی کر لیا ہی کوئی ایسا سبب امر نہ تھا۔ بس سبب کے یا خود حیات کے اختیار میں ہوتا ہو جو آفصد میں نہ کر سکا اس جو ش جو دن کو کم کیا جو جوش جوانی سے ہونے والی محبت کی طرح رگ رگ میں موجزن تھا۔ ماہ الجہنم دیا گیا تھیہ ہو جسے خدا خدا کر کے جان کی حالت بہ نسبت پہلے کی کس قدر وہ بہ صحت ہو تخفیف ہوتی ماتی ہے اور خون صاف کریں تیرہ بن عمل بن آرہی ہیں۔

## میرھوان باب

درخواست اور عذر

زخم کس نے آج نہ دلا یا بہت لہو  
اُڑی ہوئی بہار سے تازہ چین ہوا

خدا جانے آج کیا ہوگا۔ یونہی کے شاہیادوں میں ترائیش ریزہ کا سامان بہت اہتمام سے جو صفائی بھی اچھی طرح کیا ہو اور جو جسم خود ہی گیا ہو پانکٹ کے باہر فوج کے برے سمجھے ہوئے ہیں۔ تماشا نیوں کا جھوم ہو دیکھنے کے لئے ہر طرف۔ لوگ چلے گئے ہیں اور ٹرک کے دونوں طرف سواروں کی دہانے آئے۔ ان گھوڑوں کو تپکیان دیدیا کہ منہ مال رہیں جو اپنے سرور دن میں ہر۔ ایک حلقہ پر کھڑا ہونا نہیں چاہتے۔ حاصل ایوان کی سجاوٹ

اس رہنما کے ساتھ ایک خط لکھا۔ چچ پر پڑا۔ "میرے بھائی، میرے بھائی، میرے بھائی"۔  
 آتے گئے پوچھیں جنکی مٹا اور چکدار سطح پر اون نقش انکاروں کے رکھ کر لکھا: "میرے بھائی، میرے بھائی"۔  
 جو سنگ مرمر کی سفید دیواروں پر اب زریں نہایت لافست کے ساتھ تاکئے ہیں وہی پھر نہ  
 آج کل کا ایسا نفیس اور فوق الطرک توہین ہے مگر یہی ایسا سحر ہے کہ اس پر کیا توڑ کر دی  
 ٹرے بادشاہ کو دیار میں اس سے اچا تو نہ لکھے گا ہر چہرے سے بخیر سادگی ان ہی پر ہے جس سے  
 دیکھے سوانگوں کو وہی لطف مل رہا ہے جو کہ وسیع میدان میں خود رسبری کو دیکھنے سے دہلنے  
 وایکوں جانتی۔ ساری مری میں اسی قالین کا فرش ہے جس پر رنگارنگ سیاں قرینے  
 سے لگی ہوئی ہیں مشرقی سمت کی طرف بلند مقام پر شاہراہ پر بجا ہوتا ہے میرا الہیہ۔ یہ  
 دہے کو ساتھ روئی افروز ہے تلوار نام کے گھوڑوں میں نہ تخت پر رکھی ہے اور  
 مرصع تاج سر پر جبکہ ابدار سوتی اور جو اپنا آج کل کے کہنے والے آکر تو دیکھ کر خود مر  
 دیدہ کو بھی اس امر میں متحیر کر لے ہو گئے کہ ان کے ابدان سنگریزوں میں بھی تار و پود ہے  
 آج تاب عنایت کی ہے کہ ان کو دیکھنے سے ہوتا ہے کہ ان کو دیکھ کر ان ہی میں بھی  
 تخت ملتا ہے اور اس کے ساتھ ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔  
 ہیں۔ ہادی گاڑے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔  
 اور یہ تخت ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔

ملک (انکین) نے یہ سب دیکھا۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔  
 ایک شخص نے یہ سب دیکھا۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔  
 رات نہیں۔

ملک نے یہ سب دیکھا۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔ وہ ان کے لیے ہے۔  
 ازعت میں۔ خدا کی قسم۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔  
 مانا۔ اس کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔  
 جیلا کو تو سہی دیکھ کر لڑا۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔

اس حکم کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔  
 دیکھا۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔  
 ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے ہے۔



[illegible]

پھر وہ نام نہاد ہی دیکھ لیا کہ ایک عجیب و غریب حرکت کے ساتھ غماص وہ خون  
جو انہیات تک پہنچا اور نہ مریخ پر چلا، کی جہتیں ابھی اس کے پہلے سرکش جہت پر  
اپنی من خواہ رہ کر کھڑی رہیں۔ یہ وہی نہایت کی طرح چہرہ پر چھا گئی  
اور نگاہوں میں نہ، اندر نہ دیکھنے لگا۔ بیس چہ بانے گواہی دل کو بہت سنبھالا  
مگر یہ سب سوجھ بوجھ نہ دیکھتا۔ اندر بڑے اس کے دل پر کچھ اب اثر پیدا کیا کہ دماغ میں  
انقلاب۔ دماغ اس وقت کی گئی کہ وہ غم زور کو گواہی کے سر کو گریبان کی بھڑک  
جھکا نے تھا۔ وہ اسے یاد تھا کہ اس نے یہ وہ کہہ رکھی گون کو ساتھ ساتھ  
کئی اور باتیں کہہ کر اسے یاد دلایا تھا۔ یہ اس کی تدبیر تھی اور زمین کہا۔  
میں نے اسے یاد دلایا تھا کہ اس نے اس کے پاس کہا۔

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰

یہ کہیں جو کہ الیگین ان کے کیا حلقہ سرزد ہوئی جو ہر قدر غائب  
کی کہ سنائی کہ ان کے

یہ سوال پر دلیل تھی کہ اگر خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی عقلمندی سے کچھ کتنا





اس پر عمل درآمد ہی کیا۔ اگر تھکے بادشاہ کا یہ پیام پہلے وقت اور موقع سے پہنچا ہوتا تو شاید وہ بہت خوشی سے قبول کر لیا جاتا لیکن انیسویں صدی کے بادشاہ ایسا نہیں ہو سکتا ہو جس کے کچھ دن پہلے شاہزادی کا عقد ہو گیا۔ آئیں اس عاقل اور فرزانه بادشاہ پر یہ امر نہایت تعجب کی چیز معلوم ہو جائے کہ انہوں نے بے سوچے سمجھے کس طرح ایسا پیام سمجھ دیا کہ یہ شادی کر ہو جائیے واقف ہونے کے بعد وہ کبھی ایسی محال بات کی خواہش نہ کرتے تھے یہ سب باتیں بیان کر دینا اور کہہ دینا کہ ماری عیسوی شریعت کس طرح ابا بھوکا اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ ہوریا کی شادی ہو جائے مگر بعد پریم کی دوسری جگہ شادی کریں اور شاہزادہ ایسا کسی مہذب قوم اور کسی فرقے میں جائز ہو گا ورنہ شاید مجھ کو ہی عذر نہ دے۔ ملکہ کا یہ عذر عام اس کے سچ ہو یا جھوٹ مگر ظاہر میں ایسا ہی تھا کہ نفیاً نے سیر کر مرنے سے ہی یہ کلمہ نکال دیا کہ حقیقت میں حضور کا عذر بہت صحیح ہے جسٹا دی ہو گئی تو پھر شادی کبھی نہ رہے کہ وہ خیال کرتا تھا کہ ناحق نا حق کیلئے جھوٹا بیان بھی کر دے اور سو گیا بھلا جب ایک مرتبہ ان کا عقد ہو گیا تو پھر دوسری بار کسی ہو سکتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ حقیقت میں یہ بات ہو گیا۔ آخر بات جو ہو ہو لیکن ہر وقت ملکہ کا یہ فقرہ کسی وعدہ فراموش کر رہا ہو نیکی طرح اچھی طرح حل گیا اور یہی جواب یکر سیر مال ہی دیا گیا کہ ہوریا کی شادی تو ہو گئی وہیں مٹی ان اسکا دل والی سے بہت خوش ہو اور خوش اندیشہ کر اراکین دولت سے بھی ملکہ کی اس حاضر جوابی کی بہت تعریف کی اور وہ خود بھی اپنی اس حسن تدبیر اور کامیابی پر بخوش ہوئی کہ میرا فسوس حل گیا مگر اس فوری خوشی کو رنج سے مبعول کر دینے والا یہ خیال ہی ہو کہ دل میں آیا اگر کبھی میرا یہ جھوٹا خیال پھر کبھی نکلا تو پھر عجب ہی ہو جائیگا۔ یہ خیال کوئی ایسا معمولی خیال نہ تھا کہ جو دم بدم ہر گھر کے دل سے نکل جاتا بلکہ یہ وہ قیامت کا روح فرسا خیال تھا کہ جو کانٹے کی طرح رہ رہ کر دل میں کھسکتا اور اس کی خلش کسی طرح اسکو چین نہیں لینے دیتی تھی دھڑکنے والی سی کہتی تھی کہ جب ہوریا اپنی علاقہ کو وطن اور سرزمین کو آئیں گے اس کا دل تو لپکتا اپنی نا اہلی کی ہی اطلاع ہے کہ وہ ہوریا کے ہر سر میں اسکو حصہ کا کیونکر طالب ہوتا۔ جب سیر جاکر سری غلط بیانات بیان کر گیا تو اس وقت غضب کی طرح مشتعل ہو گیا اور پہلے دار کیلئے کس طرح نکال دیا پھر چین جو وہ فوج کشی کے لیے جاتا تھا اس کی فوج میں چین نے اسکو جواب میں یہ کلمہ بھیجا اور پھر انیسویں صدی کی بات ہے کہ میں عورت ذات ہوں اور فوج میں کوئی ایسا کما نہیں رہتا کہ جس پر ہر دساکون اٹھیں پہلی ہی چل دیا جہاں فیض نہ پائے اور نہ رہے۔ رہی جاتی دیکھ میں۔ آہے دین کر رہی۔ صاحبزادہ بلند اقبال کی کیفیت اور بھرتیہ اور ارم کے





خزینہ کی آبرو لائے وہی نہیں ہے؟ بدعہ ہو کر لایا۔ یا اصل یہ کہ جب زمانہ کی ناسازگار رہی کہنت  
 اسامیہ فلک کو فتنہ کی طرح دشمن ہو کر سیکے پیچے ٹر جاتی ہو تو ہر طرف سے ہولناکی ہی صورتیں نکلتی  
 آتی ہیں۔ صدر آئندہ اس کا وہ دیکھ لیتا ہوا ہر طرف ہی خرابی نظر آتی ہو چہرہ دل پہلے لائے گئے تھے سمجھیں  
 کوئی نہ کہ نہیں کہ ہمارے دوست کی سولہ غریبہت اچھی دلیل ہو سکتی ہے۔ اس بیچارے کو اپنی عمر میں ایک دن  
 بھی کبھی ایسا فتنہ نہیں جہاں ایسی ناز و فکریا ہو کر دل کو اپنی ہلوسین سے خوش خوش بٹھاتا۔ اسی  
 مرض کی شہادتیں اچھی طرح ایسے ہیں کہ یہ بہت بستر با بیام سنا۔ اسکا صد کہ نہیں ہوا تھا کہ  
 جتنا پیشہ ایسے سچ جتنے ہوا، اور وہ کا حفظ تھا اپنی بہن، اجاگے بیچ میں ڈاڑھ لگے لمبی سیٹیا سے  
 اپنی حفاظت میں تھا۔ صاحب اس امر میں اذیت کا اسی کہ وہ میرا بچہ قدیم ہمدے پر نماز کیا تھا۔  
 ملکہ لمبی سیٹیا آہل کو فتنہ سے پہنچی جو کہ گھسائی ہوئی تھی اور اسکی فوج کشی کا اندیشہ لگا ہوا ہے  
 اور جو کہ اسے بھی سہل تھا اسکی درندہ است کو منظور کر لیا اور نو مکی سپہ سالاری پر مقرر کر دیا گیا ہے  
 اور جان کو یہ یہ ممانہ فتنے جیسے ہنہ اسکو زمانہ عانتا ہے اور اب جس طرح جان اور شہس  
 کر باہی مرگم کی امید ہو سکتی ہے؟ کا اندازہ کیا کسی قدر شخص ہی قیاس ہو سکتا ہے۔  
 ہم یہ وقت حال کا حال، کہتا نہیں ہیں مگر سہد رہتا دیتی ہیں کہ جان اس اضطراب کے  
 زمانہ کو بہت سوز و گداز کی تھیں گھر پرانہ فتنے سختی کی حالت میں بسر کر رہا ہے اور لمبی سیٹیا  
 رائے (ن) اور اندیشہ میں مبتلا ہے کہ دیکھے، اب تھل کی طرف سے کیا صدا آتی ہو۔ دوزار کھنکھت  
 رہ مشورہ کئے جاتے ہیں، اور اسیٹا فوجی قوت بڑھانے میں کوششیں ہو رہی ہیں۔

## چودھواں باب

بس اس تشریف لیجائیے

دریائے آئینہ میں لے کیا جا آگے کیا بلا

تین تین چہن بار ہے جو موج ہے ساحل کے پاس

بحر زید ایک ہزار دریائی روافی خشکی کا کہیں پہنچیں اور جھڑن آگے اور ٹماہ دیکھتے پانی  
 ہر مان نہز آتا ہے۔ پانی کی تین تین زور دہان میں بہری جوتی اچھل اچھل کر اپنی تاشے دکھائی  
 ہیں اور انکو میری آہستہ ڈھل کر تاجو جونی سست ایک جہاز آ رہا ہے جو ساحل ریوٹا کی طرف

چاہتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جان کی وضع تو دینی قیدی ہی پر جگہ سے تہہ پہن نمایاں ہو رہی ہے مگر ماہم ظاہری سا لگا  
کیس قدر لکینے والوں کی نظر دین میں ہلکا جاکر دیا ہے اور ہر جہی واقع میں معمولی جارا دن کیس قدر اچھا  
ہر ہر رنگ کا کوئی رد میں اسپر پر ہلکا ہے جو اس دریافت میں قریب قریب سی لطف کے ساتھ لطف  
دعویٰ ہے جو کہیں لب جو ہر ہلکا سبز آنکھوں کو دیکھتا ہے اس جارا کا رخ چونکہ ہر وقت مثال و خرب کی طرف ہے  
ہو جاتا ہے جو پ کے ماری مغربی پہلو کی طرف کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ بلکہ البتہ ہر ایک آفتاب کی کرنیں  
اور انکا نکلس تو قدر ہے جو پانی کی آواز سے کہانہ مغربی پہلو پر تہہ پہن اور دیر دیر یاسین کے گرد ہو پ کے  
وزیر سے دس ہزار اور ہزار کی آمد رحیل آتا ہے اگر پرنا ہے۔ مشرقی پہلو کی طرف بالکل سایہ ہی مہا کے سطح  
آب سے ہوا رحیل ہو کہ مغرب کی طرف سے آفتاب کی آنکھوں کی شعاعوں کو کسی روک لیا اور نہ ہی چونکہ آب  
آغز ہو رہا ہے جو سایہ ہی اپنی معمولی حد زاید بڑھ گیا ہے۔ جارا کی تختیاں سطح سے دیر کی سطح آب پر  
سایہ ہر چہ لہروں کا توجہ دیکھ کر دیکھنے والوں کو اس امر کا ہوا بڑھتا ہے کہ یہ خود ہی لہروں کی لہر لگاتے  
بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے دھوپ کے آجیلا اور سفید فرش ہے جن کی شفاف سطح کے نیچے آفتابی کرنیں  
نے نفوذ کر کے ایک چلتی ہوئی دانک دی ہے جو دھوپ میں پہلو بدل دلا کچھ ایسی تڑپ ہے جو کہ نظر  
لاگتہ۔ یہ کہنا چاہتی ہے کہ کسی طرح آنکھ سے مٹا نہیں جاتی ان ہزار کی کرنیں سے لکینے کے لئے  
جان سے باہر نکلی ہوئی ہیں اور وہ قدرتی تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔  
یہ تو معلوم نہیں کہ یہ کون لوگ ہیں مگر ان قبائلی معلوم ہوتا ہے کہ شاید فوجی لوگ ہوئے ہوں  
وضع کی درجہ ان سے ہوئی ہیں اور انکو ساز و سامان کی دستی اور انکی ہوشیاری سے کچھ معلوم  
ہوتا ہے کہ اس جارا کو بہت حفاظت کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ جو کہ دین باہر نکلی ہوئی ہیں کہ وہ  
سیر تماشا کیلئے ان کی گئی ہیں لیکن اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو خود اس میں نکلنے والے گرد و نون  
ایک ایسا لطف خیر تماشا پیدا ہو گیا ہے کہ جو کچھ دیکھتے ہی کسی شخص کو رکتا ہے۔ یہ نئی ہوئی کرنیں  
ایک نوجوانا سلسلے کو ساتھ جارا کے مشرقی پہلو پر جو باغشاں آغز تک چلی گئی ہیں سکی قطار  
کیجے ہیں پہلو کے توری رد تک لے کر ٹوٹ گئی ہے اور اسی طرح ہر کانٹس بھی ایک ٹپس پس پیدا  
کرنا ہوا دریا میں بڑا ہے جس قدر دور تک یہ سلسلہ شکست نظر آتا ہے وہاں پر بالخصوص انکو کسی  
کی گرد میں باہر نکلتے کر لے کر کوئی جگہ پیدا ہو کہ یہ مضبوط سے لگے ہوئے ہیں اور شہ عورتیں  
اسکا نہ راہ کی طرف جب موڑ دیتے ہیں اور سب سے علیحدہ ایک جگہ سا ہزار ہی ہو رہا ہے نظر آتی ہے  
اسکا جگہ ہوا اس بات سے کہ اس کا ہوا اور ترک رل کر تیر ہو در لے جاتا ہے

شکستہ لشتی دل اور بھر کا طوفان اور بچا ہوئی اور خدا کیلئے ۔ شیہ عربیت آواز میں بنو ریا  
کے زبان سے نکلا ہے اور کس قدر بند ہو کر کچھ لسی دہی آواز میں نغم ہو جاتا جو کہ جلتی ہوئی ہوا میں  
سبح اور ہائیکو کے متحرک اور نازک ہونٹوں کا بوسہ ہی جا کر سے آتی ہو مگر کچھ سنا کی مین ٹرنا  
بنو ریا کا نام سنکر لوگوں کو راجنہا ہو گیا اور وہ حیرت میں چوٹ کر کے بیان بنو ریا کہاں! مگر یہ  
نہیں جانتے ہیں کہ کس قدر آریہ کیا کیا رنگ کے کما کر قسطنطنیہ کے بادشاہ تیسودس کے محل  
سرقہ آپ بخوبی واقف ہو کر گولاب سکر کی قسم نے آئل کا بابا جگہ آباد کیا ہے ۔ بسو بنو ریا کی  
آئل سود و چاہنے کے بغیر آئل کی بدست کا واقعہ اور پیر پیڈیا کی نامظوری کا حال  
یہ سب باقرین معلوم ہو گئیں اور کسی ۔ ان کے خیال میں سو ریا کا اعلیٰ سجدہ نیا ہی مناسب سمجھا ہے  
چنانچہ وہ ہی جہاز میں اٹھی جاتی ہر در سیر لوگ اس کی حفاظت کیلئے ساتھ جا رہے ہیں ۔

ساحل ریوناب قریب کیا ہوا اور بنو ریا مدتوں کے چوٹے ہو کر وطن کا سودا اور بندہ عمارتیں  
دیکھتی جاتی ہوا اور ہاتھ کڑا شاک سے تباہ کر دی گئی کسی جاتی ہوئی دیکھو وہ پڑے قلعے کو مینار نظر  
آتے ہیں اور وہ اس کی برج بھی دکھائی پڑے ۔ ا فود مدتوں کو بدیر عمارتیں دیکھنا نصیب  
ہوئیں ۔ رتے قریب ہی بچیاں کی طرف شاہی محفل ہی ہوا اور اسی محل پر امیری بیٹے کا مکان ہے جس میں معلوم  
اک کسٹا کہا جاتا ہوگا باطل خراب پڑا ہو گا میری کہنے اس کی خبر ہی نہ لی ہو گی اور بچے دل میں مگر چنی  
ہوئے دیکھے کیا پیش آتی ہے ۔ آئل کا معا ملہ سنکر تو وہ سب میرا در ہی دشمن ہو گئے ہو گئے انکو بالکل یقین  
آگیا ہو گا کہ اگر سر بر بلالین میری سی لائی ہوئی ہیں ۔ خبر جیسی گزر گئی گزر جائے گی جس میں لوگ بیاتے  
جہاں کی زیارت ہو جانے کی قدامت ہے ۔

قسطنطنیہ میں جو خط ان کا میر پاس گیا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ نصیب شہنشاہ بہت علیل  
ہو گئے ۔ حد اکثرے اب میں جا کر ان میں اچھا دیکھوں ۔ اب تو خدا کی فضل سے وہ اپنے باپ کی جگہ سرفرا  
ہو گئے ہیں یقیناً میرے لیے کیلئے ساحل پر ضرور آئیں گے ۔

میں دیکھنے کو رتی قیاب ہی تو ہو گا ۔ میرا نے کی خوشی اگر ہوگی تو پیار جان ہی ہوگی مگر  
یکمات کا یہ ام دیرہ سنکر کو بہت متہ ہوا ہو گا ۔ یہ بات بھی مدد میری ہوگی مگر عجیب شرمندہ  
ہوئے ہوئے کہ کجبت ایجنس کا واقعہ کیا کہ تاج کا خمیازہ میں آج تک دکھائی ہی ہوں جو یہ اور  
آئل کا تازیانہ ہوا ۔ کس طرح جان کر سنے میری آنکھیں ہوں گی ہاں میں نے تو اپنے  
مان لائی کر دیا کرتے اور انکو جو در مظالم کا عوض لیے کیلئے یہ تدبیریں کی تھی اور سو گیا گیا!

یس کیا جانتی تھی کہ اس موسم کو سر پر اور ہی جن سوار ہو جائیگا اور وہ اس طرح وحشت میں  
اگر پیام بھی مسجد کیجے گا۔

یہ گفتار کر دینے والا ایک ایسا خیال کہ جسے اس کو مل سکتا ہے ہی ایک قسم کی ایسی الجھن اور سمجھوتہ  
سید ادری کہ اس نے بیچین ہو کر اشارہ کر دیا کہ قریب بلاؤ اور جس کا سر پر کان میں کیے لگو۔  
یہ کیا دیکھ کر اس نے اس موسم میں ہیام میرا تھا نہ تھا یہی طرح معلوم ہے۔

عمر علی نے ہی ان حضرات کی ساری قسطنطنیہ میں مشاعرہ و شہرے میں فرماتے تھے۔  
تو آپ بھی جانی ہیں کہ کین قسطنطنیہ پر وہ عالم فوج کشاں نہ کرے بیٹھے۔

میں نور یا دستم کر، بڑا غضب ہوا اگر میں ایسا جانتا تو مر جاتی مگر اس موزی سے بڑا بھلا  
دیکھا کہ کبھی میں پیرا ہونے لگا۔ یہی کہتا ہے۔

و علی یہ بوی کیا ہوا دن کیا ہوگا۔ بلا اس کو کہ اس نے کہا کہ میں نے تو اس کو رے اور  
میں کہ جو جاب ملکہ صاحبہ اور آپ کے کہ یہ صاحب بھی طرک سے ہر کھین۔ اس سے میری  
کر سکتا ہے۔

میں نور یا (جیوں) پر ہو کر توبہ۔ کین ایسا ہوا ہی ہو۔ وہ منظر کو دیکھ کر میں  
کر لینے سے نہ کیا۔ اس کے خدا سے اس کے جگہ یہ ہے ہی میں جو نہ کہ اس سے دیکھ کر  
واہ۔ قربان کر۔ اس کو گواہی دیتی ہو وہ ایسا صورت تو دیکھ۔

یہ ایک ایسا تذکرہ تھا کہ جس نے فریاد کی غصہ سے اس کو غصہ سے اس کو غصہ سے اس کو غصہ سے  
خاموش ہو کر گویا اس امر کی باری نہ رہا کہ اب دیکھ جا کر دیکھ بیٹھے جہاں  
بیٹھی تھی۔

دلی اب علیحدہ ٹھہری ہوئی ہے اور مسجد میں اس کے لئے نماز کی جگہ ہے۔ یہ باتیں کو رہی ہے۔  
میں نور یا خدا خواستہ اگر ایسا ہوا تو میرا ہی غضب ہوا۔ ان کے جگہ یہ ہے ہی میں جو نہ کہ اس سے دیکھ کر  
جہاں کی ہنر کا ایک مانند ان کے سب کچھ میں چھوٹ جہاں کی کر غم ہے تو یہ جہاں کا ہے۔  
سب ارمان دل ہی دل میں رہتے۔

خدا ان کو دینے والا ہے یہ خیال فاسد تھا کہ اس نے جو میرا اس قسم کی حرکات پر یہ  
شاوی کا پیام بھیجا ہے۔ مای خدا خواستہ اگر سنوں سے یہاں ہی رہا نہ تو یہ کیا ہو۔  
دیکھ لگی پیرا ہی جان ہونے لگا ہے اور یہ آٹھ اس سے بڑا نہ رہا نہ تو یہ کیا ہو۔



جنگ لگائے اور عشق کما کر دین پر گری۔

جان اپنے اختیار میں اب کمان اپنی محبوبہ لتوازی خود رفتگی کی حالت دیکھ کر قریباً کہ خودی  
عالم میں خود ہی گھوڑی سر زمین پر گری مگر انیس سر دشمن کی موجودگی اپنی منصبی حالت کا  
اپنا اور اپنی محبوبہ کی بدنامی کا خیال یہ وہ سب باتیں تین جہز سر خلعت استقلال کے ساتھ  
اس محبت میں غور کیا اور اسے نہ سمجھنے والے دیکھو طرطرا کر سمجھا سمجھا کر سننا لا۔ دلی  
اور اوریشی متون نے جلدی جلدی ہنور یا کوا وٹھایا اور باتوں باتہ اس بندگاری تک  
پہنچا یا جو سکی سواری کیلئے آئی تھی۔

انیس کا گھوڑا اپنی جانب تھا اور کسی کو دل جبین کرنے یا ایک معنی کر کو دل مضطر کو  
تکلیف دینے کی کوششیں جانے جانے کا گھوڑا تھا اور سواری مجلس اکیر طرطرا جا رہی تھی  
رات کی تاریکی اور گھوڑے کی سواری کی وجہ سے جان کو تو اب کسی طرح اس بات کا موقع  
میل تھا کہ ہنور یا کو دیکھ یا تاکر ہانی ہنور یا بعض بعض اوقات جہانک کر دیکھ لیتی تھی جس  
وجہ سے جان کو بھی کسی وقت سکی پیاری صورت کی کچھ یونی سی جھلک سی دیکھنا نصیب ہو جاتی تھی  
آہ! کس غصہ کا وقت تھا! دوحسرت نصیب دل و زمین شوق کا ایک ادا ہوا دریا تھا جو  
یتری کو ساتھ میں لے رہا تھا۔ ارمان و تمنائیں اپنی اپنی گردنیں نکالے ہوئے آسکھ جاتا

رہی ہیں اور جا بجا خون اندیشے اور بد خیالات کی خوفناک صورتیں نظر آ جاتی تھیں جکو وہ  
دیکھ دیکھ سہم جاتی ہیں اور جھمک جھمک کر ابھران بالوں کی ٹون کو دانٹوں کے نیچے دبا لیتے  
ہیں جو مانے میں پانی کی لہروں سے اڑھ لگے کھل کر مل کاتی ہوئی رخساروں کیٹ کر رہ گئی ہیں  
کیلئے جو پانی سے اڑھل لگے لہریں دریا کی فکر میں کچھ بسا دھوب جاتا ہے کہ ہر ادبہرے کا نام ہی  
نہیں لیتا۔ لالت کی پہیلی ہوئی تاریکی ان کے ساتھ اور بھی تم کر رہی ہیں کہ شوق و حسرت  
دل سے تنگ آ کر آنکھوں سے نکلتا ہے لیکن کچھ نظر نہیں آتا۔ نظر دیکھنے کے لیے گھڑی کی طرف  
جاتی ہے مگر دلمان تک پہنچ نہیں پاتی اور جو کہیں اتفاق سے پہنچ جاتی ہے وہ تو  
لوٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔

ہنور یا اب مجلس راتیں داخل ہو گئی ہے سب خواجہ سرا مائیں۔ امیلیں اور شاہی  
خاندان کی عورتیں ہر تن شوق سے ہوئیں دیکھنے کیلئے اس کے پاس آئی ہیں مگر اب تک  
اس پتھر دل مان کی مادی محبت نے نہیں جوش مارا ہے جس کی یہ بیٹی ہے اور نہ اس

بہائی کا دیکھنے کیلئے دل جاتا تھا جس کی یہ ایس میں پھر صلح کل زفا کرنے اگر کون کو مبداء حیات بنا کر  
مترکہ کر کے ہے۔

خبر رفتہ رفتہ بن دوں کے آئے گا کماں نہ آئے گا خیال سے بہا ہوا درگزرینو اعتراف اس خیال کی  
تقدیر کر کے اور ہی اس کا یقین دلا یا کہ اب وہ نہ آئے گی۔

مالا زنجیر یہ ہر مسار ہنوز یا کو مجموعی سے خود سلام کیلئے اس جگہ جانا پڑا جان یہ درویشی سے ہونے لگے  
اس کے آگے یہ ہے۔ اس پر بھی کسی گنگن اور سر نظر رہے بلکہ کسی کو خدا متین دہی دیکھا نصیبت کرے۔  
یہ سرم لکھتا رہا کہ یہ وہاں نہ ہو جو میں ٹھہرتا ضرور دے گئے اور غلطی و غصب  
اس کے ساتھ رہا۔ اتنے ہی اس کی اسٹائیٹین کہ جس کو کوئی ادنیٰ درجے کا مذہب آج بھی  
اپنی اولاد کے ساتھ بیان سے سیرنگاں سکتا۔

اس کی اسٹریکٹ سوخت کے لئے ہر معمولی نہیں بلکہ یہ حیرت اڑھتے ٹپتے ہر باکوسا؟ جاتی تین  
اور مجموعی سے سب اس کو سہا پرتی تیں۔

پلیسٹیکائی اس سخت دلی کو جس چرنے اب اور زیادہ کر دیا تا وہ ہوا بات تھی کہ ہنوز یا ملک طالیہ  
کے برابر یا وہ تباہ ہونے کی سبب قرار دینگے تھی۔ اور یقین کر لیا گیا تھا کہ خدا نخواستہ جو کچھ ہمارے سر پر ملا  
آئے گی وہ اس کج بخت نامزدی کی وجہ سے آئے گی مگر اس طرف کبھی ہونے سے یہ خیال نہیں جاتا تھا کہ کچھ  
اس کے ساتھ کیا گیا اور جو کیا رہ گیا تھا۔

پلیسٹیکائی کے ایک چوٹا منڈ کر کر اس کا پیام مال دیا تھا مگر یہ ٹھکانا ہوم ٹھکانا تھا کہ بعد از سر  
جو وقت میرا یہ جوٹا کل گیا سوخت آہل اپنے آئے ہو کیش کو کسی طرح روک نہیں سکتا اس کو ہلا  
کے دھیمے کیلئے مدد تیریں اب تک سوچی گئیں مگر ان میں سے ایک ہی ایسی تھی کہ جس پر  
کس طرح کا اطمینان ہو سکتا۔ بالآخر اسے جوٹے مڈ کرتے کرکمانے اور آہل کو غصہ سے  
بچنے کیلئے مالا لفاق یہ اسے قرار پائی کہ سو ریا ناعد کسی ایسے دینے شخص کے ساتھ جلدی کر دیا جا  
تا کہ آہل کو نعرہ دینے کیلئے ایک شرعی حیرا ہونا چاہیے۔

آہ! اس بات کیلئے ہمارے دوست سوزیا اور کون متین تھا اور پلیسٹیکائی نے ہی چاہا کہ  
اس کے پدر مرحوم کی آخری خواہش کے موافق اسی کا عقد ہنوز یا کے ساتھ کر لیا جائے۔ مگر  
مذاحمہ اس کج بخت ایشیس کو کہ یہ عالم اب بھی اسے دشمنی کے ہتھکنڈے سے باز نہ آئے وہ وہ  
خوابان رہا وہ ہونٹا! تین دیل ٹپائی ان کو دریا سے چھوڑ گیا کہ وہ

کو بی انا خیال بد نہ پائے۔ آہ ایسا کہ جہاں میں مسلمان ہندوؤں کے گھر - قمار کی آواز - ہندوؤں کے  
مقدورین کی کہانی - عیسائیوں کی کہانی - آواز - درختوں کی آواز - خدا کا آواز -  
یہ سب کچھ ہمارے دل کی کیا حالت کر دی ہو گی۔ آہ یہ ایک طرح کا رعب ہے نہ تھا پھر صبر کیا جانا کہ  
نئی عیسیتیں ہمارے سامنے آتی ہیں ان کی طرح ان دونوں پر مارا ہو اگر فی حقین -

آواز بلند سے یہ اعلان کیا کہ روز بروز میرا ہی ہوش بڑھ رہا ہے اور اب اس قدر آگاہی حاصل کیا  
 سادہ شہر میں وہ استاد رہے کہ حکم قرار دیا کہ اس کو ایک سو روپے ہفت روزہ کے طور پر  
 منظور ہو گیا۔ اس وقت کے حالات سے یہ معلوم ہوا کہ ان دنوں ہندوستان میں ہندوؤں پر انگریزوں  
 کا خیال خراب تھا۔ وہ دھندلا نظر کرتے تھے۔ ان دنوں ہندوؤں کا حال یہ تھا کہ انگریزوں کے سامنے  
 گیا کہ اس کی جان بچاؤ کیلئے کچھ نہیں بچا۔ ان دنوں ہندوؤں کی حالت یہ تھی کہ انگریزوں کے سامنے  
 نہیں فقط ان کے لئے کچھ نہیں بچا۔ ان دنوں ہندوؤں کی حالت یہ تھی کہ انگریزوں کے سامنے  
 خبر مشہور کر کے بچاؤ کا اہتمام کیا۔ ان دنوں ہندوؤں کی حالت یہ تھی کہ انگریزوں کے سامنے

پیشہ و کمال

ہو رہے ہیں۔ یہ سب ان کے

[illegible]



بالکل بخور کرد تا به آتش رسید و چون آتش بجایان خود شکست و بر کیطرح دو سوخت و آتش  
کوین که هر طرف آتشان را هر دو سوخته بین بود - آتش اس جوش مین بر اینها چنگری سوختالی خورش  
خیزان سات آتیه سوسیل سحر که کوکس مقام پر پیونجا جهان دریا زمین ادر زار را شوق و عشق  
کیطرح ملکه دونوں ایک ہوئے ہیں اور یہ وطن دریا زمین اور اسلی کو طے کرتا ہوا وسط فرما  
مین جا بہو چکا - اگر تیری کو مقام پر پہنچے کہ کشتیاں اور کشتی تیر زمین اپنے زور و کشتیاں  
کشتی ساتیوں کو آگے پیچھے سو رکھتے ہیں گودی لرون کا انگس دریا اوٹھ اور تیر کشتی اکھون  
پر تیر طرقتہ کشتی میں جوش پیدا کر لیا گیا - غصہ کی حور اشک انکو کشتیاں پر باطل شک  
پیدا اورانی کی تیرا ہر طرقتہ ہوا - انوالی موجوں پر طاتی ہوئی خاک کا گردن ہتھو گئے تھیں  
اور تیرو تیر خیار زمین دی لانا اورانی تیر ہر سو کو صلی کیطرح دریا کشتیاں پر عبور کر کو آباد تھا  
اور تیرا کرتا ہوا آگسٹ کی دیوار دن تک پہنچ گیا -

ازین پس چونکه ملکه طیبه سیریا کردار حکومت بین و داشت آنها رسیدی حفاظت کسی قدر دوان سرکار و او ج بهی دهنی میسویج ابل امیس - مثل لی شورش اراد آمد کی خبر سرکریطی می می ایست  
شرفه - نه می کرانی سالان جرب رفیه می طرح محفوظ اند و ضبط نالیانها اورنگ می می خود و در سفر  
طی کر می دهم تنگ می تمبلی دهم اسوقت آمل کا کچر نورش چا - در می طاعت اکبر می فرنگی ده اسجو صد کر ذرا  
رو کنی پرا - خود یک دهم کچر لائی می می و اگر سکا کو کی نتیجہ بین شکار - بن کر می کی - بدرون مار کران  
کی دیوار کن کچر می می - که آمل کو یقین کر لیا - که - که جلد انکر زیر لیا  
و از وقت

ابو یونس انیس ...  
رات کی تاریکی میں ...  
چنانچہ وہ ...  
فرج ہو گیا ...  
کیرن ۹ - ۱۰  
ایک قوی ...

خمسر ۱۲۰ بان جلدی تو مرد و کرنا چاہیے مگر خیابان شہر بہت محفوظ معلوم ہوتا ہے ۔ اسکا  
 کرنا اور ہے شکل ! ۔

تھقل ۔ (طیش کے لیے مین) مشکل کیا ہو ؟ دنیا میں کوئی مشکل باجہ ہی ہوتی ہو آستان سہل  
 کو ذری ہمت و جرأت چاہیے اگر اس ذرا سے شہر کا فتح ہو تا مشکل ہو گیا تو اعلیٰ کا فتح کرنا محال ہو گا کیون  
 ہماری فوج کے ایک نفر کی زبان سوا سیاہ بولی کا کلمہ نہ نکلا ٹرے شرم کی بات ہے ۔ کیا سہل کی آہ  
 کا تو یہ اثر نہیں ہو ۔ دیکھو تو کل صبح کس طرح فتح کرنا ہوں ۔ دم بہرین کٹرے کٹرے اگر شہر فتح نہ کر لیا  
 تو اتل کا نام نہیں ۔

آتل کی جس غیرت و لایاؤالی تقریر نے اُن خونخوار حیثیوں کے دل میں ایک فوری ہوش پیدا کر دیا جو  
 اس وقت تک اس صبح تھے اور سب دھم کراہی سخت اور کریمہ آواز میں بڑے لان و گداز کی سادہ  
 کچھ اس طرح اپنے ارادوں کو ظاہر کر نیلے کہ اگر اتفاق سے اس وقت مات کی مہور کر دیو خود ہی تیار کی ہو تو  
 خیال کیا جاتا تھا کہ شاید وہ اس وقت اہل آئیس کے ساتھ وہی معاملہ کرتے جو کسی بغیر حشر کا دن آکا ل نکلا  
 ساتھ کر جائیگا آستینیں بڑھنے لگیں لابی لابی مویخو نیز دیکھ ساتھ ساتھ ہیرے لگے اور بہرے کھٹے ہو  
 سب نے اپنے جھون کی طرف چلے گئے ۔ اچھا صبح بچھو دیکھ پہریم آکر سٹے اہل آئیس کو اپنی شجاعت  
 اور مردانگی اچھی طرح دکھا دینگے ۔

آئیس سرخا کی جانب کچھ توڑی فاصلے پر میدان میں آتل کا کیمپ جنوب مغرب کی جانب دوڑ گیا اور یہ  
 جو شمال کی طرف تھا کہ آئیس کی پست پر زادیہ معرہ بناتا ہوا معرہ کی موت بتا چلا گیا ہے بشرق و جنوب  
 کی طرف آئیس کی دیواریں ہیں اور اس مسافت کی مابین ہیں ہنگری کیمپ کے چومے جیسے اس وقت کچھ ہی  
 طرح نظر آتے ہیں جس طرح چارڈون کے ملے دوسرے اندھیری رات میں کہیں نظر آجاتے ہیں ساری رات  
 لشکر میں بہت اہتمام کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں کی گئیں ۔ رات بہرہر خیمہ میں اس لڑائی کے تذکرہ ہے  
 آلات حرب خوب جاننے کے لگے اور بڑا دھڑ دے دے کر تقریر کے ذریعہ سے ایک نئے دوسرے کے دل میں خوب  
 جوش بڑھایا انکو ساز و سامان دیکھ دیکھ کر مالاخوذہ تارے بھی جھلنا جھللا کر غائب ہو گئے جو بہتر  
 چشمِ حیرت بنی ہوئے آسمان سے تاک رہتے اور گہرا گہرا کر وہ ناریکی ہی کا فور ہو نیلگی جو رات کی وجہ  
 ساری دنیا میں پھیلی ہوئی تھی ۔

پچھلے سیدہ صبح آتے آتے اور پشاور خا وراہی فوج نے ہوئے مشرق کی طرف سے نکلا اور اسی کے ساتھ  
 آتل آجراہی فوج طغر مروج لئے آئیس کی دیوار کی طرف چلا سب گور دہر سوار ہیں ۔







دھن کی بل مارخین اپنے چلاروں کے ذریعہ سے مالتے تھے۔

ایشیسی کو بیوی و ترک بہو، اہل اور لیس کی اچھی طرح دلدہی کو کے انگریجے پہنچے اور انہوں نے  
 بھی کو اس بر کے فامنے سوا ہی مدان میں انیا کیپ بھی تر کیا۔ ڈائی ڈائی اس وقت شرع ہو جاتی تھی  
 آتال سو وقت بچا ہو کر بالکل نہیں مولا کیا تھا۔ دھوپ کی بر بدھیا، دھن کی طرف جاننا کہ بیا تھی اور  
 سبب جانتے تھے کہ اب تہہ ٹھی۔ برین شام کا وقت، تہہ کوئی اس کام کو نہ کر سکتا۔  
 جھکوا ہم شروع کرنا چاہتے ہیں، اب انہی قری دھاتی کہ جبکہ بچہ دانت کو ترائی، اپنا دھار کیا  
 گئی اور یہ خیال کرنا لیا کہ چھوٹی تیا مت آئی ہو وکل ہی آئے۔ آرتا کہ کو اور اس دیا یہ جاتی  
 ہوئی ہو انہا لیں۔

فوجی لوگوں کو اپنے غم کرنے کو خطا ام سے بھی طرح سے دانتا بری ہو کر، اب اپنی منہسی  
 فرض کو انجام دیکھ کر فوجیوں میں جیسے ماورم ہیں ابی تھو، دھن کی طرف سے، دھن کی طرف سے  
 اس سے ہلڑ میں بر تو میں نگہ بنانے کے ان سفید سفید ٹکڑوں پر بنا لیا جاتا ہے۔ آرتا دھن کی نظر آتی تھی  
 جو کہیں کہیں آسمان پر نظر آتے تھے، تاریکی جہاں، اندر پر گھبراہٹ اور کل دھن کی طرف سے  
 گویا غائب ہو گئے جو اس میدان میں دیکھنے والے کی نظر کیے آتے دھن کی طرف سے اس کا سامان ہو کر دھن  
 اب نہ کہیں ہنگامی کے دھن کی نظر آتے ہیں اور نہ ہی پتہ چلتا ہے کہ اُلی کی فوج کی کی طرف ہے۔ مان  
 اندر سے میں جا جا اکیا بیا ل کی طرح آگ کو روشن معلوم ہوئی ہے یا لکھ کر دھن کی باہمی گنگو کا شوالہ  
 گورڈن کے ہتھنہ کے آواز سے جو کالہ میں آجاتی ہے اور جس سے ہل کر مارا جاتا ہے، جتا ہر کہ بیان  
 کوئی فوج لڑی ہے۔ مانتا کی تو کہیں آسمان پر پتہ نہیں مگر مان کہیں کہیں ڈرتے ڈرتے دو چار  
 تاری کل آتے ہیں۔ جہاں، ہندی دھن کی آسمان کے اس ماتمی لباس کا بیل نیلا رنگ نظر آتا ہے

بلا دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے  
 کی طرف سے ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے  
 مکان کی طرف سے ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے  
 میں لڑائی کو کھیا کر دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے  
 حصہ دوم کے پہلے حصہ میں دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے  
 فوج کا مددنی اندر سے ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے، ہندی دھن کی کو پتہ نہ آتا ہے

جاسے صبح کو سو نہوائے ساتھ کہ غم میں پلے ہی میں لیا ہوا اور جو اس وقت اس اند پر کہیں کہیں  
 نال معلوم ہوتا کہ وہ دفن طرف فوج میں تلاطم پڑا ہے وہ جیسقہ رات گذرتی جاتی ہے عقیدہ  
 صبح کی ہونے والی گڑائی کا خون اور اندیشہ اکثر سپاہیوں کو دل پر غالب تھا جاتا ہی شخصیں انہیں نکال  
 میں ڈوبا ہوا ہوا اور جان دیکھی ہوتی تھی کہ ہند کو کہہ چکے ہیں۔ کہیں جانبیں کی فوج شکست  
 کی نسبت راگتیاں ہو رہی ہے۔ کہیں آلات حرب کی برش آدھائی کی جاتی ہے۔ کوئی خون و  
 خطر اسے بستر پر پڑا کر ڈیٹیں بدل رہا ہے مگر غیبا سی طرح آنکھیں نہیں آنی جھڑکے  
 زندگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کوئی بڑا جنگ آلودہ سپاہی کو کوئی اپنی پرانی گزشتہ  
 سنسٹا کر دیکھ کر حوصلے کو مار رہا ہے اور کوئی بزدلی کی اپنا موت کا یقین کر کے اپنے  
 ساتھیوں کے اپنا کہا سنا معائنہ کر رہا ہے۔

بڑے موت کا اندیشہ حقیقت میں بہت بڑا ہوتا ہے۔ رات بھر کسی کو چین نہ تھا کہیں منظر  
 اور شدت غم سے کسی کا کلیہ منہ کو آتا تھا اور کبھی کوئی اپنی ذلت سے بالکل مایوس ہو کر چپ  
 سر جھکا کر بیٹھ رہتا تھا۔ چرخ کبر نثار کی سنگدلی سے سنبالا نہ ہیں مگر اس وقت ان لوگوں  
 کے رنج و غم کی حالت دیکھ کر شبنم کے پیر میں وہ بھی آٹھ آٹھ آنسو در در رہا ہے یا اگر غلط  
 ہے تو انہیں لوگوں کے منہ سے نکلنے والے بھارات ہو گئے جو فلک کی سرد مہر کی پانی ہو چکر گزرتی  
 اور اگر یہی نہیں سمجھ ہے تو دوسرا دیکھتی اور ام سفلی کے غم سے کچھ سوچ کر دل کو اٹھتے ہوئے نکالتا  
 ہیں جو نارسانی سے آسمان کی کہنیں پہنچ سکتے اور راہ میں گڑھے نہ مہر کی سردی پا کر  
 اٹک کر غم میں جو پٹک پڑے ہیں۔ مگر یہ کوئی فرد بات جسے سب سے بڑے پر ایک قسم کی غمی پائی جاتا  
 ہے فوجی لوگوں کا بھی ہوتا ہے جو سب سے معلوم ہوتا ہے جسکو شجاعت کی تزجارت کو خوب  
 گرم ہونا چاہیے تھا اور وہ دل بھرا ہوا ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ جو انہر دسپا چھوٹے پہلو میں نہیں  
 کو بہت پر جوش ہونا چاہیے۔

مشہور بات ہے کہ رنج و انتشار کی راقین عموماً کسی طرح کا سین ٹھٹھ کر یہ بھی بہت سچ ہے کہ بڑے  
 دفن کی سیاہ اور اندھیری واقفین میں اپنا سایہ بھی اپنا سایہ نہیں دیتا یہ رات اور کراسائے  
 سر اٹھا کر باٹھا جلی جاتی تھی جس طرح عہد روزہ کی عزت نہ گھریاں۔ اور اکثر صبح کی ہونے والی گڑائی  
 کے نام سے سمجھے ہوئے ہوتے اور ڈھانڈا مارا گیا رہتے تھے کہ عہد وہ اس رات کی صبح نہ تو آچکا  
 مگر آہ۔ یہ کہے اختیار میں تھا! فلک بھر فخر اس وقت کسی اس آفت دران کی قیامت خیز چال





ماہ لکھا، اور دسب آلات طرح آڑ سے پیراستہ ہو کر میدان کا زرے۔ رہوئے تیار ہو گئی تھیں۔ موت کو نام نہاد سب ڈرتے ہیں اور کہ فی جی مریکے کو خوشی ہو کہ سب سپہین و تاجہ جہلین ہو جاتا ہے کلاب ہم موت کو بہرست ہاتھوں کے کسی طرح نہیں پہنچ سکتے تو پیرا ڈاڈ اور کھنگا آدمی کو دل سے نکل جاتا ہے اور اس سختی کی حالت میں کہیں بھی ایک خجالت بہت آزادی کو ساتھ اپنی چوہر دکھاتی ہے۔ فوجیوں کو بھی اس ہیئت کی جو کہ کسی طرح امید باقی نہ رہ سکتی تھی۔ کچھ دل کا ہر سبھی بالکل نکل گیا تھا اور وہ اپنی دادرشیں کر لے کر کھلے جانا چاہتے تھے۔ ہر وقت جرات و دلیری کو آواز شجاعت و مردانگی کے خون میں زنگ ہو کر سرخ و سرخ انکو چہرہ پر ڈالتے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور اسکو دہری مائل دشمنی ظاہر ہوتی تھی ترقی دہری مائل جو شرفی اخ و سخی نکل کر حضور وقت اکو چہرہ پر پڑ جاتی تھی۔ لاکو مرے برتیار دیکھ کر اب آفتاب عالم اب بھی اپنا سرنگا کئے زمین کے ساتوں طبقہ پہاڑ تا نکلا رہا۔ دہری مائل ہوئی سنہی زمین پر طرح ہر وقت اکو پریشان معلوم ہوتی تھیں جس طرح کسی حور و شادیں زمین لیدی کی چوہر سے لایہ زل یا خود ہنگی استار کی حالت میں چہرے کے ادھر ادھر ٹپکے ہوں اور اسکو سو پیر ہنگس۔ دم کرا نہ رٹی۔ باب۔

آفتاب نکل رہا اور آفتاب کی فوج آٹھ کھرب بڑی آواز کے ساتھ جاری ہو کر نکل بچھا جانا جو حند یون کے برسر کھمبہ زمین اور انکو گھوڑے اپنی ٹانگوں سے اس میدان کو اس ہرے ہرے سبزے کو پامال کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جسیرات کی ٹیری ہوئی ششمن کو ڈھکے ہوئے قطری اسی کو نکلے ہوئے آفتاب کی سنہری کوفوں میں کچھ عجب آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہیں۔ آفتاب کی فوج جاتے جاتے اب اس مقام کو قریب ہو چکے تھے گئی ہو جہاں آیتیں ایسا گھورا ڈورا ڈور کر جلدی صفوں کی دھڑکی کر رہا تھا۔

اسنے اپنی کل فوج کو درمیان صفوں تقسیم کیا ہے جو کہی با دیگرے زمین کی مستوی سطح اور مستقیم خط پر محمود بنی ہوئی خاموش کھڑی ہیں انکا طولانی سلسلہ شلالا جھوٹا ہر ہر راجہ انوں کو اپنی ایک ایک قطار میں لے ہو کر دو رنگ چلا گیا ہے۔

آگے والی ایک سو ساٹھ صفیں تو اٹلی کی فوج کی ہیں جنہیں کچھ توڑی جماعت بچے چپائے اہل آرائیں کی بھی ہزار جہاں سے بیدل فوج کو درمیان صفوں کی ہر صف شروع ہوئی ہے۔ ہر صف کا ایک فوج کا آغاز جو تھوڑا کر ساتھ آئی اور جبکہ باہمی امتیاز کیلئے لگاتار کو شاہی نشان کا پریر ہوا اس امر تا ہوا اور دیکھنے والے کو تا باہر کی میاں سے دوسری فوج شروع ہوئی۔

یہ رزق اس مصلحت سے بخلا کہ کوئی بچہ کہ اس وقت اس سے کوئی کام لیا غلط نہ تھا بلکہ سچو سامان سے درست کر کے بیٹا بنا دیا اسلئے کہ کسی تھی کہ اگر خدا کا ہستہ عین ترائی میں کوئی فقیر پڑے یا اور بھی مرد کی عزت ہو تو اس وقت اس تازہ دم فروغ سے کام لیا جائے۔

یہ طوائف فاحشہ خوج کہیں کائنات سے درمست ہو کر میدان کارزار کے اس ہر چہرے پر کھینچے ہوئے ایک حسرت کی نظر دکھائی دے گی جس پر صورت کی مٹائے ہوئے نگاہ پر شمع اجمار موتی کی طرح ہو گی شمع کی دھواں دھواں کہ زمین پر گرتے ہیں مگر تھوڑی دیر میں اسی پرستہ ان لوگوں کا خون گر کر زمین پر بہتا ہو گا۔

گویہ فوج اچھل کی فوج کی طرح فوج کیلئے جو تو ہنسی مگر چہرہ بانی نیس مرحوم اور شیش کے طفیل سے اسکی حالت انہار یا نیکی فوج کی عینا کہ بہت ایسی تھیں اور اس امر کے قابل تھی کہ اسپر قواعد ان فوج کو اطلاق کریں۔

انیس ترتیب صفوں کے حسب ذراغ ہو چکا تو پھر اس امر فرمائیے کہ ان سے دو سو بائیس سو تھیں  
باقی تین اکیاسی اسی ساری فوج سے گرد ایک جگہ لگا لیا اور جب اس معون کی دستہ کی کاڑھ کو چھیڑ  
یعنی اکیاسی تو پھر گھوڑے کا دوا دیا ہوا فوج کے سامنے کھڑا کر دیا اور پنے لشکر کو غماز ہوا کہ اسے لگا  
لایا اٹھ کر دو دیا سو اور اسے میری فوج کے ہمارے دباؤ تم جانتے ہو کہ کسے کہ جو کچھ سوختہ تم  
خوارا کی شہریت ملاری سامنے کر کے ہیں وہ دو سو بائیس (دو سو بائیس) جاہر ہیں۔ بیرحم۔ ظالم۔ باطل  
و جی۔ جبکہ جنہ آدمیت کی خود کین نام کو بھی نہیں چوگی۔ اے لوگو۔ اس لشکر دندوں سے سے چو  
ہیں۔ یہ لیے سخت دل ہیں کہ اپنی سواری کی محنت کو کھڑا لگا گوشت ہیں جو فوج تو کہا جا رہا ہے اور  
ملک دال کے لالچ میں اپنے سے بڑے خون بکڑ بھی بنا جاتے ہیں۔ خدا خدا کہ یہ کین پھر غلبہ  
یا گئے تو تم جے باب میں انہی کا امید کر سکتے ہو یہ اس طرح تمہارے آباد شہر کو تیرے دباؤ سے چو  
تمہارے وطن کا یہ چو جے جس طرح یہ انہی کے پھر ہے ہیں یہ تمہارے مکانوں میں اس کے دیکھے  
تمہارے مکانوں کو کھڑا کر دینے اور انکو باکریہ تو خور مرغی کے ساتھ مل کر دامن کرنا قید کر

ہرگز یہ لوگ ہمیشہ ان میں سے اپنے ساتھ نہ لکھو۔ ورنہ جو تیرا اور جب، یہاں رخصتی ہو جاتا تو ہر گاہ گوشت کھا لیتے تو اسے  
 دوسرے گھوڑے کا سوار نہیں رکھتے تھے۔ - لایکچاپین  
 باز یہ اشارہ اس تاریخی واقعہ کے ہے جو تعلق کے ناپاک ماحول سے تیسری صدی عری - اسے فقط ملک چھیننے  
 کیلئے اپنے سر اُٹھایا۔ بڑے لاکھوں ایک ہر سترہ قوم پر حکمران تھے۔ اس وقت مائیکرو انڈیا -

تم کو احمد بن یحییٰ نے دیکھ کر چوڑے لہجے میں کہا کہ تم کا کوئی سر دار ہے اور وہ تم کو آگے بڑھاتا ہے اور تم کو اپنا سرکار بناتا ہے۔ یہ تمہاری ملکہ کی شان ہے اور تم کو فقط چھیننے نہیں آئے ہیں بلکہ یہ تمہاری پاک اور عصمت مآب عہد تو تم کو خراب کر لے آئے ہیں۔ یہ تمہاری میسویہ کو بچاؤ نہیں دینا چاہیے۔ انکا کوئی دین نہیں۔ یہ خراب کی حرمتوں اور سبیلوں کو اپنی خدمت میں لانا اپنا غرر سمجھتے ہیں اور اپنے گے بھائی کی بیوی کو اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔ کیا تم ایسے ظالم اور بے دین بادشاہ کی مظلوم راہباں کو زندہ رہنا چاہتے ہو؟ جس کے جواب میں ہر صفت سے بنیں بنیں "کی صدامت ہو" انھیں اس پر یہ نہیں اہی کہ ایسی شرم کی زیادہ بات نہیں ہے۔ تم مجھے صدمہ دو اگر تم کو اس کے جانے کی زندگی منظور ہو تو میں تم کو تمہاری رائے پر چوڑے کر تمہارا ساتھ اپنی سبیل لاری کو بھی خبر دے گا کہ تمہارا ملکہ کی طرف سے کیا کہیں باہر نکلتا ہے؟" جواب ملا "نہیں بنیں۔ ہرگز نہیں۔ ایسا کیسے کہی ہو گا ایسی ذات کی زندگی سوچ کر مر جانا ہزار درجے بہتر ہے۔"

انھیں (خوشی کے بجائے) شائبہ، شائبہ، شائبہ، کیا کہنا۔ مرد میدان ایسے ہیما ہوتے ہیں۔ روح القدس تمہارے جو ملے اور تم کو اس سے بھی اور نہ یادہ بڑھائے۔ میں خود چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ کار کو تم بھی کو اور نہ کرو گے۔ میں تمہارا دل لینا تھا تمہاری ہمارے میں کس کو شک شبہ ہو سکتا ہے۔ بہت سے ملک تمہارا ہی دست و بازو کر دے اور سب فتح ہوئے ہیں۔ تمہاری شجاعت تمہاری جرات کو کوشی باور لڑائیوں میں جیتنے خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ماشا اللہ خوب لڑے ہو۔ اور یقیناً آج ہی صبح کارزار میں اس قسم کی داد شجاعت دیکھ کر تمہارے دشمنوں کی حالت ڈیرہ دو لاکھ کے قریب مگر یہ تمہاری فوجی قوت سے کم ہی ہے ایسی حالت میں انکا ہار لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے ابھی میدان میں انہیں کاٹ چھانٹ کر ڈال دے۔ ان کو ذرا معلوم تو ہو چکا کہ کسی کے ملک پر فوج کشی کو نا ایسا ہوتا ہے۔ انھیں کی یہ تقریر ابھی فلم نہیں ہوئی تھی کہ اکثر فوج کے متفق انسان ہو کر بہت جوش کے ساتھ کہنے لگے اچھا ہکو لڑنے کی اجازت ہو۔ اب ہمارا وہ جوش روکے نہیں رہتا جس کو آپ کی اس پر جوش تقریر نے اور بھی تیز کر دیا (گھوڑے کو سہان کر) دیکھتے اب ہمارے گھوڑے تک بھی روکے نہیں رکھتے۔ جلدی اجازت دیجئے۔

انھیں (شہر دیکھ کر) - ایسی جلدی ابھی نہیں۔ عجیب اہل آرائش بھی کہیں کہنا ہے کس طرح ہیں؟ ان سے آرائش والوں کے لئے تو عجیب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوئی۔ ان جھاکاروں کے ظلم اور ستم تو تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو بلکہ خود تمہارے گدے بھی چلے ہیں انہیں

توڑی دو روز بعد تو عقیانم کو دوزخ میں سے ایک ہی زندہ نہ ملتا۔ کہ یہی دیکھ کے اے مرجی کو ساتھ قتل کر دے جسے جو تیرے دوران ماخون آرمیس کے کھلی کوچوں میں پانی کی طرح نہ بہتا۔ آسمان نے تم کو دستانہ لکھ دیا ہے مگر آج دو تمہارا حقیقہ یہ ہیں۔ سر میں ان ہر دھڑکے کی طرح سمجھ لو۔ بھانے یا بھینے حوائج مانگے میں کیا مجال۔ ابھی اس میں یہ پڑے ہوئے چوہے۔ کہ حکم تو دینے۔

ایشیس نے ان سے شک کرتے ہوئے ایسا ہی بھینا۔ یہ گھبراہٹ میں وہ وقت بھی گزرا اچھا اب میں اپنی جگہ پر جاتا ہوں۔ چوہے باریک اس قدر کہ اور چلا گیا۔

اب سارے میدان میں ایک سناٹا ہے دونوں طرف کی فوجیں صفیں باندھ کر جوش میں بہری کھڑی ہیں۔ میرے ایک دوسرے کا منہ نہایت باہمی اور سب اس امر کا انتظار کر رہے ہیں کہ کتبہ پر چوب تیری اور کب ہوگا اپنی بادی دنیا کا مورقہ ہے۔ ہنگامی کے جوشی حیرت اس طرف کا سکوت دیکھ کر ہی تیرا ادرا۔ ارا یہ بڑے ہوئے جو جینے سے تنگ آ کر آئے جیسے کا نقد کرتے ہیں۔ خدا طے ہو گیا خیال آجاتا ہے کہ کب آج ہوں۔ لیکن اب ادھر ہی کچھ عرصہ

نہیں جو فقط حکم ہی کی دیر معلوم ہوتی ہے۔ میں نے پتہ نہیں ہے کہ کب تک میں دھجی کے خیال سے بنو اور کب کہ ان کو لکھا گیا ہے اور میرے پرستار کھڑا ٹیٹا ناٹ مانڈ ہے جو اپنے باپ کے ہمراہ آیا تھا سب لوگ انتظار ہی میں تھے کہ سہرا ایک مرتبہ نہ جاننا کو حرکت ہوئی

ادرا اسکو دیکھتے ہی لشکر میں طبل جھنگی بجا اور ترنا کی آواز بلند ہوئی جو دونوں فوجوں کو ہوتا کرتی ہوئی ساری میدان میں پس لائی۔ سوار گھوڑے پر سنبھل بیٹھے۔ ایشیس کا گھوڑا آگے بڑھا اور اسی کرتے میں لہزم کی فوج بھی ملی اور آتھل کے لشکر سے بھی لگ بجا اور جوشی لوگ برق دشت تیز گھوڑے پر سوار شیر کی طرح غراتے ہوئے اس طرف کو گھر ہے۔ اب آتے آتے دونوں

فوجوں کے مابین میں ایک ترکانا حملہ رہ گیا ہے ایشیس کی فوج تو ہی طرح ابھی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ مگر آتھل کی فوج چلتے چلتے یکبارگی ٹک گئی اور اس سے زیادہ سکون نہیں ہوا ہے جبکہ وہ دو مختلف حرکتوں کے مابین میں ہونا چاہیے کہ ہر ایک بجا اور اسی کیساتھ ان دھجیوں کی سخت سخت کمانوں کے گوشے کچھ بچے ہو کاؤن تک

کنجے گئے اور ہزاروں تیرا ایک ہی ساتھ جھکیوں سے جھوٹے ایشیس کی فوج کچا جی طرح ابھی سنبھلی ہی تھی کہ ان آئے دھجیوں نے یہو بھگڑ کر لوگوں کے ساتھ تر فضا کا کام کیا اور اکثر کو تھما کر کے ہی طرح نہم سنبھل کر دیا جی طرح کسو حور رش تر پردہ نشین عورت



حسین کے ترنظر کی طرح کہی جو کہ ہی نہ تھا۔ حد طو لیت سے انکو اس فن کی تعلیم عطا کی تھی اور وہ ہر وقت ایک ہی طرح کے جیلے میں تحریک ہونے کے قابل نہیں سمجھے جاتے اور نہ انکی شادی کبھی تھی جب تک کہ وہ بیکر و نہا جنگل میں جا کر جنگی زندگی سے بغیر - بسر - چیتے وغیرہ کو اپنے تر سے ہلاک نہ کر لیں۔ ترادواؤں اور گھوڑے کی سرکار کا وہ عاشق تھے۔ یہی انکا علم تھا یہی انکا ہنر اور اسی کا وہ ہمیشہ مشق سما کر جاتے۔

آہ! کیا اچھا ہونا اگر وہ اس قسم کے شرائط تحصیل علوم کے لئے مقرر کر دے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تو غیر وہ چشمی تھے مگر ترے انسوس کی بات ہو کہ ہم لوگ تہذیب یافتہ ہو کر یوں نہیں تحصیل علوم ترک و فانی اور کتب خانی کیلئے ایسی سخت قیدیں لگاتے ہیں مگر نہیں بلکہ کون جہد نہ کر سکتا ہے۔ نئے نئے تہذیب یافتہ ہو کر ہم پر ہمیشہ چشمی کے نقب سے بکا رہتے ہیں اور اگر سچ بچے تو ہم ہر وقت کے ان چشمیوں سے بھی زیادہ چشمی ہیں ورنہ انہیں کی طرح تحصیل علم کے لئے کسی اور ہی کسی بڑا کام کے واسطے کر نیے لیو کوئی ایسی سخت قید لگاتے کہ جسکی وجہ اسکی حاصل کرنے پر مجبور ہوں ہر گز اپنے آپکو جو کہ تر اندازی میں مرد سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے آرٹس کے محمد و میدان کو چھوڑ کر لڑائی کے لئے اس شان و شوکت کے میدان کو پسند کیا اور یہاں ہی جلال کی کر کے دیر ہی سہی لڑائی شروع کر دی تاکہ نزدیک ہو کر کھین ایسا ہو کہ تلوار چھینے لگا اور پیر کچہ بنائے۔ بے اور فی الحقیقت اسی استاد کی وجہ سے اس قدر عرصے تک کہ قدم میدان کا زار میں چھے ہی رہی ورنہ ایک کیسے بہاگ لگے ہوتے اور انیس کی بشمار فوج نے انکی شجاعت اور شجاعت کو آنے اور انکو میدان سے نکال دیا ہوتا۔ انیس کے فوج والے کو بڑی مستعدی سے ہر وقت بتر و لکا بندہ بوسا رہی ہیں اور ہر حال میں اگر کسی کو چاس و چشمیوں کو جان سے مار نہیں لیتے تو کانا۔ اندھا۔ یلغی۔ ہنرور کہہ دیتے مگر ان کا رنہ اور چشمیوں کے دلدوز بے در مان بنے ہوئے آئے ہیں اور جب کے سینے پر پڑتے ہیں ہرگز مر غ۔ روح بکریاں انہیں ہی دیکر باہر نکلتے ہیں۔ جب انہیں سننے دیکھا کہ اب۔ را فوج بہت کام آتی جاتی خود حضور میں پر جو کہ تاج ہے وہ انہیں ساتیوں پر بزدلی کا ایک بہت بڑا اثر پیدا کرتا جاتا ہے۔ تو اسکی حیثیت کے لحاظ سے اسکی شجاعت اور بہادری سے۔ لوگ کو غیرت دلاتی جو ہر گھوڑے جوش کے ساتھ اتنی بڑی فوج کا حاکم بنا کر ٹولی سے بیان لے آتا تھا اور یہ اس سے کچھ ایسا حاشا ہوا کہ ہزار دن خونخاک خیلا تم کو ڈراتے ہی رہے مگر وہ بیخ مطلق خیال۔ کیا۔ ایک مرتبہ ٹرے جوش کے ساتھ اپنے جھڑے کو حرکت دی اور کہا۔ اسے میری فوج! اور انیس تو مرتبے لگے اس کے بڑے حاکم اب جسے کا دل چاہے ساتھ۔ یہ اسکا ساتھ دیا اور جیسا بھی چاہے وہ ہمیں مل کر کڑی کرے

دیکھئے ۷۷ احنا کما اور تلوار میاں سے نکال کر گھوڑے کو اڑھ دیا جو ہوا کی طرح  
دراے ٹے بہر تا ہوا دشمن کی طرف چلا۔

ایشیسا کو موت کے منہ میں جاتے دیکھا اب کون ایسا تھا کہ جو خون نہ لٹا رہتا۔ قلب  
شکر سے تپو ڈرک نکلا میرہ سے ۷۸ سا نا ڈچلا اور دیکھا دیکھو سب دیکھا دلون بھی ایک  
مہترہ انگھیں بند کر لیں اور تلوار گھسیٹ گھسیٹ کر اسی طرف کو آئے ہی کی طرح دوڑ کر جھپٹوں  
سے یہی مردن کی فوج سجھڑا ہوتی چلی آتی تھی۔

جگہ با جج رہتے۔ ہر ایک میں ایک سیا جوش پیدا ہوا اور ہر شخص اس امر میں کوشش کر رہا تھا کہ  
جس طرح ممکن ہو ہمارا ہی گھوڑا سب سے آگے ہو۔ گو فوج اسی آئینہ الے تیراں میں جانیوالے  
بیخون فوج کو بہت روکتے تھے اور اس میں سر صدا چا کر ہر قدم پر تیر کا کھاکا گھوڑا  
کی پیٹھ سے گرتے جاتے تھے مگر کسی کو ذرا ہی خیال نہ تھا کہ یا اس جوش خروش نے انکو باہمی  
ارتباط اور رشتہ محبت کو بالکل منقطع کر دیا تھا جو وہ اپنے ساتھیوں کی نصیحتیں اپنے گھوڑوں کی  
طاہون سے روندتے کچلتے چلے جاتے تھے۔

آتش نے گواہی پوری کوشش اس امر میں مرن کر دی کہ جس طرح ممکن ہو وہ ایشیسا کے حملے کو  
روک دے مگر اب کسی فوج کے اہلکاب مانتے تھے۔ تلواریں کہیں ہوئے کھلبے دریاں کی طرح  
سر پر پہنچ گئے اور جاتے ہی جاتے اس دلو نے اور جوش کو بہت اچھا طرح دکھانے کے لئے جس کے  
ظہار کا ایک نا حملے کی دھجہ اب تک موقع نہیں ملا ایشیسا قضا مہرم کی طرح سینہ پر جا پڑا۔ تلواریں  
ماند میرہ پر اور تپو ڈرک بڑی بادر ہی دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر نکلا۔ مگر حق یہ ہے کہ یہی  
بھی غصہ کیے جو جگ اور دلا در سے جو انہوں نے اس بلا کے حملے کو نہایت استقلال سے ادا کیا  
اور بڑی بادر ہی سے اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے۔ انہوں نے اپنی کمائیں اپنی گردنوں میں  
پہن لیں اور تلواریں لے لے کر لڑنے لگے۔

سبا ہی اپنی اپنی شجاعت کے اور تلواریں اپنی کاٹ کے جو ہر دکھانے لگیں۔ موت کا بانہ اب گرم  
ہو گیا ہزار دن کے دارے نیارے ہونے لگے اور ہر کے پیارے سپاہیوں کی گرائیاں جانوں کا  
سودا بڑی بقدری کے ساتھ تپو ڈر سے سر آہ بیخ پر قرار پا گیا جو غیر سے ملنے سے فرد بھین  
ہونے پایا تھا کہ آچو ہو ہو کر منہ سے نہیں بلکہ دہن زخم سے نکل پڑا تھا وہ پو بہت سخت  
ہے اور فوجی لوگ پیاس کے ہر اس اپنے گھوڑوں کی طرح اپنی خشک زبانیں منہ سے باہر





قصاص میں ہلکی کے ہو کے پیگ ہزاروں وحشیں کو جن جس کر تیغ بیدار لینے کے سہاٹا اڈارا اور دل بہر کہ دشمنوں کا خون ہالیا۔ عرصہ کا زرا، حرار ہاتا اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے دہان خاک اڑتی تھی جان توڑی دیسے اپنے ہر ہر اسزہ لہلہاتا ہوا دیکھتا تازین فوجی لوگوں کے خون سے رنگی ہوئی تھی۔ جا بجا گڑھوں میں خون بھی تھا اور اس پر خون میں نہاتے ہوئے جنیوں کا بھی پانی سے کرپن بدل بدل کر ٹوٹنا بار بار دیکھنے والے کی گہرائی ہوئی نظر کو دریا خون سے اڑتی ہوئی موجوں کا دھوکا دیتا تھا۔ دو تین گھنٹے تک قویہ جنگاں بڑی تیزی کے ساتھ بر پار لم گرجا تھلنے دیکھا کہ میری فوج اب نصف سے زایہ کام آگئی ہے اور جقدر باقی رہ گئی ہے سکر دل ہی ٹوٹ گئے ہیں تو جعفر کے ساتھ اسکی بڑھتی ہوئی حوصلے میں کچھ ضعف آیا فوراً اس کے حکم سے بگل بجا جئے اپنے آپ ایک نئی قسم کو آہ از سے اسکی فوج کو اس کے خیال اور ارادے سے آگاہ کر دیا اور سب شکاری کے حسی اپنی اپنی جان بیکر موت کے منہ سے نکل بھاگے۔

جس میں از رسیدیائے نایک کو مانگے ہوئے دیکھ کر شیش ادھار میں کی فوج کے حوصلے اور ترقی کر سکتے اور اسوں نے مانگتے ہوئے دن کا بیچا کیا۔ لیکن توڑی دور آگے ٹرکھرا کو معلوم ہو گیا کہ جس امر عظیم کام نصہ کرتے ہیں وہ آب بھی ہمارے حوصلے اور بہت کمین ہا رہے ہیں ہنگر، اس کے پیچے ہوئے برق و ش گھوڑوں کو ہلا کر بپا سکتے تھے جستم زدن میں کہیں سے نہیں ہورہا اور جب نہو نے دیکھا کہ اسی طرح مانستہ ہا سب چلے ہی گئے ہیں تو وہ جھپٹا کر تیر و کمان لئے گھوڑوں کی پیٹ پر گھوم بیٹھے۔ اکھ گھوڑے تو ہوا سے پتھن کرتے ہوئے ان کے کپکپرت چلے ماتے تھے اور یہ پراطمیدان سو بیٹھے اپنے شتوں میطرن بن گئے تیر ساتے ہوئے چلے جاتے تھے۔

آفتاب کی خونریزیوں کا دن مبر تھا شاد دیکھتے دیکھتے اب معری پاڑن سوٹر لڑا تھا اودان ریاؤن میں ڈوبنے چلا ہے جو دنیا کے لھدن کہہ تھو نا میں تو رہے ہیں۔ دن آخر ہو رہا ہوا در وقت ہوئے آفتاب کی اکر حرکت کر رہا کی سرخ زار پر کر کے

عہ اکھ گھوڑی ایک سرے میں ساتھ نہ سو س نکلتا ہے۔ جب لیک لڑائی ہا تو توڑی ورنے پر آگئی کہ خود بہر کہ تیر و کمان لئے گھوڑے پر گھوم بیٹھے تھے تو اور تھیں جو شتاب میں چلے جاتے تھے کھڑکوں کے کواں در چلے جاتے تھے کہ ایک کسٹا ہا رہا تھا۔ تاہن چین

حکس تو اپنے سامنے سے آسمان کے منزل کو تھے مینا جگہ کر خرب ہو چکا تھا رگ  
رہی سہی ہلکی رگن روختی میں ساری دنیا کے سامنے پیش کر کوئی زبان حال کو کہہ رہی ہے کہ انہیں  
کوئی دیکھو فقط ایک عورت کی شادی ہوئی تھی وجہ کیا کیا ہو گیا اور بے فائدہ کہتے بند گن حدان  
حاشین تھک ہو گئیں ۔

تھوڑی دیر میں شام ہونے لگی تاریکی چہرے پر نظر آ رہی تھی اور آتل اسی طرح اسے دھنوں سے لڑتا  
ہوا اپنے اس حصار میں پوچھ گیا جس میں کسی دشمن کا کچھ رو رہی نہیں چل سکتا ۔ ان وحشوں کی طرح  
بے سرو پایہ ہو کر ہانکنے سے لاشیں اور ٹلہ رس مانڈ کر اکڑ چے چوڑے ہوئے پیلے گواس اور کالین  
ولاسے تھوڑا آج پہاڑی فتح ہو گئی مگر ان وحشوں کو حصار میں اور آفتاب کو خانہ مغرب میں پوچھا  
دیکھ کر بڑے خوش سا تھا انہیں اپنا خیال بھلا ڈالا اور اسی کو ساتھ ۵۰ بی بی بھوری بچے کمپ  
کی طرف پہرے ۔

گو ایک عید ہی دو چار روز تک دو دن فوجیں اپنی جگہ پر ٹہری رہیں اور ٹلہ رس ڈرنے اس باہن  
میں انکو وہ ایک مرتبہ اسی حصار میں پھیرا اسی گرا آتل اپنی جگہ حقیقت کم دیکھ کر دم بخود ہو گیا  
نہ تو وہ خود لڑا اور نہ اسی طرف کی فوج کو زیادہ جرات ہوئی کہ اچھی طرح چھڑ پہاڑ کرے  
دو فوجیں سکوت ہی کی حالت کو مستم سمجھ اور باہر خراشیں آ رہیں مین کچھ فوج کا بندوبست  
کر کے اٹلی کی طرف چل دیا اور آتل ہی فقط اسی ایک خیال کی دل خوش کرتا ہوا اپنی  
دار السلطنت ہنگری کی طرف کوچ کر گیا کہ خبر بات تو رگن کی اس پلٹ چلنا چاہیے کہ موقع محل سے  
دیکھا جائیگا ۔

## سولہواں باب

قید خانہ اور ملاقات

ملا روم کا مشہور اور معتبر مورخ گزرتا ہے کہ میرکہ دنیا کی ایسا نہیں ایک بہت بڑا یادگار قید خانہ ہے جس میں  
ان فوج کی جوڑی تھی بہت قید اور تھوڑے قید خانوں میں قید ہو کر وہاں کی نظر سودیکھا جائیں محرم میں ایک روایت ہے  
دیکھ لاکھ رو رو دیکھ روایت ایک لاکھ باہر ہر آدمی کام آئے اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو فوجوں  
میں سے تین لاکھ آدمی مارے گئے ۔ اور حقیقت میں رومی مورخ کی قول کی تائید کہ یہ بہت کافی دلیل ہے کہ مانتا ہوں کہ  
ایک گزرتا ہے مین نہیں کی لاشیں متعلق ہو گئی ہیں ۔

## شادیاں جو دنیا والے و شیون نے دیا جب ملاقات کو ناشاد کی ناشاد آیا

دشمن کا تمام ہجرا ہو چکا ہے کسی طرح کا ہوشیار کو حق میں کالی بلا سے کمین ہوتا مگر سب سے زیادہ وہ غضب کی جدائی مدد دیکھتا ہے نہ دوسری کی سخت سخت مصیبتیں جیلے ہوئے دو حیران نہیں بے دانش و معشوق کی تہمت میں آئی ہو جو ملوث کی کبھی ایک جی میں جمع ہوئے ہوں نہیں بلکہ رہتے بھی سرخشاؤں پر ہی ہمیشہ ایک نظر دیکھ لینے کے ترستے ہی رہے ہوں۔

جان اور ہتھور باد و فون ریونہ میں ہیں: مگر آہ ابھی ابھی انکی قسمت انکے ساتھ وہی سلوک کو بوجھ ہے جو اب تک کانے کو سون کی سافٹ نے اُن کی نظر انگنوں اور مشاق کا خون کے ساتھ کیا۔ پہنچو رہا تھا دن ریونہ میں ہو چکی تھی اس وقت شام کی تاریکی میں البتہ ہماری دوست جان کو کچھ لطف حیدر اڈھا لیکھا موقع مل گیا تا مگر وہ دن ہے اور آج کی گڑھی کہ پہر بجز پیام سلام کے دوبارہ زیارت نصیب نہوئی۔ احتیاق خون کی شکایت تو خطا ہر اب بشرے سے نہیں معلوم ہوتی مگر یوں اب بجا ہے اس مادی صرحی کو جو استاد مرض کی تائین اگر پہرے پر غایان تھی اس زردی کا قلب انتہائی درجہ پر نظر آتا رہا حکومت عشاق کو اداس چہرے کی ہاتھ ایک قدرتی الفت ہے۔ گو حکومت کے اعتبار سے آج کل ہر کام رمانہ ہے۔ انیس کے ہم آریس پرچے جانکی وجہ سلطنت اعلیٰ کے کل ملکی مالی کام اسی کی آنکھ کے اشارے پر چلتے ہیں۔ خدا کو فضل سے ہر طرح کی عیش اور آرام کے اسباب ملے ہیں۔ مکان اس وقت کے نگلے سے سجا ہوا، دست احباب اس یاس بیٹے ہوئے ہیں اور ادھر ادھر باتیں ہو رہی ہیں مگر یہ جب بیٹھا ہوا ہے دل ستر باتیں کر رہا ہے۔ نہیں معلوم انیس اور آہل کی لڑائی کا کیا راحہ گذرا۔ مگر آہل کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔ توبہ انیس بجا اُس کی کیا لڑے گا۔ وہ ٹرا شجائے اور بہادر سے عجب نہیں جو اسکی موت کہیں چکر دیا لگتی ہو اچھا ہے مارا جائے جس کم جان پاک۔ اسی ظالم کے ہاتھوں خدا تجھے ادا جان کا خون ہوا اور اسکی در اندازی کے مارے میری شادی بھی نہوئے پائی ورنہ ضرور ہو جاتی ملکہ صاحب کی سی راس تھ۔ مائے شادی ہو گئی ہوتی تو کیسے لطف اٹھتے! افسوس۔ خدا کرے موزی مارے لین آہل کی فتح ہوئی بھی تو میرے حق میں ستم کی خاصیت کتنی ہے کیا جب وہ فتح کرتا ہوا تھا پہنچ جائیگا تو یریا شاہزادہ کو چوڑی بھی دینگا۔ کہی نہیں۔ آہ۔ ہر طرح پر شکل ہی شکلا ہے۔



اسکا رنج ہی کیا۔ اب تو جو کہ اس امر میں مشکلیں پڑ گئیں، انکا کتنا ہی کیا، فقط غم کرنے سے تو کوئی  
 نتیجہ نہیں نکل سکتا آپ کو اگر اسکا ایسا ہی خیال ہے تو کوئی اور تدبیر کیجئے۔ اس سے کیا حاصل  
 جانے لے کیا تدبیر کروں۔ میری سمجھ میں تو اب کچھ نہیں آتا۔ آپ ہی کو بتائیے مجھے تو جوندہ کی  
 وہ اٹلی ہی پڑی۔ خدا کی قسم بس اب یہی دل میں آتا ہے کہ کیرٹے پہاڑ کی شکل کی ٹھٹھکی نکل جائے  
 اور اب یہی ہونا ہی ہے۔

میکسمس :- میں حضور! یا غضب ہی نہ کیجئے گا۔ اب شاید مقصود پھنکار ہو چکی جس چیز سے  
 امید ہو سکتی ہو وہ آگ کی ہی سیہ سالاری۔ یہی حکومت ہی آپکا ظاہری ساز و سامان ہے، درجہ اور سب  
 ذریعہ تو ترہیف لینگئے۔ اگر خدا نخواستہ آپنے اکو ہی اسے ہاتھ سے دیدیا تو پھر دیکھیں امر یہ  
 کر سکتے ہیں۔ آپ کو صبر و استقامت سے کاٹ لینا چاہیئے۔ اضطراب اجاہین۔

جان :- ہاں بس اس میں خیالات سے تو اب تک میں اپنے جوش جنون کو زیر دست کر کے رہا  
 در نہ اب تک اس سیہ سالاری کو سات سلام کر کے کربلا نکل گیا ہونا۔ اچھا برکتیامردن  
 کچھ بتائیے۔

میکسمس :- (توڑی دیر نہ کر کے) کیا عرض کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا، توڑی سکو کچھ  
 نہ، آج آپ کا قہہ کیا ہے صاف متاخر فرمائیے۔

جان :- میرا مقصد؟ یہ نہ پوچھیے بس میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ اگر موقع ملے تو اس کا تخت نشین  
 وطن نشین (از) اور اہل ان کو مار لے بلادیں شاہزادی کو اس قہ سے چڑاؤں اور اگر نہ ہو تو چڑھا  
 کہاں سو رہوں یا کہیں اور نکل جاؤں۔

میکسمس :- (مسکراتے ہوئے) میں ہی یہ سب باتیں بہت سمجھتا ہوں۔

جان :- (جب جلا کر) پھر آپ ہی وہ بتائیں جو میں ہوں۔

میکسمس :- کیا بتاؤں۔ بڑی مشکل کی فوج بات ہے کہ حد علالت کا انتظام دہان بہت  
 سخت ہے در نہ اب میں اپنی حالت دیکھ کر مجبور ہی ہو گیا ہوں، اگر کسی طریقہ سے وہ دہان  
 سے پوشیدہ طور پر نکل سکیں تو دہان سوا در کہیں شہادتیں گداسکر سچے ہی بہت بڑی ہیں۔ اچھا

اور یہ تو چاہئے کہ شاہزادی صاحبہ کو کیا ادا کریں۔ کچھ (نکا عنیدہ ہی) آپ کو معلوم ہوا ہے  
 جان :- یہ تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ دہان سخت بہت بڑا ہے۔ البتہ  
 آئین کر سکتی تو بھی مجھے فوج نہیں آتی، رشیدین خود آئینوں سے اس حال میں  
 دیکھا جاتا ہوں۔ حسین وہ اب گرفتار ہیں در نہ ممکن تھا کہ میں جی طرح بیٹھ کر دیکھتا ہوں۔

ملاحظہ کیلئے جاتا ہوں۔ ان ہی جلا جاتا، مگر وہ ملی اور بالٹک کی زانی تو معلوم ہوا کہ وہ طرح پر موجود ہیں۔ اچھا تو پر کیا کیا جا ؟

جان اور میکس میں بھی باتیں ہو رہی تھیں کہ : ”اے میکس ! اگر اسلام کیا عشتی و محبت کا عجیب خاصہ ہوتا ہے۔ عشتی کی جہت عاشق کے ”ن“ میں نہ رہتے کرتے کرتے ان کو دین سے اتحاد کا راز پتہ نہ کر رہا ہے جو دو میان میں ایک ہے۔ ”دین“ کی خبر یہ سچانے کے یہ رہا ہے کہ ”ن“ کی صورت دیکھتے ہی جان ایسا خوش ہو گیا کہ چہرے پر رون اکن اور یہ ٹینگٹ متحرک سطح باتیں کرنا لگا یہ کیوں بالٹک کیسے آئے خیریت ہے۔

بالٹک نے ان حضور بانی کیسے اقبال گسب دیکھتے آج شام کو وہ ملی میری زبان پر وہ کہتی تھی کہ جناب شہزادی ص : ”آپ کا نام یہ فرمائی ہیں“ کیا اب وہ مجھ کو ایسا بول گئے کہ جہ جیسے ہی قید میں بیٹے بڑے مجھ کو گھر کے دروازے سے یہ بھی تہہ لگے کہ اگر مجھ کو ایک نظر دیکھ جا ! آہ تھوڑے کبابیری سارا زانہ پر گیا اور اسے نہ سنا تہہ وہ بھی اگر مجھ کو ان باتیں تک ہو چکا مشکل تھا تو وہ تو ہر وقت آسکتے تھے۔ ”میں یہ خوب جانتی ہوں کہ میری صورت دیکھ کر انکو بہت ہی بے گناہ گھر حشر پہا لکھتے تھے وہ مجھ کو اپنی صورت ضرور دکھا جاتا میں اکیلا رہتی ہوں زندگی میں انکو اور دیکھوں۔“ ”جو کنبہ کہہ ہوں اس دیکھ نہیں جاتا“ بالٹک کا یہ کہنا تھا اور جان کی لٹ کا لگا رہا تھا۔ دل کی چھینی کے ساتھ قلب کی حرارت بڑھ رہی تھی تنفس بڑھ چکر کھاتا ہوا سرد خون لائے ہوئے کھڑ لگایا اور اسے سناتے میں انکیا کر شاہ پہنچے اس سے پہلے کہ اسکو اس حالت میں نہیں دیکھنا تھا۔ ”تھری دیر کے بعد آہستہ آہستہ کچھ زبان بٹنے کی صدا آئی اور پہلے ایک مرتبہ سراوٹا کر نما آہ ! آہ یہ نہیں ہونے کتا۔ بالٹک میں بھی جاتا ہوں“

میکس (بات کاٹ کر) تو سوت رات میں اب تو آٹھ بج گئے ہو مگر ہوا یہ کوئی مہا بظ وقت ہے۔

جان : ”وقت ہوا ہو مگر میں ضرور جاؤنگا اور وقت ہو کیوں نہیں مجھے دیکھ لانا عیشہ دہوکا دیکر ایسے اوقات میں : ”اچھا“ : ”دہان کے لوگو کو کسی انہرے آٹھ لکھا“

حزین : ”یہ تو کہ دیکھتے ہو شیری اسے اپنی کا۔ کیا احکام دیتے رہیں“

انہرے اور حواری کیلئے گھوڑا لگا۔ دو ایک آدمی ساتھ لے گئے میکس بھی اسی سیارے کا



بنیں۔ فقط ایک ہی کو ہمارے ساتھ آنا چاہیے۔ میکس، تم آؤ، یہ سوتے ہی سب لوگ  
ٹھٹھاک کر بے ہوش ہو گئے اور جان اور سمیں اندر چلے۔

یہ مکان شاہی جیل کے نام سے نامزد ہے اور اس میں سلطنت کی طرف سے وہ مجرم طر  
رکھے جاتے ہیں جن کا رشتہ شاہی خاندان سے ہے۔ یہ ایک محل خاص ہے جو بالکل سنسن  
پر ہے۔ وسط میں ایک مختصر عمارت ہے۔ میں سوخت کوئی آدمی نظر نہیں آتا اور چاروں  
طرف کیچڑی دھشت بریں رہی ہے۔ چکر لکھنے سے آدمی کا دل گھبراتا ہے۔ سنگی عمارت ہے۔  
چاروں طرف دروازے ہیں مگر سب بند ہیں۔ کچھ سے لگے ہیں صدر دروازہ مشرق کی  
طرف ہے اور اسی کے سامنے کوئی شخص لٹا ہوا ہے جو ہاتھ لکھتا ہے اور جان و میکس کے  
آنے کی آہٹ پا کر آنکھیں ملتا دھڑکتا ہے اور گھبراہٹ کے لہجے میں اپنی بھاری آواز سے  
سوخت کو کانا جب جان بالکل اس کے سر پہنچا ہے۔

**جان** (توڑے سکوت بعد) ہم ہیں اور کون۔ سو رہے۔ شاہی مجرم کا پہلا ہی  
دیا جاتا ہے کیوں؟ بہت اچھا۔ (بلند آواز میں) یہاں کوئی شخص نے تو نہیں پاتا؟  
**پہرے والا** یہ حضور کوئی نہیں۔ کسکی مجال۔ یہاں پر نہ تو پہرہ نہیں سکتا۔ بس  
شاہی ملک سے دو دقت دیکھی تو البتہ آنے پاتی ہے اور کوئی نہیں۔  
**جان** یہ کوئی نہیں۔ سچ کہتے ہو؟

**پہرے والا** جی ہاں حضور۔ کتنا ہو کر کوئی نہیں۔  
**جان**۔ مان بت ہو شیاری سے حفاظت رکھنا چاہیے اور (اپنے دل میں) کیا  
یہ میں اپنی زبان سے کہے کہ باب میں کہہ رہا ہوں! آٹ۔ خدا سمجھے اسٹھیں جموری کو  
کیجیہ کیا مصلحت وقت یہی ہے (پہرے والے سے مخاطب ہو کر) شاہی راہی رہتی  
کس طرف ہیں؟

**پہرے والا** حضور یہ کیا سامنے ہو کرے بن تو رہیں۔  
اور جان پہنستے ہی اس طرف ٹھہرا۔ درجہ ہی میں اور۔ جو ان کے غالی تھا۔ نہ کہیں  
فرش ہے اور نہ کسی طرف کوئی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ ان البتہ ابامع ضرورت ہی جو  
ابو شام سے مناسبت کے چراغ کی طرح ٹھہرا رہی تھی یا سچے پر دہاں پر ڈالتے جو سکی رہی و  
غم میں بڑے افسوس کے ساتھ اپنا سر زمین پر دیر سے مارتے تھے۔



اس درجے میں ایک کھڑے دار و دروازہ لگا ہوا ہے جو خیر سے بند ہی ہے اور اس کے خیال سے ایک مضبوط قفل بھی لگا ہوا ہے۔ اس کے پاس جان کھڑا ہو کر جاننے لگا۔ روشنی میں چمکلاتی ہر کی سناٹوں کو اپنی رفاقت کی وجہ سے کھڑے کر دے کرتی نہ تھیں مگر تاہم انکو دیکھ کر باہر نکلنے میں کچھ سی قوت صرف کرنی پڑتی تھی کہ وہیں چار قدم باہر نکل کر صحت کچھ نیچے ہو کر بیڑی میں کہ جنکو وہاں آٹھ گھنٹہ پہلے والے کی آنکھوں میں جانا بھی دوسرا ہوتا ہے۔ جانے نے ہر طرف بوز دیکھا مگر جب اسکو کہیں باہر جانے کی نظر ڈالو تو وہ رہی تھی تو گھبرا کر اس سے دوا سے پوچھا کہ کمان ہیں؟ میان تو کوئی نہیں معلوم ہوتا۔

پھر سے والا نے ہین تو حضور وہ کیا پیری ہیں۔ وہ (اشارہ کر کے) سامنے جانے پر اس طرف غور سے دیکھنے لگا۔ اس درجے کو مشرقی اور جنوبی کونے میں دیکھا کہ کوئی شخص جیب میں پتہ پتہ ہے جسے موسیٰ سردی پیچھے لے لے یا دن سمیٹ کر سینے سے لٹائے ہیں۔ نیچے ہر گز نہ دیکھا۔ اس سے اور بڑھتا ہوا ہے اور بڑھتا ہے اس نے اپنا ایک ہاتھ دھرائے سر کے نیچے رکھ لیا ہے۔ اس پاس کوئی نہیں ہے مگر ہاں بیٹھے کچھ کم کا ایک پٹا پٹا ناموٹی قسم کا کوئی اٹھنے پھرنے والا ہے جسکو وہ سردی کی اذیت سے بچنے کے لئے نصف بچلے اور نصف اوڑھے ہوئے ہے۔ جان نے دیکھے ہی پراپی گھبراتے ہوئے آواز میں پھرے والے سے پوچھا ہے ہی شاہزادی ہیں؟

پھر سے والا نے جی نہیں دیا۔ وہ بھی شاہزادی ہیں؟ جان - (بہت خوش ناک بیٹھ گیا) ہاں۔ جیسے بادشاہ وقت خلاف ہو کر چلنا پھرنے کو ایسی ہی مصیبتوں میں پیشا دینا ہے۔ نرم آواز سے شاہزادی صاحبہ "مگر کچھ جوش ہلا وہی پھرے والا کہیں" (سخت آواز میں) شاہزادی صاحبہ - شاہزاد صاحبہ حضور پکارتے ہیں آپ سنتی نہیں۔ اور مگر بیٹھے۔ جلدی جلدی تھر تھرائی ہوئی آواز میں جواب ہلا "ہ۔ کون ہے۔ کیسا ہے۔ کسب میر دشمن ہو گئے اتفاق سے اگر کسی وقت اکہ جب تک جاؤ تو یہ کجخت نہیں مانتے۔ جان عذاب میں پڑ گئی ہے۔ خداوندائیں نے میری ایسی مایا خطا کی تھی؟

پھر سے والا نے - (چڑک کر) "اچھا تو خدا سے شکایت پھر کر لینا۔ ذری اسکو کہ بیٹھو۔ گنتا ہر ہو گیا۔ پھرے والا کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ جان نے ڈانٹ کر کہا: خاموش۔





اس حرا چکھ لیتا۔ مگر میں اب کچھ ہوں۔ میں کوئی نہ کوئی سرزد ہرگز نہیں ہوں۔ بلا سے جاں بابر ہے۔  
**ہنور یاد** حرا میں نہیں خدا کے لئے تم کسی ایسے دیسے خود کا امرا میری وجہ سے۔  
 قصہ نہ کرنا۔ خدا بخیر ہے۔ خدا بخیر ہے تمہارا دشمنوں کی جان کو اگر کسی طرح کہ۔۔۔ یہ ہوگا۔  
 گیا تو ہر چہ ہو یا کجحت کی میت پر کوئی چار آنسو؟ اے والابی نہ ہے گا؟  
**جان** آہ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ خدا مجھ کو اس دن کیلئے رکھے بھی نہیں (آہ بڑی)  
 چیز جو کچھ ہوگا دیکھا جائیگا۔ مگر آپ مجھ کو اس قدر بتا دیں کہ آہ اب کو منظور کیا ہے؟  
**ہنور یاد** جاں کے منہ کی طرف دیکھ کر کیا کہا؟ آنسو! یا رے جاں تینے تجھے  
 یہ ایک ایسا سوال کیا کہ جس کی محکومتی کہی امید نہ تھی۔ خیر سے آگے ابھی تک ہی امر میں  
 تسک ہے کہ مجھ کو کیا منظور ہے! آہ محکومتی وہی منظور رہا اور ہے وہ محکومتی رہے  
 مگر کیا کروں۔

آنسو ہے۔ خدا کو سنیں متغیر۔ ایل دیکھو ہر کے دیتی ہوں بہتیں دیں۔ سر کی قسم  
 میرے لئے تم کسی ایسی ناک امری حرات نہ کر ملیں۔ میں تمہاری سچی محبت کا کمان  
 تک شکر یہ ادا کروں۔ مگر یہاں سے حال تقدیر کا کھانا ملتا ہے۔ تم مجھ کو اب خدا  
 پر چوڑا رہو۔ اس عذاب سے اگر مجھ کو کوئی چیز چھپا سکتا ہے تو وہ موت ہی ہے۔  
 ورنہ اب مجھ کو اپنی رہائی کی کوئی امید باقی نہیں رہی اور نہ میں نے تم کو اس لئے بلایا تھا  
 میں نے تم کو فقط اسلئے تکلیف دی تھی کہ اپنی رست میں تمہاری صورت ایک مرتبہ اور اپنی  
 آنکھوں سے دیکھ لوں۔ آہ کیا کیا تمہا میں نہیں اور کسی خاک میں مل گئیں!۔ وہ  
 رے مقرر! یا رے جان میری وجہ سے مجھ کو بہت بہت مصیبتیں اٹھنا پڑیں۔  
 (ہاتھ پوڑ کر) خدا کے لئے معاف کرنا۔ بھائی ہوئی آواز میں، پیارے جان خود  
 کان لگا کر یہ باتیں سن لینا۔ تمہاری ہنور یا کی اس وقت چلے آئی ہوئی زبان کی شاہ  
 یہ آخری باتیں ہیں جس کو تمہارے دل میں اس وقت کے بعد بہت ڈر ہو رہا ہے گے مگر  
 یہ آواز بہت سن نہیں ملیں۔ پیارے جان تمہارے چہونے کا (زبان دبا کر) بہت رنج  
 کہ کرنا ورنہ میرا روح کو سخت ہڈ پوگا۔ آہ۔ پیارے جان۔۔۔  
 یہ آخری جملے ہنور یا نے اپنی درد آواز میں رک رک کر ادا کیے۔ شاید اور بھی کہنا  
 چاہتی تھی کہ ایک بار اس کے ہاتھ پاؤں تھر تھرا۔۔۔ لیکن خود بخود بند ہونے لگیں۔ ستر

کی طرف بیٹھا ہو کر جھکا۔ سارے یہاں میں ایک بے قاعدہ عرش ہوئی۔ جان نے ہاتھ بڑھا کر بہت سنبھالنا چاہا مگر کھڑے کے حال ہونی کی وجہ سے اس کا کچھ زور نہ چلا۔

جان اور میکس اسے اسے رے کرتے ہی رے اور ہنرور یا غش کہا کر زمین پر گر

پڑی۔ شراق سے گرنے کی آواز سن کر ہرے کے اوپر سے ادا رہا جان خود ان لوگوں کو

بھاگ کر کہا۔ دیکھو شاہزادی کو تیار ہو گیا۔ اچھے طرح سے ایک بار اونٹنیں اور ہر گھر پر

جان کی ہوتی عجیب حالت تھی وہ ہنگامیں دل اسکے سینے کی اندر دھک رہا تھا۔

جبکہ ہنوریا کی پردہ آفرین نے بی طرح ہلا دیا تھا۔ آٹو انگوٹھیں ڈبڈبائے ہوئے

تھے اور اضطراب و ہراس سے سارا بدن کانپ رہا تھا۔ گواہی دل کے ہاتھ

سے قریب ہی تھا کہ یہ ہی گھرے مگر خون رسوائی سے اسے بہت استقلال کے ساتھ اپنے

نہ سنبھلنے والے دل کو سہ طرح سنبھالا کہ کسی کو کچھ ثابت نہوا۔

جان کے حکم سے جلدی جلدی کھڑے کا قفل کھولا گیا پانی کو چھینے مٹے بہ دے گئے

ننگا جھلا گیا ہاتھ یا دن سہلائے گئے چنگے ذریعہ سے خدا خدا کر کے تھوڑی دیر میں

ہنوریا کو کچھ پوش آیا انگلیں کھولیں اور دیکھا کہ میرا چاہنے والا چپ غمگین میرے سامنے

کھڑا ہے۔

آہ بہ دل کا صدمہ ترقی کر گیا اور یہ تار و شمار نہ کرنے لگی سنگی فرش پر کھڑے ہوئے

خیال کیا جاتا تھا کہ بہت چوٹ آئی ہوگی مگر نہیں خدا کے فضل سے خیریت گزری ستر اور

سمینوں میں کچھ یون ہی سی خفیف چوٹ آئی تھی جیسی کچھ تیر میں ہی ہونے لگیں۔

اس چوٹ کی طرف سے گواہ جان کو کچھ اطمینان ہو گیا ہے مگر ہوتی روشنی میں ہلکے

ضعف اور سبخت کو دیکھ کر کھلے اسکا دل کچھ ایسا بہ آیا کہ یہ اپنے دل کو لاکھ لاکھ

سنبھالتا۔ چہ مگر نہیں سنبھلتا۔ رہے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلتے چلے آتے ہیں

جب سے دیکھا کہ میرا از فاش ہوا جا گیا تو وہ بے چارے کے کہ ہنوریا سے کچھ کہے تھے

نہ سے یہ کہتا ہوا باہر نکل آیا کہ وہ دیکھ کر ہرے والوں ہم اب سب ہیں تو آگ بیان سے

بہت ہوشیار رہتا خبردار اور گھومے چوسہ اور ہر کراہنے مکان کی طرف چل دیا۔

سہیل پریان باب

اور شادی نہ کیجئے  
 جا کے گلزار سے ہمتیاز سپر کا اڑاؤ  
 کیا نصیب ہے ترا بابل شیدائے نوا

بار کا موسم ہے، بارے نکل گئے بہن اور آفتاب کی اعتدال سے ساق بڑھنے والی  
 حرارت نے جاتوں کی ٹہری ہوئی سرد ہوا کو ایک قاعدے کے ساتھ گھٹانا متر دیا گیا ہے  
 گلابی گلابی سری راہ گئی ہے اور موسم بہار کی ٹھنڈی ٹھنڈی خوش آئند ہوا عین معنوی  
 مار و اداس کے ساتھ دنیا میں ایک جوش پیدا کرتی ہوئی ہے۔ یہی بہن۔ پیار ڈن۔ سے  
 جی ہوئی یرت گھل گھل کر جیسے اور دریاؤں کے پانی کو جڑیہ ہے اور تباہات  
 میں وقت نامہ کا وہ مادہ جو اس سے ملے گا۔ ان کے در سے ریشوں کی جڑیں دھیا  
 ہوا بیٹھا تھا اب بے رنگ نہ بار رختوں کی رگوں میں خون کی طرح دھڑکتا ہے۔  
 سے کوئلے نکل نکل رہا ہے۔ جا بجا ہوئی کھلیاں ہیں نکل پٹی ہیں اور موسم کی رت بدلی دھما  
 اپنے بڑے ہوئے شوق سے متادل بھی ادن چھوٹیں جا کر دیکھ لیں کہ اتنے بہن جو  
 پہلے باد خزاں کے جو رگوں سے بالکل اچھے ہوئے تھے اسانی کی حیات کا  
 مادہ کو اچھا، اپنی معنوی مقدار سے کچھ بڑھا سوا ہیں۔ یہ عدا کے طور پر یہی ہے کہ ان  
 ہمیشہ ہو چکا یا جاتا ہے اور جو ذہنی طور پر حکم کی حرارت اور رگوں کی گردش  
 پانے کی گرمی سے ہر روز جسم میں تقسیم ہو جاتا ہے مگر اس موسم کی نصف حرارت  
 شخص کے ذریعہ سے اندر جاتی ہوئی ہر این کچھ اساحیات کا اور ان کی دیتی ہوئی  
 ہے کہ سب کے چہرہ پر یکچہ اور ہی رہتی آجاتی ہے جو شاید اس سے پہلے کسی کی فہر  
 نہ آئی ہوگی۔ چوں کے سرخ سرخ رنگ سینا تو اور شوئی آئی ہی جاتی ہے اور  
 ادن سے زیادہ گلہ خوں کی رنگ میں۔ لیکن اس فصل میں تو ان حسرت نصیب شاق  
 کے زرد چہرہ کی کہہ کر ہی کہہ کے سچے ہی خون لہریں لیتا ہوا اور دم ہوا ہے جنہوں نے  
 ساری عمر خزن میں خون جگر پیٹے پیٹے ہو کر ایک قطرہ ہی اپنے غیظ اور زار جسم میں  
 سین چھوڑا تھا۔ بیڑش کی جس شمشادوں کا تو یہ زمانہ نہیں ہوا۔ یہ انکھ سے کہ  
 اس موسم کی ہوا چلتی ہے دھما۔ بے غم کا ایک تھکا لگا لکھنا ہے۔ جسم دیا ہرے  
 ہو جاتے ہیں اور دشت نوردی اور مادہ پائی کا سودا سر میں صاف ہوتا ہے۔

یہ ہے کہ نسل کی اعتدالی حرارت سے ہر شخص کے جسم میں وہ خون ہی رقیق ہو کر رگوں کے اندر اچھی طرح دوڑنے لگتا ہے جو پہلے سردی کے مار کے حاکم سے قلب سے باہر نکلنے کا کام ہی نہیں لیتا تھا اور اسی کے ساتھ وہ حوصلے اور دلوں کے ہی دل میں پیدا ہو جاتے ہیں جو شاید وہ سون میں جوش و خروش کے ساتھ ہوتے ہوئے ہو۔

ہنگری کے بادشاہ آہل یہی اس موسم نے اپنا پورا اثر کیا ہے اور اس کی دلیں پر دوبارہ وہ نوازشیں پیدا ہو گئیں ہیں جن کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ ایک بادشاہ کو پر ہونو علی سا لگتا تھا تو وہ شالوں کے میدان سے جہت مار کر چل دیا تھا مگر اس سال موسم بہار کی روح افزا کہتا ہی پر کچھ اسکا حوصلہ بڑھا۔ ہنور یا کے جینر پنے کی پردل میں نوازش ہوئی۔ پھر دی کا پیام اٹلی بھیجا اور پہلو بہر سے چیلے حوالوں کے ساتھ وہی نامنظوری کا خشک جواب ملا جو پہلے ملا تھا جسے آہل کے طیش کو پہر جوش دلایا اور وہ ہیشمار فوج لے کر کوہ آلبس کو طے کرتا ہوا آگیا۔ ملک پہنچا۔

اکو لیا بحری قوت کے شہر دن میں ساحل ایڈریٹک پر ایک بہت زبردست آباد اور محفوظ مقام تھا اور یہ آہل کے ناحت و تاراج کرتے ہوئے آہل کی خبر سکراں اکو لیا نے آلات حرب و بیڑہ سے اسکو مستحکم کر لیا تھا کہ آہل کو آگے بڑھنے کا کسی طرح موقع نہیں ملا۔ مجبور کیا شہر بنیاد کے اس پاس خیمے ڈیرے ڈرگئے اور اٹلی داسے بڑی مستعدی اور حاکم دی کے ساتھ اپنے شہر کی حفاظت کرنے لگے۔

اس محاصرہ کو اب تین مہینے گزر گئے ہیں ہنگری کی فوج بڑی ہے اور شہر بنیاد کا پٹاک اسی طرح بند ہے جس طرح کہ تالیکن ہان اب اتنا قوی ہے کہ گرم موسم کو بردہا جانے اور گرم ملک کی سخت گرمی نے اہل ہنگری کی ساری شجاعت اور دیر کی لڑائی کی ماد نکال کر اب بالکل نسبت ہمت کو دیا ہے اور اس پر آج تک کی اپنی اہل کو شمش بیکار دیکھ کر اب اس امر کا یقین ہو گیا ہے کہ اکو لیا کا ہمارے ہاتھوں فتح ہونا بہت مشکل ہے اور اسی نسبت ہمتی کے سیل نے ان کو اس امر پر آمادہ کر دیا ہے کہ اب یہاں سے مل جلیں تو اچھا ہے آہل اکثر انکو سمجھایا تھا اور اس وقت بھی اپنی پر جوش و خروش سے انکو جھپٹے ہوئے ہنگری کے آہل کو آج وہ سب کچھ ایسی ہمت مار بیٹھے ہیں کہ انہیں سننے اور اپنے وطن داسے جاننا یا ریان کر رہے ہیں۔ آہل جب کہ اس وقت

انکا منہ دیکھ رہا ہے اور کہہ سکی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرے۔ نہ تو ابھی بیدل فوج کا رد کیا ہی اس کے اختیار میں ہے اور نہ اسکا دل اس ننگ دمار کو قبول کرتا ہے کہ وہ اپنا سامنے لے ہوئے اپنی سلطنت کو ہلٹ جائے۔

آتش اینس خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ اتفاق سے اسکی نظر ایک لکٹ لکڑی پر پڑا کہ جو شہر کو چھوڑ کر اپنے گھر کو لوٹنے چوئے جنگل کی طرف اڑتا چلا جاتا ہے جبکہ دیکھتے ہی اسنے فوراً ایک فقر (اسنے) ال سے گڑھا اور اپنی فوج سے مخاطب ہو کر بلند آواز سے کہا: "یارو کیوں ہمت ہارے دیتے ہو دیکھو لکٹ لکڑی شہر کی تباہی دیکھ کر جنگل کو چل دیا ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایسا جانور جبکہ انسان سے اُس ہو خود بخود دائمی صحبت کو ترک کرے اور جنگل کا راستہ لے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں اب کمانے بیٹے کا سرتا مطلق نہیں رہا اور ایسی حالت میں اسنے شہر کا چین لینا مشکل کیا ہے۔ ذری کرہمت باقہ رہا یہی تو فتح ہوا جاتا ہے۔ ہاں میری فوج کے ہمارے دل میں اُن زمانہ اپنی شہرت اُٹلی والاں کو دکھا دیا ایس ایک ہی حملے میں فتح ہے"

خدا جانے یہ کس غصے کے جوش دلائو اے فقرے تھے جو کہتے ہوئے مبادریا اور دیکھو انکوں کے اشاروں کی طرح فوراً چل گئے۔ سب فوج والوں کی مردہ تنائیں از سر نو زندہ ہو گئیں۔ تازہ جوش بڑھا اور وہ سب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنے کے لیے چلے جو واپس جا بیٹھے تھے تیار کے گھڑے کو اکو لیا دیکھلے کانٹے سے درست تھے شہر نیاہ کے پہاڑ پر بڑا انتظام تھا مگر وحشوں کا یہ حملہ کوئی عجیبی حملہ نہ تھا بلکہ وہ ایسی قوی خیال کا جوش دلا یا ہوا زبردست حملہ تھا جس نے ہل کوئی دقت کو انکی دل سے بالکل کھو دیا تھا اور وہ اس خیال کی بنا پر انکی نظروں میں بالکل ضعیف تھے۔ اے میں سے تو بڑی فوج تو ادنیٰ لوگوں سے گرم یہ کیا کر رہی جو پہاڑ کی حفاظت کر رہے تھے اور باقی فوج دما دما رتی ہوئی ہر مقام پر پہنچ گئی تھی۔ ان سے لکٹ لکڑی کو پرہیز کرتے دیکھا تھا۔ اکو لیا دیکھلے بھاتے رہے اور پھر ہینک ہینک کر دکتے ہی رہے مگر ان وحشیوں نے انکے اوٹھا کر یہ بھی نہیں دیکھا کہ کوئی بٹھا کیا ہے اور کیا کر رہا ہے۔

شہر والے اپنے تو خوب لڑے اور جھڑپے وہ سب جگہ میں نام نہاد کو کے کے لگا کر



پہلے تک تو ڈر ڈالا گیا۔ شہر بپاہ کھدے لگی اور شہر واپس دیو برجی کے ساتھ قتل ہوئے گئے۔  
 الا مان الحقیقہ کا شور برپا ہوتا۔ بڑی بڑی عالیشان عمارتیں جو اپنی بلندی کو دیکھ کر آسمان سے  
 ابھی لایہ ہمسری مارتی تھیں تو بڑی ہی دیر میں مٹی کا ڈھیر بنی ہوئی زمین پر پڑی گئیں۔  
 جا بجا اہل شہر کی نعشوں کے انبار لگے ہوئے تھے جنکے مردے کو زمین ہی خون کے تارک بین  
 قبول کرتی تھی اور انکی گوشت کو وہ ناخاندہ مہمان (گدھے) بھی سین لپیچتے تھے جو ایسے  
 کشتِ دُخون کے مقام پر آسمان سے خود بخود ڈوٹ بڑھتے ہیں۔

ردیح اپنے اپنے طالب کو چھوڑ چھوڑ کر اس سلسلے کو توڑ رہی تھی جو حکمِ مطلق نے بڑی  
 بڑی حکمتوں سے جہم و جان کے مابین میں قائم کیا تھا اور انکا خون اہلِ نعشوں کو ڈھونڈ  
 ہوا ان شرکون پر مارا مارا پھرتا تھا جنہر خود اہل کو لیا ابھی آتے جاتے تھے۔  
 بالا حراہل آہنگری نے شہر پر قبضہ پا کر شہر ادر اہل شہر کا جو حال کیا وہ ردی مورخ کے  
 اس فقرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دوسری پشت کے لوگوں کو کو لیا کی خرابی کے  
 انار تک سین لھے۔

اس کشتِ دُخون پر ہی آمل کا دل بے لایین ہوا بلکہ اس فتحِ عظیم نے اسکی امید کو اور بھی  
 ساتھ اسکے حوصلہ کو اور بھی بڑھا دیا اور وہ اسی طرح بستیوں کو دیرانہ بنا کر مائلی کی داسطنت  
 کی طرف چلا۔

یہ اخبار روڈیائین براہِ پہونچ رہے ہیں اور اہلِ اطالیہ میں سنکر پریشان ہوتے جاتے ہیں  
 سارے ملک میں ایک تھلک بڑا ہوا ہے اور ہر شخص اسی اندیشہ میں ہے کہ دیکھئے اب  
 کیا ہوتا ہے۔ دین ٹینی ان تو ڈر کے مارے تخت و تاج کو چھوڑ کر چلا وطن ہی اٹھیا  
 کرنے کو تھا مگر اسکی مان اور اراکین دولت نے اسکو اطمینان دلا دلا کر ابھی تک روک  
 رکھ لے لیکن بہن سب پریشان۔ دیکھئے نادیدان عام میں وہ تو لگے بیسہ ڈیا  
 چپ سر جھکائے تخت پر بیٹھی ہے اور اسکی داہنی طرف دین ٹینی ان بیٹھا ہے جسکے چہرے  
 پر سب سے زیادہ ہوا کیاں اڑ رہی ہیں اور دیکھئے بائیں طرف دین یسوی کا بیٹھا  
 پادری کیو بھی بیٹھا ہوا ہے وہ جیکے ذرا نیچرہ پر عظمتِ جلال کے ساتھ تقدس بھی پس  
 رہا ہے اور جسکے گلے میں لٹکتی ہوئی مقدس صلیب برقی تعویذ کی طرح سینے پر بڑی  
 ہوئی اپنا مبارک اثر قلب تک پہونچا رہی ہے اسکے بعد ہمارے دوست جان کی کرکھی

پیرائیش کی اور اسکے بعد ادرائیکین دولت کی لیکن سب پر سکوت طاری ہے اور کوئی دم نہیں مارتا توڑی دیوین ملکہ نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا اور ایشیس نے مخاطب ہو کر ایک یا دوسی لہجے میں کہا : ”کیوں ایشیس ! پیراب کیا کیا جائے ؟“

**ایشیس** - (دبی زبان سے) ”حضور کیا عرض کروں فوج کی قلت سے مجبوری ہے ورنہ

میں ان وحیوں کو ان کے مظالم کا اچھی طرح مزا چکھا دیتا۔“  
ملکہ نے یہ توہم ہی جانتے ہیں۔ مگر اسکی کوئی تدبیر ! آخر آپ کی اس تقریر کا ماحل کیا تھا ؟  
تحت دماج سے اب دست بردار ہونا چاہیے۔ کیوں ؟“ جیسے جواب میں بجا ہے اس کے کہ زبان سے کچھ کہا جا ایشیس نے تروڈن جھکائی اور ملکہ اسکا یہ مجبوری کا سکوت دیکھ کر خود ہی کہنے لگی : ”ہاں پیراب کیا ہو سکتا ہے۔ ہنس ! اس سلطنت کی قیمت اور

ہماری سروسنت میں ہی لکھا تھا !“  
جان چپ بیٹھا یہ گفتگو سن رہا تھا ادرہیمت ہاری ہوئی اہل سلطنت کی مایوسی کرتی تھی مانتین۔ ادرہیمت اس کا فوج و نصرت کے ساتھ برابر ٹھہرتے چلے آنا ایک طرف سے دن خون شدہ کا طربا ہو عاشق۔ ایک طرف سے اسید و زنا کا القطار کلی سیب امور اسکے دل کی کچھ عجیب حالت۔ سیکے ہوئے ہیں کہ اسکے کان میں وہی برحسرت جلم ہو چکا ہو ملکہ نے ابھی ایشیس کے سکوب پر کہا تھا۔ ”گو۔“ انت اپنے دل کی حالت کے اعتبار سے اس قابل تھا کہ کچھ کتا مگر میری سنے زبردستی نہ بچ جوش و اس جج کئے اور اس طرح کہنا شروع کیا : ”حضور مانی !۔ خدا مان و اہل اس قدر کیوں دیکھ اور بریشان ہوتے ہیں ؟ جب تک ہم جان نثار دن کے تن میں جان ہے ہوتی تک کسی کی مجال کیا ہے جو روٹا میں قدم ہی رکھ سکے۔ آہل آئے تو سلا۔ دیکھیں کیوں نکر آتا ہے۔“

ملکہ سرکشیق رجوعی کے لہجے میں ”تسا باش۔“ ”تسا باش۔“ کیوں نہ آئے آخر کے بیٹے ہو۔ ایسی ہی ہمت و جرأت چاہیے کہ جان تم یہ تو سبھی لو کہ آخر تم کرو گے کیا ! فوج تو سب شاہن کے میدان میں کٹا گئی۔ کچھ آرنیس کی تدر ہو گئی۔ ہیرا یہ طرہ کہ آج کل کسی طرف سے مدد بھی نہیں مل سکتی۔ ایک قسطنطنیہ پر ہر دساتا مگر وہ سلطنت خود اسکی باجگذا رہے۔ رہا طار اس ماد گودہ بظاہر ملا ہوا ہے اور اگر اس سے مدد طلب کیا جائے تو وہ شاید خوشی سے جلا ہی آئے گا مگر اسکی خفیہ سازشوں سے

دل کو شکستہ ہے - وہ ہی آدمی جالاک - پراسی حالت میں تم کیا کر سکتے ہو یا اور کوئی کیا کر سکتا ہے ؟

**جان** : حضور عالی کا فرمانا بہت بجا ہے لیکن یہ ہی تو نہیں ہو سکتا کہ اتنے سارے شخص سر پر چڑھتا چلا آئے اور ہم کو نہیں بیٹھے دیکھا کریں - حضور - اگر فوج سب قتل ہو ہے تو کیا ہماری ذاتی شجاعت ہی اسکے ساتھ گر گئی ہے - ہرگز نہیں - ایسا کسی نہیں ہو سکتا ہے - محکو حکم ہو میں ابھی تو جا کر روکتا ہوں - دیکھیں تو کس طرح چلا آتا ہے من جقدر فوج باقی ہے اسی سے لڑوں گا - خداوند یسوع میری مدد کرے تو الا ہو **یا ذری لیو** - (جان سے مخاطب ہو کر) "نہیں شک نہیں کہ آپ بڑے شجاع اور بہادر ہیں لیکن یہ تو فرمائیے کہ جب فوج ہی مقابلہ کے قابل نہیں تو آپ اکیلے کر نیے کیا؟ بیفائدہ اپنی جان معرض ہلاکت میں ڈالنا پس حاصل؟" **سکے**

**جان** (بہت پر جوش لہجہ میں) "کچھ ہرج کی بات نہیں ہے - یہ جان ہے - کس دن اگر اپنے خداوند کی نعمت کے کام آجائے تو اس سے زیادہ اسکے لئے اور کون غمخیز بات ہو سکتی ہے ؟"

**یا ڈریا حب** : نہیں نہیں - سکا نام جان ثاری نہیں ہے - ایسی حالت میں لڑنا اپنے آپ کو دانستہ ہلاک کرنا ہے - میرے نزدیک جبر طرح ممکن ہو صلح کی فکر کرنی چاہئے ایسی بے سرد سامانی کی حالت میں میرے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ؟

**ملکہ** : ہاں ہے تو بہتر - مگر شاید اب وہ کسی طرح اس بات پر راضی نہیں ہو گا تاہم اسکی کوشش کی جائے اگر یہ ہو جائے تو اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ؟

**ویلن ٹنی ان** (ایک مرتبہ گہرا گرا) اور اما بجان اگر وہ ہو - یا لیکر ہی راضی ہو جائے تو آپ اسکو دیا لے ؟

**ملکہ** : ہاں یہ ہی ہے - وہ کبھی کسی طرح راضی تو ہو جائے ؟

**جان** - (اپنے دل میں) "نعمت خدا کی ان بھیاؤں پر - اور اس ویلن ٹنی ان کو تو دیکھو کس بے حیائی سے کہہ رہا ہے کبھی تو شرم ہی نہیں آتی - دغہ دہورک کر سقد بلند آواز میں) حضور کا ارشاد بجا ہے لیکن اگر جان بخشی کیجئے تو میں بہت

ادب کے ساتھ اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا کوئی سلطنت علی الخصوص اٹلی کے معزز گورنمنٹ جسکی گورن اجا کسی کے سامنے نہیں جھکی ہے وہ اس نڈک مار کو اپنی طرف منسوب کرنا جائز رکھتی ہے کہ وہ اس طرح خدا کو خستہ اپنی شاہزادی دیکر اپنی سلطنت کو بچائے اگر حضرت اور مجبوری اسکی ہی اجازت دیر سے تمام معاطراب طے ہو جائیں معلوم ہوتا سب جانتے ہونگے کہ اٹلی کو مکر فریب سے بے بسی دت ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ خود اٹلی کی یہ درخواست جب پہلے یہ جیلہ کر کے منظور کی گئی کہ شاہزادی صاحب کی شادی ہو گئی ہے تو اب میں نہیں جانتا کیا کھل کر اس امر سے اپنی بریت کی گئی کہ پہلے ایک سرخی جھوٹی سے (جسکی اقبال اب خود ہی کیا جاتا ہے) اسکو فریب میں دیا گیا۔ اس امر کی درخواست کو نا تو درکنار ایسی حالت میں اسکی درخواست کا منظور کرنا بھی میری ذہن ناقص میں کیا ایسا بد فاعل ہے کہ جسکامین اپنے خداوند دلی نعمت کی طرف منسوب ہونا بھی پسند نہیں کرتا۔

جان کی یہ مخالفت تقریر کے لفظ لفظ سے گستاخی اور بے ادبی مترشح ہو رہی تھی کہ ہرگز قابل نہ تھی کہ ادا کا وزن سے شنی جاتی جو بات بات پر با اور دست سینے کے مادی ہوتے ہیں مگر جس چیز نے انکو یہ سب بایں سوا دینا وہ وہی مجبوری تھی جس نے انکو اسلئے کر دینے پر راضی کر دیا تھا جس سے وہ ہمیشہ انکار کرتے۔ جو دلیل ٹینی ان اور مکہ دونوں خوب جانتے تھے کہ ایسے نازک وقت میں جیسے ایک شخص کا بن چلا ہو جانا ہو سخت نقصان ہو بچا دے گا۔ دونوں چپ بیٹھے جان کی تقریر سے آگے اور دم نہیں مارا۔ لیکن توڑی دیر کے بعد جس شخص نے زبان کہولی وہ وہی پادری تھا جو ہمیشہ ہمیشہ ہونے کے ساتھ ملکی امور اور عقل و دانش پر بڑے بڑے عقلا اسکو اپنا پیشوا سمجھتے تھے اسنے کہا۔ ہاں آپ بہت سچ فرماتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں

ہمیں زور کا ایک ہاتھ تھا جو اپنے ذمہ کا بہت بڑا لائن شخص شام کیا جاتا تھا بچے ٹیکس تاپو سکینٹس سوم کی دفاتر کو ۱۹ ستمبر ۱۹۱۹ کو پکائی اور اسکو ملک کو بٹا۔ اسنے اپنی قتل کے زور سے ایسے ایسے کاربائیاں کی کہ کہ ایک وہ لیو دی کریٹ (اعظم) کے نام سے یورپ میں مشہور ہے جسے اپنی مصاحبت۔ ملاعت اور مہر و عقل کے وجہ سے متعدد میں بہت نام بیا کر۔ لفظ

کمان خرابیوں کے پڑ جائے گی وجہ اس صلح کا ہونا یہی مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن پھر یہی اصل  
کے جان بچنے کی اگر کوئی امید ہے تو اسی صلح کے ہو جائیے ہوتی ہے ورنہ یاد  
رکھیے گا کہ یہ یہی مشکل پڑ جائیگی کہ اسکا آسان ہونا کسی صورت سے ممکن نہ ہوگا۔

ملکہ اور دملین ملنی ان یہ مان مان۔ بس صلح کی فکر کرنی چاہیے اور کچھ نہیں  
جسکا ان سب کے ساتھ یہی جو بیٹا حاضر تھے۔ اصل بات یہی کہ انہیں ہر فرد بشر کو دلیر آواز کا جھجکا تھا اور  
ایک شخص ہی یقین کرتا تھا کہ آہل کا گھر جس مقام پر ہو گا اسکا وہی حال ہو گا جو اس کو لیا گیا  
ہوا۔ اسی وجہ سے سب ہی امر کو دل سے چاہتے تھے کہ اگر صلح ہی ٹھیک تو بہت اچھے ہے۔

گو اس رات سے ہمارے دوست نے بہت اختلاف کیا لیکن بیچارے کی ایکٹ ملتی  
اور بالآخر اس کام کو سرانجام دینے کیلئے جو شخص منتخب کر کے آہل کی طرف روانہ  
کیا گیا وہ وہی لائن شخص تھا جس نے اس رات کو پیش کیا تھا۔

خیر بانی تو یہ سب تیرہ پور ہی ہیں اور ادھر آہل شہر دن کو برباد و تباہ کرنا فتح  
اور نصرت کے اندر بجاتا ہوا برابر ٹہرنا چلا آتا ہے آج اس کا گیمپ اس مقام کے  
قریب ہے جہاں کہ دریا گشتیس اور دریا پوہام مل گئے ہیں۔ گیمپ کے سامنے ہزار ہا

سبز سا میدان ہیں اگر آہل آج کی آہل کیلئے وہ قدرتی آبر تر جاری ہیں جو کینے  
دو ٹکی نظر کچالے ہوئے زمین کے اندر ہی اندر دریا کا پانی لئے ہوتے آئے ہیں اسکی شہر  
عندی ہیں جس پیر نے کی ہے وہ ایک ریگستانی فرش ہے جس میں دریا کی طغیان نے زمانہ کی  
طرح نشیب و فراز پیدا کر دیے ہیں آفتاب کی تیز شعاعوں نے انکو رطوبات کو فنا کر کے

ہر جز اور ذرے ذرے میں دھچکدار مادہ دیدیا ہے کہ جو اسوقت دھوپ میں

بجاس طرح جھلک رہی ہیں کہ نظر کو فری ہوتی جاتی ہے اس کے بعد آہل کی مشرق کی طرف  
جانے والی نظر کو وہ مقام ملے گا جہاں دریا گشتیس کا پانی گھوم کر کسبوتی  
کے ساتھ جیل نا اس میں داخل ہوتا ہے یہاں کھداریوں میں پانی سے آئینہ آئینہ کر رہا

اور اس کے ساتھ ملکی معائنہ لائن ہر ایک میں ایسی عائبہ تھی کہ بیٹھ کر چار دھم نے ڈاکٹر اگلنے والی ڈاکٹر  
باوریلین (بہن) یا یہی قیسمات کا ست رگ و خروہ چڑھ کر ۱۱۔ ایریا سلسلے کو راجہ  
ملکہ مہاراجہ کے مرنے کا وقت تو کون مرنے تک ایک توار ہو گیا۔

ہیں ہوا اور بانی کے اخلاق سے جناب بن بن کو اسی طرح ٹوٹ رہے ہیں جی طرح عشق کے  
پر خاں دادی میں خار مغیلان کی جھڑپ سے کسی برہنہ پا کے آلبے قدم قدم پر ٹوٹ جاتے ہیں  
تو خاں درن چڑھ آیا ہے اور آہل خواب راحت سے بیدار ہو کر اپنے جرمی جینے میں پہلے۔ اسی  
فتح تیرنکی بد سوزن میں سکا ذہن لڑا ہوا تھا کہ دربان نے آکر عرض کیا ”حضور عانی رہنا  
سے ایک شخص آیا ہے اور حضور میں باریاب ہونا چاہتا ہے۔“

آہل۔ کیوں۔ کس لئے۔ کیا نام ہے۔ ۹۔

وہی دربان یہ حضور یہ تو مجھ کو معلوم نہیں مگر لوگ کہتے ہیں، یہ سادہ کوئی بڑے معزز  
شخص ہے اہلی کے سب لوگ اسکی قدر کہتے ہیں شاید وہ لہریون کا بیٹا ہو۔  
آہل یہ اچھا آنے دو۔

دربان یہ حکم باکرہ باہر ملا گیا اور تیری دیر کے بعد جو شخص اندر داخل ہوا۔ یہ پادری  
لوہتا۔ آہل تو ایک خوشی فرمے سے تھا۔ نہ اسکا کوئی دین دایان تھا اور نہ اسکی  
تظرف میں دین عیسوی کی کچھ وقعت تھی مگر یہی اسنے فقط اس خیال سے کہ یہ  
ایک مذہب کا پیشوا ہے اسکو بہت تعظیم اور تکریم کرنا سہ لیا۔ کرسی پر بیٹھنے کی اجازت  
دی اور پھر اس طرح گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

آہل یہ آپ کا نام کیا ہے۔

لیو یہ جناب فی مجھ کو پادری لیو کہتے ہیں۔

آہل یہ انا آپ عیسیٰ نامہری کے جانشین ہیں۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ کیا  
بطور سفارت کے آپکا آنا ہوا؟ ۱۰۔

لیو یہ سینن حاب۔ میں سیفرین ہوں۔ لیکن آتا میں فرزند شاہ اہلی کے دربار سے  
ہوں اور انیس کے اہلار سے۔ لیکن سب سے زیادہ مجھ کو جس چیز نے سہوت آکر حضور  
میں حاضر ہونے کی عزت بخشی ہے وہ ایک قسم کی ہمدردی ہے جو مجھ کو مذکورہ خدا کی راستہ  
ابتدا سے ۱۱۔

آہل یہ وہ کیا؟ ذیل ہے۔

لیو یہ بان میں عرض کرتا ہوں لیکن قبل اسکو کہ میں کچھ بتوں مجھ کو چاہیے کہ میں آپ کے  
ساتھ اپنی جان کی امان بھی حضور سے مانگ لوں اسوقت کہ جو بات کسی کے خلاف میں کہتا ہوں

دو مجھ نہ کہ اس کے لئے وہ وہ ہو چکا ہے یہ چھوڑ کر میرا غریب آدمی تو ملکر چپ ہو رہا ہے  
مگر بادشاہوں کے دربار میں تو وہ سنی ہی نہیں مانتی اور کہنے والے کی زبان قطع  
کر دیتی ہے۔

آنکھیں بند نہیں ہیں۔ آپ دینی بیڑا ہوئی حقیقت ہو کر شخص کے جب تعظیم میں آتی ہے تو کس  
لیو نے حضور کی قدر دانی۔ آپ کی بندہ فدا کی جگہ یہ دین کرنا ہے کہ خدا ان والے  
جو یہ لہذا جگہ بچا کر رکھی ہے اور ایک طرف سے قتل عام ہوتا جلا آتا ہے آخر اس کی کوئی حد  
ہی ہے۔

آپ کی کوئی حد نہیں۔ اس کی انتہائی بس ہر وقت تک ہوگی جب تک اٹلی کا ایک تنفس  
ہی نہ رہے گا۔

لیو نے دہشت! مگر گستاخ معاف ہو گیا ہوگا؟ رعایا تو ہوگی نہیں پر بادشاہ  
آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔

آنکھیں بند نہیں ہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔

لیو نے آواز دیا۔ لکھو اس کو کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔

آنکھیں بند نہیں ہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔

لیو نے آواز دیا۔ لکھو اس کو کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔

لیو نے آواز دیا۔ لکھو اس کو کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کی کوئی حد نہیں۔







موجود تھے مگر پھر بھی اسکی سہمی قوت یا یوں کہیے نہ حرص نے ہمارا ایک ارادہ کرتے پر آشوب کر دیا۔ اسنے چاہا کہ وہ انتظار رکھا رہا نہ ہو شاہزادی ہنور پالکے آئے کے ساتھ منتقل ہے۔ اگر اسرا لچھری سے بسر نہ چاہا تو اچھا۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ وہ دار و ارجہ ادا ہے۔ بہاؤ شہزاد کے پیچھے کیسے ہے ہوتے ہیں۔ بہاؤ شہزاد اگر اہل لہذا الی درجہ کیسے کے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں صحت کی قوی ذریعہ ہو جاتا ہے مگر جب امرے میں آکر رات و ناسی کام کریمت چست مانا بلجائے یا بغاوت ہو تو اس میں بھی حرکت کہ اس کتاب کیا تھا تو پھر ہاتھوں سے کے ایسے ایسے ہوتا کہ امراض دفعہ پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان سیکھ ہی پڑے عالم بالا کو تین نیلوت آتھن کی نیست سیکھتا رہتا ہے فریادی وہ ایک حسینہ جمیل کہاری بہت تھی جبکہ کام آگیا کہ تاجا جس ایچ وہ اسکی کثیر القدر و درون کے زمرے میں متروک کیا گیا۔ آج کل کا دن ہے اور یہ ناخدا رنگ کی صورت ہے۔ بہت سوخت آ رہا ہے کہ پھر میں آج کل کے کثیر القدر عیض و نشا کا سبب ماننا ہے۔ اور وہ دیکھ کر شامانہ شان و شوکت کے لئے رہا ہے۔ مکان کی سجادہ میں گوشت لکھن تانے لگے گئے ہیں گڑھاں۔ یہاں ہر شے سے نمایاں ہو رہا ہے جسکی ہنر چاہے تار یک ٹائیں، اعلیٰ ہونے نقل مقتضی ہے۔ ہر شے کے لئے ایک تو کچے کباب اور منتقل شرا کے خوب دور پہلے پہلے بھیج دیا۔ چاہے ہنر ہو تو رہیں مگر خوب لہجہ چڑھا اور سر دینے ترقی کرتے کرتے زکوالہ و داسا کا کچا رہا حال کر با تو آتھن جو تھا ہوا اڈھا اور گڑھا۔ اس نسلت سے اسن خلل پہاچیں۔ نئیابی بی بخاؤ سنگا کو کچھ پیش کش شب عروسی میں لا بولا ہوا۔ دو خوشیہ و کچھ دیکھو وہ تو پردہ کی بات تھی ہکو کیا ہے۔ مگر اس شب کی صبح آتھن صحت میں بہت عورت خیر اور اخوس ناک تھی جسکو حسرت کی نظر سے دیکھنے کے لئے آقا پناہ لیا۔ چاہے ترقی کو شے سے سر نہ لاسے۔

سب خواب و شین سے بیدار ہو ہو کر دیکھا کہ ہاتھوں میں مغناہ ہے۔ چہا چہا ہوا پیل رہی ہے مگر نہیں، حلوہ کیا دھبے و شرا۔ اتنے خواہ گیا۔ سب ہاں دربار حاضر ہیں اور اپنے اندر وہ کی تر رہی اور یہ اسطرح دن چڑھنا جاتا ہے اور سیدھا لوگوں کو کھانا کھانا۔ آتھن سر رہا۔



ہو گیا ہے۔ دانت کی حد سے ہر طرف سے بلند ہو گیا۔ اعزاز اتار ب کی سطر میں۔ ماری یا  
 مارا۔ ایک ہوئی۔ اور شدت غم سے انگلیں اشارے سے نہ نکلیں۔ شہر آواز نہ  
 اس کے خواب نہ رہے۔ یہ بن اس کی رنگینی کا نام۔ یہ کہنے کے لئے کہ رنگت آجاتی ہو  
 یا ہلکی شرجی صرف جیتہ۔ تھان ہیں کو لفظ آتی ہو کہ نہ وہ ٹانگ حریف۔ یہ سب خوش حالی  
 سے بہرہ رکھا۔ اور اس وقت لکھنؤ بہرہ مند اور سب سے بہرہ مند اور سب سے بہرہ مند  
 اور جہ کہ اندر سے تھوڑے مہم میں اپنے جہر کو چھوڑ دین۔ یہ شرجی کہ آیا۔ اور  
 آٹھوں سے جیتہ۔ اور اس وقت لکھنؤ بہرہ مند اور سب سے بہرہ مند اور سب سے بہرہ مند  
 اور ناگہانی۔ اس کا ترجمہ ہے کہ وہ آئے اور جہاں پہلے دو چار اور آدمی کو  
 ان کو خواہش ہے۔ یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 میں بہرہ مند رہا۔ اور یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔

اور کہ تو تاروں کی طرف سے تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 اور کہ تو تاروں کی طرف سے تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔

خطائی علماء۔ یہ منسٹر کہتے۔ عہد انھوں میں کیا تھا۔ یہ منسٹر کہتے۔ عہد انھوں میں کیا تھا۔  
 یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔

یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔  
 یہ کہ یہ تھوڑے مہم میں نہ رہے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔ آتے جاتے۔



رہا کہ اگر کسی عطر یا مہر سے اس کی رائی - وہ یا مہر یا عطر جس میں اس کی رائی یا مہر سے  
 شامل ہو چسب سیر کرنا ہے - یہ کہ یہ رائی مہر سے ہے - یہ جو سن ہر مہر کو گن کر ذریعہ سے  
 بیسٹیر دن میں ہو جو اس کے بیسٹیر سے کی حرکت اور تنفس کے ساتھ اندر جانے والی ہو اگر رائی سے  
 صاف ہو کر ان کو دیکھ کر کان میں ہو چکا ہے اور دماغ کے ایک ذریعہ انقباض میں آئی ہے  
 جو میں سر پر ایسا دیکھا کہ اس کے ذریعہ عطر یا مہر کی گردش کیلئے ان کو گن کر آئیں - یہ آئیں - یہ آئیں  
 جو اس کے جسم میں جو کہ عطر یا مہر سے ہوئی ہیں - یہ بارگاہ میں اس خون میں ہر ایک عضو کا حصہ ہے  
 ہوئی جیسے کہ عطر یا مہر سے اس کی رائی مہر سے ہو کر ان کو ایک دوسرے میں - گون (اور وہ) میں  
 دیکھا ہے اس عطر یا مہر کی طرح دیکھا ہے - یہ کان میں ہو کر دماغ میں ہر صاف  
 ہوئی ہے کہ اس کے ذریعہ اور صاف ہو کر اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے

ہوئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 مگر کوئی عطر یا مہر سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے

خطا ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 میں ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 کیا ہی ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 میں ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 ان دھنوں کی حالت سے کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 کے سامنے کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے

بہت قدر کی ترغیب سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 دوسرے کی خبر کو کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 خون کے دورہ کا حال پہلے خطا ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 ڈاکٹر دماغی عا حین ہر اس کو ثابت کیا کہ خون جسم کے اندر دورہ کرتا ہے -

بہت قصص کی راہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے  
 طرح واقفیت میں کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے اس کے ذریعہ سے



خدا خدا کر کے اب آرام کر لو گھر کو چاہے مغرب کی طرف جبکہ سو رہا ہو اچھوڑ دو پرتو تری لطیف ہو کر  
 زمانہ کی ناساز گاریاں اپنی دامن میں لئے تری تری کے ساتھ بیل رہا تھا اب شہد اوقت دیکھ کر  
 کچھ سست ہوئی ہے مزاج دلکش آدین بڑا چڑھایا بڑا سب رہا جس سے پہلے کسی نے نہ دیکھا تھا شوق کی طرح چپ  
 سٹے میں رہ چکا ہوئے بڑا تھا اب کن اداساں ماکو نہ رہ رہ کر تیرے دماغ میں ڈر بان لکھتا جا رہا ہے  
 ایا غلام تیری بات تو آفتاب نیامت کی بجائے کھانا ہو گئی ادھر دیکھو جہاں یہ قسم کی روٹی آتی جاتی ہے اور وہاں  
 انار بٹا ملی بڑا کھانے لگی اس سے ہری لگے شوخ کوئی جاتی ہے حاکم آفتاب کی کمری نے اور ادا کر ان  
 بیکر بیکر بوسین باقی رکھتا تھا۔ در در دہو پ جوش مسرت ہر چیز پر ہنسی پانی پیر رہی ہے اور آفتاب کے  
 اس گرد آؤد جہرہ پر زطرط سے سرخی آتی جاتی ہے جو اسے تھوڑی سی سیلے رانے میں سمجھتا ہے اور اسے  
 عشاق کی چہرہ کی طرح بالکل زر ڈھپکاتا تھا۔ دونوں وقت لئے کر قریب ہیں اور شہر آبادی سو رہا ہے اور  
 اپنے اسی قدیمی مکان میں ایک یہ تکلف بڑک پڑی ہوئی ہے جس میں پورا کچھ رہا کرتا تھا اور یہاں سے  
 سا بڑا نکھٹا ہے آگستہ ہے پینچوت۔ اما میں خدمت کیلئے دست بستہ جا رہا ہے اور اس کے کھیتی با  
 ریں تن ہو اور ظاہری ہمیشہ آرام کیو جب بہ نسبت پہلے کر آگے جا رہا ہے وہ پہلی ہے جس کو تمام زبرد  
 پہرے پر اور اسی ہی طرح چھائی ہوئی ہے جو جھڑک نہ پتا ہے۔ بہرہ اور وقت کی بات کیلئے وہ کو جاتا ہے  
 ہے کہ سہا کرادی ہند اب پہلے سو رہی ہے کہ رطلہ یا پوہ ہے۔ کیلئے۔ نہ رہے انکو نہ کر رہا ہے کیلئے  
 آہ بالکل صرح ہو گئی ہیں بیوہ بڑے بیوہ کی گھیرنے اور نہ ہو کر اس میں نہ رہا ہے نہ رہا ہے نہ رہا ہے  
 اور اب ہی آبل پیرل سے باقی رہی ہیں۔ "ہ" مگر نہ رہا ہے۔ رہا ہے رہا ہے رہا ہے رہا ہے کہ  
 خوشدل ہو کر بیٹھتی۔ قید سے رہا ہے ملی نہ کیا ملے۔ وہ حد وہ تو کم ہوا میں نہ رہا ہے نہ رہا ہے  
 آہ وہ خوش گہری بلایا کی طرح جلی آتی ہے جس کے کو چھوڑ کر سہا کرانہ کوئے جا رہے ہیں صلیحہ میں  
 یہ سرے ہری چاکیلے بویا دنگائی کی تھی وہ ہیتم ہو گئی۔ اب اس لہجہ جی کی لہجہ چہرے کی میں نہ  
 یہ لہجہ لہجہ کا تھا کیا چاہتے ہیں اچھک کر) ہائے کیا کچھ بھوکا رہا ہے کیا خدا وہ میں کیا کر دلی  
 کھتہ میں سب طرح کی وقت ہے جو چاہے کرے۔ تو مانا ہے۔ گرا رہا ہے۔ ہو۔ یہ کیا بوس اور  
 براہان دل مرد تری رحم کے قابل تھا یہ کچھ ایسی لہجہ پیدا کرنے والے۔ اللہ کے بند یا گھر کے گھر  
 اس کی طبیعت ہو وقت کچھ ایسی گہری ہوئی تھی کہ بیٹھی متون کو کر رہا ہے وہ ایک کھلے لگی ہو کر  
 سب کیوں میری چہرہ پر چھائی آتی ہو کوئی کام ہو تو میری ہی سی سہا کر رہا ہے کوئی نہ لگتا ہے  
 کچھ تماشا تو نہیں نہ لیا ہے۔ انسا نہیں جانتی کہ وقت نے کچھ مدد دے۔ یہ سہا کر رہا ہے نہ لگتا ہے



یہ جھپٹش لگا کر میری گھبراہٹ ہو گئی مگر میری طرح سے کدیا لیا ہر گز گنجھٹیں ایک سینہ سفتیں۔ جاؤ  
 سنبھلو۔ جب جھکو ضرورت ہوگی بلا دنگی نقطہ ایک حاضر ہے۔ دلی تم بیان ہو۔  
 تم میری فراخ کمر سہترہ دلقب ہی ہوا دسب جائیں۔ شاہزادی کا یہ میر غضب کلم ہاتھ سب  
 سرگرمین اور خیالات دسحت دینے کیلئے سا اکر اسکے واسطے ڈا حال کر دیا۔ ہنور یا ہنوری دیر تک اپنے  
 دل ہی سے کچھ باتیں کرتا۔ ہی گزیر دلی کو شاہیہ قریب بلا کر طرح آہستہ آہستہ پوچھنے لگی۔  
 کیون دلی اب کیا ہو گا کسی طرح سے میرا جانا موقوف رہ سکتا ہے ؟

دلی : پہلا بیوی اب کس طرح کوئی ایکورک سکتا ہے یہی آپکار ہنا مشکل تھا مگر وہ تو کیسے ملکہ فنا  
 کے شے مراد سے اترو دن تک آپکا ہائی رہتا ہو ہی گیا در نہ امید ہی سمجھتی ہے  
 چھوٹا رہا۔ (دلی کو کہتے ہیں) آہ تو کیا اب بیان کی رہتا میری دسب ہوئی آہ اب میرا  
 رہنا بیند ہوسکتا ہے۔ ایس میں کس طرح جاؤنگی اس حتی کجھت کی خوش صورت کس طرح جسے  
 دیکھتی تھی آہ ! مقدر نے میرے ساتھ بیت دفائی (اپنے دل میں) نے کجھت ہنور یا اب تو یہاں  
 جان سے چھوٹی ہے۔ بالکل چھوٹی ہے۔ آہ کچھ دنوں کیلئے سینہ ملکہ کش کے لئے ! فوس مری  
 محبت کا اداسی کو ساتھ میرا ہی کیسا فاختہ ہو لے۔ آہ میں کیا جانتی تھی کہ مری پہر گزری چھو  
 اس طرح خراب کر گئی در نہ میں جان کی خواہشوں کا وقت کبھی خون نگر قی جبکہ میرا اختیار ہونا  
 محکو فضل کا موقع دے ہوئے تھا۔ مگر اب فوس کو نیسے کیا ہو سکتا ہے۔ وقت نکل گیا۔ اب لسی موج  
 کہاں مل سکتے ہیں (دلی کو مخاطب ہو کر) دلی ! مگر تم خوب یاد رکھنا کہ یہ سب نایک بھی نہیں ہے  
 ہنور یا جسکے لئے تھی جیسا کہ نہ ملی تو پہر کس کو مل سکتی ہے۔ ایک اتل سینہ ہزار اتل جاہ میں تو کیا  
 ہو سکتا ہے۔ ایک چہری میں۔ (حانوش ہو کر) این یہ شور دلی کی آواز کیسی آتی ہے !

(غور سے سن کر) افو بہت شور ہو رہا ہے اور میں کہیں قریب کی آواز معلوم ہوتی ہے (ذرا کچھ  
 این) اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں محل میں شور ہو رہا۔ دلی ! ذرا کسی سر کو چھتا تو سہی یہ کیا ملکا  
 آدمی تو دریاقت مال کیلئے دوڑتا گیا اور شور و غوغا ہو کہ پورے بازار کا انتشار کی طرح لفظ لفظ ترقی  
 کرتا جاتا ہے۔ اسی نوعی تفسیل حالات دریا کر کے سکر پاس اس ہا سین آیا تھا کہ کٹا ہی محل میں غیر  
 جیل لگی کہ آتلی مر گیا۔

آتلی کو جس سر سلطنت کا لکھوا تھا کہ جو نقصانات پہنچاؤ اور آئندہ جو اندیشہ لگی ہو کر تھی انکا اعتبار سے  
 لگو رہند آتلی اور سو سلین سلطنت کی حق میں آتلی کی یہ خبر مرگ کی لسی مرڈی جانفر اتھی کہ محکو  
 سہی تھا ان دونوں کی جری میر سرت انا رطا ہو گھر کھن کوٹا ہی خاندان کچھ بھلی تھا اور پھر بیان موجو تھے

[illegible][illegible]

نہاں سے اپنی جگہ پر بیٹھ کر دیکھا۔ اس زمانہ کو حرکت ہی جو ایک خموشی کے عالم میں کچھ دیر  
کے اور پھر بھی نہ تھی تو اس نے بالٹک پر ہلکا سا اور کہا۔ "نہ کچھ رہا ہی نہیں کہا ہے۔ کیوں؟" اس نے  
بالٹک سے یہیں حضور مجھے تو کچھ اس میں کہا بس یہی فرماتے تھے کہ حسب طرح ممکن ہو کر نظر لیا  
ہو گیا۔ یہ کیوں؟ تو میری اس طرح انہوں نے مجھے نہیں بلایا تھا۔ یہ کہہ کر وہ کھڑا ہوا۔

بالٹک نے حضور کی تو جھجھکی نہ سہی۔ مجھے بس اسی قدر کہا تھا۔ یہ بھی کہہ کر کہ جلد لوٹیں اور یہی  
کا تو کان چرنبو۔

ہنور نے جلیے میں جھلک کر کہا کہ یہ میں ابھی تیار ہوں مگر بڑی شکل کی بات کہ میں یہاں تک کہ یہاں  
سکتی ہوں۔ اگر علامتہ طور پر جاتی ہوں تو جاے کی اجازت کیوں ملے گی۔ لوگ کھٹکے ہوئے ہیں  
ہیں اور اگر بالفرض اجازت بھی مل گئی تو اور تو سب کھانا باجیان اور ربائی جان کیا کیا شگے نیگے  
اور ہر کچھ میں کہ چپ کر آؤ۔ اگر چپ کر جاتی ہوں تو یہاں سے دیور کچھ ہلکا تک ہزار دن  
آدمیوں کی کمان تک نظر بچاؤں گی کوئی کسکی کسکی آنکھوں میں خاک ڈالیں گا۔ کیوں بالٹک آخر  
تم سمجھو تو۔ سچ کہتی ہوں کہ نہیں۔

بالٹک نے ہان حضور آپ بجا فرماتی ہیں مگر جلیا ہی مرزور جا پھر کوئی بات تو ایسی کہ جو آج  
خلاف معمول اس طرح حضور کو تکلیف دیتے ہیں۔

ہنور نے اچھا تم جا کر دیکھ تو آؤ۔ آنا باجیان اور ربائی جان کمان ہیں اور میں کیا کرتے کسی طرف  
نکل جلیے کا موقع ہے ہی کہ نہیں۔

بالٹک تو مجھ پر فکر یافت حال کیلئے چلا ہے اور دہلی اور ہنور یا میں اس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں  
جو ہوتے کے مقتضی ہیں۔ شام کو ہو کر اب دس گھنٹے کا عرصہ ہو گیا ہے مگر اتھل کو مرنیکی  
خوشی میں جو رشی آج بگلی کردہ اس تاریکی پر لگا لگی ہے جو اندھیری راتوں میں ہونی چاہیے محض  
میں اور ہر آدمی کے اہلین اور خواجہ سراؤں کو ڈر کر اپنا کام کر رہے ہیں۔ دیوان  
خاص میں اس کفر سے روشنی ہے کہ دیکھنے والے کو بار بار یہی خیال گذر رہا ہے کہ یہاں آگ لگی ہوئی  
ہے سبھی مری ہوئی اور کاغذ کی صفائے روشنی فافوس اور مردانہ عینہ سے نکل نکل کر بہت  
نہ اس کے ساتھ ان بڑے بڑے آدم آئینوں پر گر کر ایک عجیبے کے ساتھ ساتھ  
ایوان میں ٹپ ٹپ ہی ہے جو بہت قریب سے جا رہا ہے دیوان میں لگاؤ گھر میں عیش و عشر



دلی اور بالٹک کے مالا مال اقدار اس کے کو بند کیا اور دلی کے ہاں پہلے کپڑے لاکھ حاضر کئے۔  
 رات کے کھانا تختہ تختہ کر گئے۔ برف۔ کر رہا اور ہمارے دیکھنے کی طرح ٹھنڈی ٹھنڈی ہوئی ایک ملکوں کے  
 اکثر ان دربار و نکو بند کو دیا یہ خواہی تو رہی دیر پہلے کھلے پہلے تھے لیوان شاہی حین دین ٹھنڈی ان  
 شراب پیئے پیئے پیئے ہو کر گھر گھر۔ ہاں ملک ملیسیڈ یا کسی قدر ہوشیار ہے اور کچھ سے ہمارا دئے  
 اس سرانہ سا میں اپنی نیما را نکوٹ کے اس سے کسی کو نہا رہی ہے جو کوئی نشہ شراب بدست میں اپنی  
 بڑی ٹھنڈی نشانی انکے ن میں حوانی کی طرح شرح ڈورے دکھا کر ختم دن میں دیکھنے والوں کے مرغ دل  
 یہ نظر سے شکار کر رہا ہو۔ وہ رگ جو میں اپنے اپنے خدمات انجام دیتی ہوئے ہی ادھر آ جا رہے  
 وہ بھی اب کہیں کیس خال خال نظر آتے ہیں درہ کسی کو سردی اور کھانا کو نشہ شراب بے بقا ہو کر  
 اپنی اپنی جگہ پر ٹھکانا دیا اور شاہ نزار کا ہنور یا نا مان کی وضع نیاسے کی کر کے مغربی اور جنوبی  
 دروازہ کے پاس گھڑی کی چیر پٹی پر وہ بہرہ پر اور رات کے آہستہ آہستہ یہ کھتا ہے  
 اچھا بالٹک تم اب دیکھ رہا ہو کہ وہ دلی پر ملک پر طر و ادھ میں اور دلی آئی ہوں  
 بالٹک بہت اچھا کہ کمر بھلا ہزار ہوں یا دروازہ کا پردہ اٹھائے جانا کہ کو چیر کھینچے  
 کہ کوئی ہے تو نہیں۔ پردہ اٹھتا ہے اور میرے کے اٹھتی ہی ایک پی در روشنی جو ابھی پر کے کاندہ  
 شہ جیسا کہ ہر دیکھتی تھی موقع پا کر کسی شوخ گھنٹن کی طرح اپنے حسن عالمی کی جھلکیاں دکھاتی  
 باہر نکلتی ہوئی ہے اور ہنور یا اس کو بے جھانا باہر جاتا۔ لیکن اس خیال سے کہ کوئی جھکو حکمت لے  
 جھوک کر آہستہ آہستہ یہ کہتی ہوئی پردہ چھوڑ دیتی ہے۔ اسے دلی کا وہ کیا ایک موافق  
 والا تو مل رہا ہے! واہ بالٹک کہتے تھے اب کوئی نہیں۔ تو یہ۔ بہر کیا کیا جائے؟  
 دلی سے آئے۔ ایک آدمی کا ہر نام درہ نہا گیا۔ دیکھو اسکو تو میں باقون میں لگاتی ہوں اور  
 آپ نظر چاہئے ڈرے مانتے کر شاہی سوچا کہ اسے آہستہ آہستہ میں نکل چلے پیچھے میں بھی آئی ہے  
 دیا یہ کہ کمر کے لیے تعالیٰ کی طرف اشارہ کر رہا ہے یا نہ کر رہی ہوئی اس وقت دلی کا رخ جنوب  
 کی طرف ہے اور یہ کہ الیک کھال کی طرف اشارہ میں اب ہر دلی باتیں ہو رہی ہیں کہ نہو یا  
 موقع دیکھ کر دلی آ رہے۔ آہستہ آہستہ میں کمر کے اشارہ ہوئی یہ عادی جلد سے  
 باغ میں داخل ہو گئی۔

دلی کو شاہی کی طرف سے چاہئے تھا کہ یہ بہرہ کرے سا اور دم بہرہ بدو میں نکلی جائے  
 ہشتالی کے ساتھ بند کیا اور آہستہ آہستہ میں دلی گئی۔ لیکن شاہی کا اہم تھا

ہیں۔ ذرا ہوشیار رہنا۔ میں ابھی آتی ہوں۔ اس قدر کہا اور تیرہ دوڑی۔ کچنل کو سب بول گئے۔  
اور اب وہ کبھی نہیں۔ دیتیں ہوئیں کہ تیرہ کی سخت سخت تکلیفوں نے اس کا اور سو پر یا کا کام دین  
جیل میں تمام کر دیا۔ مگر ہوتے ہیں باغ کوڑے کوڑے ہر کام پر یا د لاریا لیں ہم اس  
بیمزہ قصے کو یہاں پر دہرائیں چاہتے جو اتفاق سے ہو گیا۔ ماں اشنا تار تار یہ کہ سنو یا  
اور دلی ہوتے جس باغ کی روتوں پر قدم طر مائے۔ یا ہر دہ دہی باغ ہر سیمس ایک  
مرتبہ انجنس بھاگتا۔

سنو یا اور دلی۔ دو اب باہر دے پہاٹک پر پونج گئے ہیں۔ آج سے دروازہ کھولے اور باہر  
نکل کر باٹک کے ساتھ ساتھ جاتے مکان کی طرف چلی بس۔  
خیر سنو یا تو دو گن کی نظر بچائے ہوئے ذرا پیر کہا کر جائیگا۔ آئیے جب تک ہتھوچکر دیکھیں یا رہے  
کس فکر میں۔

جان ہوتے اپنے مکان میں ایک کو کسی رجھوٹ بیٹھا ہوا ہے کوئی سرور اتنی ہوئی دوسری کرھی  
کو کسی پر سامنے رکھی ہے اور حیرت اور پریشانی کی وجہ سے سرور سے کہتے ہوئے سرور کو ایک  
ہاتھ سے سنبھالے ہوئے ہے۔

ایک حیران اور زاکامی نے تو اس کو اپنی مجرہ لٹوار کے ملنے سے پہلے ہی نا اسید کر دیا تھا لیکن صدف  
سو تو سکی ہو ہو دم امید کا الکل خاتمہ ہی ہو گیا تھا جس دن سے آسمان پر اعلیٰ الہی چمکے نے عورتوں  
شاہزادی ہو کر یا کادیہ یا منظور کر لیا گیا۔ یہ ایک ساہ نگاہ۔ اتنی کہ سنے جان کا مڑا جا  
کر دیا۔ یہ تھا اور رنج تھا اور اس کا دل۔ رات دن اس کی سر پر سوچی جاتی تھیں مگر سب سے  
کسی بھی کچھ نہیں نکالتا تھا۔ وہ اس میں افکار میں مبتلا ہی تھا کہ آج آتش کو دیکھی خبر سن  
عشق تو سلف کے اس رقیب کو بدخواہ سے ملے آئے ہیں۔ راتوں نے تو جان کی تمنا دن  
کلمہ سرخون ہا کر دیا اس اعتبار سے اس کی مرقی خوشی حق۔ یہ سب کو سنوئی دہ طو  
اس خبر سے مرزدہ جانغز انکر اس قدر دل کو ساتھ دیا کہ کام لیا جو سو سمجھا کہی آمد میں اس کے  
پہلے جو کوئی روح افزا سننا نہ ہو جو امان چس کے رہا اس نے دل کو تھکے ہوئے  
فرط مسرت اس کا غنچہ دل کو کچھ سا طبع اسے جاسے مرنے پر ہوا۔ سما یا جھڑے۔ ان تک  
غنچے دن ہر گز شام کو ٹھنڈا ٹھنڈا وقت نے ملو فی یا لہر طر سے ہستے ہستے

بے اختیار ہی کھسکتا رہا ایک مرتبہ نہ لکھتا کہ ایسے جلد سے باہر نکل پڑتے ہیں بہت خوش ہوا در سیمبا  
 کہ اب وہ کاٹا تو نکل گیا جو انکھ میں کھٹکتا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اسکا ادھر وہاں ہر طرف ڈھونڈنا خیال  
 ہو گیا ایک ایسے مقام پر گیا جہاں یاس و حران کی بہت بہتیاں کھٹکیں دانت لٹکتی ہوئی نظر آئیں جنکو  
 دیکھتے ہی ہلکی آنکھوں کے نیچے اندھیرا جا گیا۔ سر سے لٹکا اور یہ پریشان ہو کر ہر طرح اپنے دل کھٹے لگا  
 آئیں یہ تو بڑی خطرناکی ہوئی۔ ان کے مان بھائی تو انکے پیچھے ہی دشمن جان ہو رہے تھے انکو کھٹکا کھٹکا  
 رہا۔ اب تو پھاری شاہزادی کی جان کی غیر انگلی ٹپری۔ خداوند کیا کر دے! یہ کچھ سیسی جوہاں پریشان  
 کر ہوا ان باتیں بتیں کہ خیال میں۔ دل سے زبان تک ٹپری شکل سے سو سو ٹپری ہو کر پھینچیں  
 اور تھوڑی دیر کیلئے اسکو بالکل خاموش کر گئیں۔ رنج و غم ترقی کر گیا اور اسی انتشار میں رتہ لکھا جو  
 بالکل بھی شاہزادی ہنور کا پاس کیا تھا۔

اب اسوقت اسکی عجیب حالت تھی۔ طبیعت کو انتشار ہے کہ کچھ وہیں کو پریشان کر رہا ہے اور رنج و غم ہے کہ  
 دیکھنے کو دو دنوں سے اسکو سسل رہا ہے کیلئے اسکا اخطا رہے۔ کان آہٹا پڑ گئیں وہ داری پر  
 لگی ہوئی ہیں اور شقائق نظر آنکھوں سے نکل نکل کر کسی کچھ بڑھ پڑ آتی ہیں۔  
 جان اپنے سینہ خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ میکس سے آکر کہاں لیجئے جناب وہ آگئیں۔

ابھی یہ جملہ تمام بھی نہیں ہوا تھا کہ ہنور یا اسکو قریب پہنچ گئی۔ آگے بالٹک تھاپچھ پچھ دیلی تھی  
 اور بیچ میں شاہزادی جو شرم سے اپنے منہ کو چھپاتے ہوئی تھی۔ جان ایک تھقی کے عالم میں اڑھاوا  
 ہو کر استقبال کیلئے چلا۔ ہنور یا کی بدلی ہوئی دمنہ دیکھ کر بے ہوش ہو کر کچھ دھوکا ہوا اور ٹھٹھک کر کا  
 مگر جب بالٹک نے انکے سے اشارہ ہی اشارہ نہیں اسکو کچھ بتا دیا تو اسے ایک عجیب ذوق شوق کے  
 عالم میں شاہزادی ہنور یا کا ہاتھ اپنی ہاتھ میں لے لیا اور دھڑل لاکر بٹھایا جان یہ خود بیٹھا تھا۔

بالٹک دیلی میکس سب چپ چاپ کھڑی تھی اور جان اپنی جرت کی نظر سے وہ دھوکا اسکی کشف کیا  
 کی طرف دیکھ رہا تھا جو کہ ہنور یا اسوقت پہنچے ہوئے تھے اور اس نے نہ لکھا اور اسکی ہوشو شوق سے نہیں  
 کو کھٹکو کا ذریعہ بنا کر ہر طرح اسکی سیاق و زبان کو گویا کیا۔ "اگر تیرے ہاتھ میں تیرا ہاتھ پناہ جو گئے چری  
 رنگ کھل گیا۔ ہاے گور اپنا اور یاس! مگر خدا کی قسم یہ ہی کتنا سہلا معلوم ہوگا، مگر میں اب خدا کیلئے  
 ادا کر دیتے ہوں کہ جو کچھ دھوکا دیا (ہنور یا پر تھپڑ لگا کر) توبہ۔ توبہ یہاں کیجئے گا پہلے دور ہو جو یہی شہر  
 کہہ کر کہ کوئی ماما۔ لڑائی جلی آتی ہے۔"

ہنور یا۔ (سر جھکا کر ہنور یا تو سب سے سانی ماننے کی کسی مانتے) اب کیجئے اگر کچھ لڑائی ہی بنا دیا تو





خود توجہ سے یا سادہ زبان سے فرج چاہتے تھے۔

جان (توجہ کے لئے) "جسکو خیال نہیں آتا جب آپ ہی کی تکلیف کا جھکو خیال نہیں ہوتا تو کیا سنا کر بڑا کستا۔ یہ جو غضب کیا ہے کہ چاہے کوئی اپنے جان پر ہر قسم کی دگرگاہ نہ کرے کہ میں نے اسے میری طرف دیکھا، کوئی، کون؟ میں نہیں سمجھتا دراصل اس نے فراموش کر دیا، ایسے ہنسل، یہ سنا ہے؟"

جان نے بجا ایسا نہ کرنا کائنات آہ تہا؟ مگر وہ تو کہیے دل میں "سمجھو رہا ہے کیا کیا۔ دل میں کیا۔ رہن رہا نہیں کٹے الٹی (ذرا بگڑ کر) میں نے تین نوٹ سمجھ کر ہون میکسٹر نے اسنو بڑا ہاتھ دیا ہے اور یہ ہے وہی قہر لگا کر میکسٹر کی دیا جو حال ابھی سنا تھا کہ تم میکسٹر ابھی دل میں ہکو پڑ کر مسکرا رہے ہو۔ جان قہر چھینے کیلئے اڑھا ہوا درختوں پر یا جیس مارو ہو کر کہہ رہے ہیں "دیکھو خدا کی قسم یہ بڑا اچھی بات ہے میرا کچھ بری شہرہ جانی میکسٹر نے طلب ہو کر بیٹھنے میرا ہر مردہ دیکھو جو انکو قہر دے، اب ان مجبور ہو کر بیٹھ رہے ہیں۔ اور یہ خود یا میکسٹر کہہ رہے ہیں "ہاں تم آواز سنی ہو؟"

میکسٹر نے حضور میں یہ لکھا ہے۔ پیاری شاہزادی۔ آپکا اتھن ٹرگیا۔ آپکو حمد تو ہوا ہوگا۔ مگر خبر صبر کیجئے۔ آج جھکو آپ نے نسبت مزدور کی لگ کر گھر کی طرح دبان آئینہ سکتا۔ آپ نے جس طرح ممکن ہو شرف لائیے۔ آپکا مشنر جان بچان ہے۔

پھر پھر یا۔ دیکھیں مخاطب ہو کر آپ نے ملاحظہ کیا کیسی باتیں پھر مار گئی ہیں۔ یو جی دیکھو کہ رنج نہ لیں گے۔ وہ تمام لوگوں جو سطح جھکو طعنہ دیا گیا۔ جھکو ایسی باتیں اچھی ہیں معلوم ہوتی ہیں۔ جان "تو کیا خرابی ہوگئی؟ قریب کر کیوں کیا سچ خفا ہوگئیں شاہزادی صاحبہ؟" مگر شاہزادی صاحبہ کہہ کر ادا کر رہے ہیں اب ہونے لگا، اور کیا ہیں سفینے۔

جان نے پیاری شاہزادی کی بالکل خفا ہوگئیں۔ سہرح بلاد جلد پرانی جان سے توفان چھوڑ دیا ہے۔ اچھا مذاق نکالنا کہ میں اسو مذاق درگزدی۔ باتیں خوب سنا آتی ہیں نہیں کہتے راجہ دل میں تادم قلم سے لکھ گیا بدگمانی کا خدا ہلا کر دہ تو خیال میں کہہ رہی ہے سنا ہوا ہے کہ قہر ہو رہا کو کس رات کس وقت کہہ کر گرا کر اس کے کمرے میں آکر بیٹھ کر لکھا تھا کہ "یہ جان بچان نے اپنے اپنے ہاتھ پر شاہزادی کے کمرے میں لکھا ہے کہ میں نے تم کو کچھ نہیں سمجھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ لکھنا تھا تم سچوں کو میں نے یاد رکھا تھا کہ ان کی بوجھ سلا لکھنا آپ کا کہنا آتا ہے سچوں سے۔"

آخر خیال کرنا کہ کسی قسم کی مناسبت ہی تو ہونی چاہیے۔ میں خود چاہتا ہوں کہ تم نے اپنا عرض کسی کو نہ کیا ہو  
 ہنورا یا۔ خیر شکر خدا کا۔ اچھا اب وہ تو آپ فرما میں جسکی اس وقت آئیے جلکے یاد کیا ہے؟

جان۔ مان اسکو میں کہتا ہوں کہ یہ بتا دیجو کہ کیا سچ جج آٹھا ہو میں سنیں؟  
 ہنورا یا۔ میں غفا تو کیا ہوتی مگر مان جس وقت میں اپنے طے فیض کی طرح ہوتا ہوں اسکا محکو  
 رنج تو ضرور ہوتا کہ جب آپ کے خیال اس قسم کو ہوگا تو پیراد کیسی کیا شکایت؟

جان۔ (خوش لہجہ میں) ناچھیسے بڑی غلطی ہوئی جو میں نے یہ فرما لیا (ماتہ جو کر) مٹا کر نا اب  
 ایسی غلطی نہ ہو گی کیونکہ اب تو رنج نہیں ہے غفا مٹا کر دی۔ اراض تو نہیں ہو۔ فرمائیے؟

ہنورا یا۔ یا اللہ۔ تو اب اسکی ضرورت ہی کیا ہے۔ اگر خوش ہوتی تو آتی کیوں؟

جان۔ اچھا تو پھر یہی ہی آجائے۔ وہ آئی۔ وہ آئی۔ اور ہنورا یا اپنی ماتہ کی آڑ کو کر کے احتیاجی

ساتھ بیٹھے لگی اور سی کہتے اور سب بھی۔ اس نے ہی کو سسلے کو ختم ہوتی جان نے ایک ٹیڈی سانس ہی

ادرا بلکہ درمیکس سے غفا طے کر لیا۔ خدا جانے کتنی مدتوں بعد اس وقت اس قدر سنو کا اتفاق ہوا

میکس میں اب بالٹک۔ خداوند سبحان اب آپ تو صاحب کو بدینہ ہنسا ہی رکھے؟

جان۔ آہ۔ خدا جانے کون یا کتنی ہو۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو پیر کیا تھا۔ مگر سہیتو نیس تو اب مٹا ہے۔

مان بیاری شاہزادی! اس وقت میں آپ کو اس تکلیف دی تھی کہ میں آپکا عندیہ نہ بتا کر نا۔ آخر آپکو

منظور کیا ہے۔ صاحبان اس وقت کہہ دیجئے؟

ہنورا یا۔ پیارے جان بڑی مسوس کی بات ہے کہ تم مجھے یہودی سوا ال کو قی ہو۔ جو میرے لیے ایک بہت

مدد دیتا تھا اور جسے جواب ہی میں بار بار محکو دیکھی ہوں نا محکو جسے کسی بات میں نکلا ہو سکتا ہے؟

جان۔ قی میں تو ہی سنا ہوں۔ مگر میں جس بات کو میں کہتا ہوں وہ کہتے تھے اور اس کے بعد کو نہیں

ہنورا یا۔ یا اللہ تو کچھ کو گوی۔ یا نہیں ایک بات ہے کہ دل میں فرض کر لی میں تو ہر طرح سے

جان۔ خدا محکو سلامت رکھے اگر ایسا محکو یقین نہ ملتا تو ہر طرح میں آپکو اس وقت تکلیف بھی دیتی

اچھا ہلو آپ محکو یہ بتا دیجئے کہ آپ میں کوئی عداوت ہو یا نہیں اب میں اپنا مان مائی کی طرف سے کیا ہے؟

ہنورا یا۔ محکو؟ یہ نہ پوچھیے۔ خدا ہی ہی جواب محکو زندہ چھوڑیں کسی طرح اس میں بچ سکتی ہے۔

جان۔ خدا تمہارے دشمن کو سمجھو۔ طے ظالم ہیں۔ بتاتے تھے نا یہ خیال بھی نہیں ہوا محکو ہی ہی اندیشہ تھا۔

اچھا پھر ہی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

ہنورا یا۔ (ٹیڈی سانس لے کر) آہ میں کیا تاروں دت کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے! درباری ہوئی اور میں اسے

کی جان کو حشر کر لیا دانتوں پر چب کر تم یہ خیال کرنا کہ مجھ کو اپنے من کا پانی ہے۔ خدا کی قسم سب سے زیادہ میں کوئی ہرگز تم کی جان کو گھونٹ کر نہ کھائے۔ آہ میری دجہ منگو بہت مصیبتیں اٹھانا پڑیں۔ یہ سہدر کما اوزار و قطار روئے تکی۔

جان کو کیا جان تاب تھی۔ جوش گریہ بڑا اور طفلانہ شک میں ہو کر انکھوں سے نکل پڑی۔ میکسمس نے لنگر ڈال کر سب سے اگلی حالت میں مبتلا ہوا اور دروازے کے دھوکے کی دعا میں مانگتے تھے۔ بالآخر جان ایک پہنچا اپنے رومال سے شاہزادہ کی آنسو پر چھپا کر کہا۔ پیاری شاہزادی! آتھک جاکر کہا وہ میں کیا کر سکتا ہوں۔

جوان کہہ لگا وہ کچھ کرنا پڑے گا مگر نزدیک اب ہی بہتر ہے کہ ہم ادراپ دے دو کسی طرف چل دیں۔  
ہمنور یا۔ مجھ کو تمہارے کھسے میں کچھ غذا ہو سکتی ہے! امین۔ اور میں تو ہر طرح میری فائدہ تمہاری جان کو ملے گی۔ اور جان بھی کچھ مید ہو سکتی تھی۔ مگر کیا آج تم یہ خیال کر لو کہ سب کا نتیجہ کیا ہو گا۔ تمہارا دشمن غضب میں لڑھاٹھ ہے۔ اور تمہاری سپہ سالاری۔ تمہاری دوست دوستی ختم ہو چکی ہے۔ تم کو کچھ نہیں بچا۔

جان نے ادنیٰ کچھ پر ہنس دیا۔ یہ سب تمہارے غلط اکتھاری مید ہیں۔ خدائے خواستہ اگر تم نہیں تو میرے دوست ہمنور یا۔ میں نہیں جانتی ہوں کہ تمہارے دوست ہو گئے یا نہیں۔ مگر کیا آج تم یہ خیال کر لو کہ اگر ہمیشہ میرے سامنے کے ساتھ ہر آئے تو کیا لطف ملے گا اور اگر کہیں برخدا خواستہ دشمنوں کی بات نہ لگے تو میرا کیا ہو گا؟

جان نے پیاری شاہزادی کی تم پر باتوں کا مطلق خیال کر دیا۔ یہاں تک پہنچے پر کیا انکو فرشتے ہی ہو گئے۔ میں پاسکتے۔ ہر گز سب سے اگلی مقام لینے کہ جہاں ہم نہایت عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ رائس اور پرشیا کر بادشاہ کی بارگاہ میں آئے ساتھ ہماری خواہش کے چلے ہیں ان دونوں مقامات میں جہاں ہم ہو چکے ہیں۔ جہاں ہم بہت عزت کے ساتھ لے جاسکے اور پھر ان پوچھ کر کسی کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہمنور یا۔ (تھوڑے سکوت کے بعد) بہت اچھا۔ جو آپ کی مرضی۔ میں تو آپ ہی کے خیال سے کہتی ہوں۔ آپ کی یہی خوشی ہو تو بہتر ہے۔

جان (بہت پر جوش لے کر) خداوند! شکریہ تیرا ہر اہل شکر دیکھیں اور انکے سے خواہش ہو کر) کیسے آپ صاحبو نے کیا کیا ہے؟ سوچ سمجھ کر جواب دیکھئے گا۔

میکسمس۔ ہاں پر ایسی مجبوری کی حالت میں او کیا ہو سکتا ہے۔ بہتر ہے۔  
بالٹک۔ جو مری حسد کی داغ بیل ہرادی صاف کی! اگر آپ کو نزدیک ہی مناسب تو بہتر ہے۔

جان۔ دیو تیرے کون کون چلیے گا۔ بالٹک تمہو مزو جو لے۔ کیوں۔  
بالٹک۔ جی ہاں۔ مجھ کو کیا قدر ہے۔ میں ابسے دقت میں چھوڑ سکتا ہوں! تو بہ۔

جان۔ اور دیو کی تم؟

دلی "جی ہاں۔ میں بھی حاضر ہوں۔ جب ہماری حضور تشریف لے کر جلی میں تو کیا میں بھی جوں کی  
 جہاں " (دیکھئے حسن ظن و دیکھئے توبہ) اب جلدی چلنے کا انتظام کیجئے۔ مگر کیسے؟ انہو اچھا  
 ہنورا۔ رات کا گھر؟ تو کیا اسی وقت؟

جان "اوہ بیکر! بیاری شاہزادی تم خوب عین کر دیا تمہارا ایک خط بھی ٹھہرا لیا اچھا میں  
 بخفا لیں اس وقت ہم چاہتے ہیں کہ میں مل سکتا۔ آج شنبہ کی کار عید و عشرت میں اپنے  
 آپہن۔ نشتر میں ڈھبے ہوئے ہیں سوئی کے تو پرکھ دو پرکھ کر دے کہ کون سی ہے۔ جیہک ہم دیکھ  
 کیسے؟ کہیں ہورہے ہیں پرانا کون ہے؟

ہنورا یہ بہت اچھا جواب کی جوتی ہے

جان "سنگ عرصہ رہا ہوا شکریہ دیکھئے اس کا طاق کر۔ اب جلدی کے لیے چاہیے ہے  
 باڈی کا گھر کو سوار کلو حکم دید کہ فوراً تیار ہوں اور راج کھڑے ہو کر کھڑے ہو کر کھڑے ہو کر  
 اب جلدی جلدی چلنے کی تیاری ہو رہی ہے میں نے اس کے ہاتھ اور دیکھ رہا ہوں کہ وہ  
 دیکھتے ہوئے رہے ہیں۔ جان کو بہشت نظر آگئی ہے نکل نکل کر ہنورا کا ایک کپڑا لڑا ہے۔  
 رہی ہے اور سرہ ارمان و تمنائیں۔ اور سرور رہے ہو ہو کر کھڑے ہو کر کھڑے ہو کر  
 زبان تک کی ہیں بخیر بدھو۔ پوئین کلاس کا لوسٹل روٹ کو بیٹھ گیا تھا عشق ہاں میر  
 سوار ہو اور ہنورا کی گلیاں سی خوشی نے اسکا سا مال مال کر دیا ہے کہ نکال کر دیکھتے ہوئے رہے ہیں۔  
 وہ اندیشہ بھی ہو کہ اس خیال میں میں آتے ہوئے اس کا بھرا خیر رہے ہو کہ وہ رہے ہوئے  
 دیکھتے ہوئے آجنا چاہتے ہوئے رہے ہوئے اس کا بھرا خیر رہے ہو کہ وہ رہے ہوئے  
 دل میں پیدا ہو جاتے ہیں اور اسے اسے دیکھتے ہوئے رہے ہوئے اس کا بھرا خیر رہے ہو کہ وہ رہے ہوئے  
 رک جاتا ہے۔ سوئی کتا رہی عرصہ نہا کیجئے۔ دل یہ لکھا ہے کہ کھڑے ہوئے رہے ہوئے  
 میری۔ آخر ضبط نہ کر دیا اس کی کیا ہے اس کا ایک طائی شہزبان سے مل گیا ہے۔  
 اور کچھ اور کچھ کچھ ہے۔ حیا ہے اور یہی کہ لکھتے ہوئے رہے ہوئے اس کا بھرا خیر رہے ہو کہ وہ رہے ہوئے  
 ہنورا۔ دسرم کر دو۔ اچھا کہ ٹھہرایا ہے کوئی موقع ہے۔ اب تو میرا ہوا ہے اس کا بھرا خیر رہے ہو کہ وہ رہے ہوئے  
 موقع محل سے دیکھا جائیگا۔ تمہیں یہی جلدی کیا لگتی ہے؟

جان "آہ بیاری شاہزادی تمہارے نزدیک جلدی بھی باقی رہی ہے خباں تو کہہ دے کہ

گزر گیا۔ یہ میرا پہلا تاج ہے۔ اتنا صبر کیا۔ مگر اس میں ہوسکتا ہے۔  
**پنوریا**۔ پیارے جان! کیا مجھ کو تھے کہو! نکار ہی تاج یا آج ہی ہوگا اگر مجھ کو خدا ہمارا  
 بنا یا ہے تو اس سے زیادہ مجھ کو کوئی اور خوشی ہی پہن سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ مگر میری تمنا ہے کہ تم سو وقت تک مجھ کو  
 ساتھ رکھو جب تک کہ شریعت عبسوی مجھ کو بتر مباح نہ کر دی اور یہاں حیاتری بات ہے، جوت چاہتا ہوں  
 کہ لینا۔ حرام کرنا انسان کو خداوند کے سخت غصہ میں مبتلا کر دیتا، جس سے ہر دن کو بچنا پڑتا ہے۔  
**جان**۔ دست آؤ زمین، مان تو تم سچ کہتی ہو مگر دل کو کیا کہو! تمہاری طرح یہ سختی نہیں  
 نہیں مانتا۔ مگر میں سوقت میں تمہاری کہی ہو گئی (جو بڑی) افوہ! ابھی اتنا اطمینان تھا کہ ہوں چلو کی فکر کرتی تھی  
 اتنا کہا اور جلد ہی جلدی اپنی رد الی کا بندوبست کر لیا کہ وہاں چلے جائیں ہین کہ آج یہ ہی کیا معاملہ  
 مگر کسی کو اس قصہ کی اصلاح نہ تھی۔

تو ہی ہمیں سب مان دست ہو گیا چلنے کی تیار ہو گئی۔ بادی کار و کار سا کہیل کاٹے ہوئے  
 آگیا اور جھٹیل کر گوری ہوئی۔ سب نے اپنی سپاہیانہ وضع بنائی اور ہر ایک نے اپنی اپنی جھونکوں آلات جو  
 اس طرح آراستہ کر لیا جس طرح کہ لڑائی پر جانو آپس پاس کو چاہیے۔ خیراد تو بسکی جو سب سے تھی  
 مگر ہمیں شک نہیں کہ ہنویا کی صحت سوقت دیکھنے کو قابل ہے۔ فوجی وضع کو بیکار کو سونے پانچا مہر  
 پہن لیا ہے تاخیر تاکر زب تن چھو کر کھانا لانا اور کوٹ اور چھپا ہوئی ہوئی پیش تھیں  
 نا کہ کمرنگی ہے سر پر خوند غاؤ پی ہی جکا حلقہ دار جان ٹکٹا تو ان بانو ٹلو چھپا ہوئی ہوئی ہوئی  
 ٹکٹے ہوئے پشت اور دیش پر بڑی ہیں۔ ہنویا تو کاندھ سے تاکا کپس کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی  
 تھی اور جان خود فٹکی کر عام میں اس کی پیاری صورت دیکھ کر ہتا کہ میکس نے اک کہا۔ قربان جلیے  
 ایک ہی ہو چوڑی کرسی اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں گویا کوئی فکر ہی نہیں ہے۔

**جان**۔ دیکھ رانہیں۔ میں سیکھ سیکھ ہوں۔ کیا سب مان دست ہو گیا اب  
 کہ دیر تو نہیں ہے۔

**میکس**۔ میں کچھ دیر نہیں۔ بس اب ہی اسے وار ہوئی دیر ہے۔  
**جان**۔ (ہنویا کا ہاتھ خراشہ میں لکر) چلیے مجھے کیا دیر ہو (دو قدم جلا کر) کیا  
 شاہزادہ احم کو یاد ہے کہ وہ یہی جگہ ہے جہاں پہلے تم مجھے چھوڑی تھو اور راج  
 ملتی ہی ہو تو یہی جگہ ہے۔ سہرا لہا اور ہنویا کو ساتھ لے کر آئے ہو کہ جاکر لڑ گیا جان بادی کا کار کا  
 رسالہ موجود تھا اور ہنویا کو گھوڑے جان نے رکاب تمام کر لے ہنویا کو ایک کھڑکی پر بیٹھا اور

پہلے ہی ایک مسند الخدمت لازم ہو کر کاغذین کی کھڑکیوں کو گھوڑی سوار ہو اور اس کا ساتھ اور سب کے  
پہانگ کا راستہ احتیاطاً چھوڑ دیا گیا اور سب پائین باغ کی طرف منظر کشمال و مشرق کی سمت  
اپنے گھوڑوں کو لیچے۔

تھنیا رات کے آثار رنج گئے ہیں سنا ناہر طرف چایا ہوا، اور ہر جزیرہ ایک کون بریں ہا ہوا ہر ملک  
کی زینت زینت دیو آجستار کے آب پنی آگئیں بند کر کر سوئے جاتے ہیں۔ ہاں شب زندہ  
ماہتا کی انکھ پہن جس کی ہر گھڑی سے بھی اب اس چادر منہ چھپا لیا، جو رن کر گئے تھیں  
زمین تک پہنچنے کی طرح پہلی ہوئی ہو۔ ریونا کر باشندی اس واقعہ سے بالکل بخیر اپنی ہر گھڑی  
در آواز بھگتو سو رہی ہیں اور جن بیچاروں کو چاروں کی پوا کر چلتے ہو جو نکلنے لگا پئے  
مار مار کر ابھی سوٹھین دیا ہوا ہے جاڑی میں کچھ ایسے ٹھٹھری پڑے ہیں کہ سوقت انکو  
بجڑا ہی جان کے دنیا مایہما کی مطلق خبر ہی نہیں ہے۔ سارا شہر شہر خوشان کا حکم کرتا ہے  
اور سب آبادی کو کنار کی کنار چلے جاتے ہیں۔ ہنور یا بیچ میں ہر داہنی طرف جان کا  
گھوڑا ہر بائیں طرف منکس سرکل اور انکو پیچے بالٹا کر دیلی کے گھوڑی میں پھانک کر بعد  
تھوڑی فاصلہ سے باڈی کارڈ کی پچاس سوار ہیں جو آہستہ آہستہ چلے جاتے ہیں۔

آبادی کے ختم ہوتے ہی انہوں نے اپنی ہی گھوڑی کو اڑ دی۔ بالکین ٹھہا دین اور زبردن  
میں ہری پوئے گھوڑی وسیع میدان پاکر سوقت کی چلتی ہوئی ہو آگے طرح فرار ہو کر لگے  
سوقت کی دھندلی دھندلی روشنی میں ٹھوری دور تک تو یہ شمال کی طرف کا معلوم  
ہوئے۔ مگر ہر سوقت کی گرتی ہوئی ہرنے سنگ تفرقہ بن کر ہر گھوڑا کہ دریں کے دست سے  
ہیشہ کیلئے جدا کر دیا۔ اب چونکہ ہر کو یقینی طور پر نہیں معلوم ہو کہ ہمارا دست یہاں ہے  
کہاں جائیگا اور خیر سی کی مشوقہ ہی ہو سکتی ہے۔ یہی تاریخی حقیقت اس سے  
ہو سکتی ہے اگر کی امید نہیں ہو سکتی کہ اب یہ ہر ملک ملیسیڈ یا اور ملین ٹی ان کے ہاتھ  
لیکن گھوڑی ہم بھی اب پڑی سموت دست کو رخصت کرتے ہیں۔ فی امان اللہ۔  
اور آپ بھی رخصت ہوتے ہیں۔ خدا حافظ۔ رخصت۔ رخصت۔  
پہر ملین گے اگر خدا لایا



# فتوح عبد الحمید خان

مصنف

نشی و جاہت حسین صاحب ججنجھا نوی

جنگ یونان کا صحیح مرقع - ادہم پاشا کی سرکیت کوششیں اور  
بالآخر سلطنت عثمانیہ کا یونان پر فتح پانا بہت خوبی کے ساتھ  
دکھایا گیا ہے۔ کتاب میں متعدد تصاویر اور جنگ کا  
ایک مکمل نقشہ بھی دکھایا گیا ہے۔ چھپائی لکھائی  
بہت اچھی ہے۔ قیمت فی جلد ۴۰

## فرمایش احباب

یہ مولوی محمد عمر سوز باؤنی کا بمیشل دیوان ہے جسکے اشعار  
دل کے ساتھ تیر و نشتر کا کام کرتے ہیں۔ پڑھئے اور  
لطف اٹھائیے۔ قیمت ۴۰

المشیر  
مینجہ مرقع عالم پریس ہر دوئی (اودھ)

# ادیہ مرقع عالم کے منشیانہ معجزات

عبرت - جان بہنوریا کا دلچسپ قصہ قیمت سہرہ حصہ ہے  
 جعفر و عباسہ - جعفر و عباسہ کا عشق ..... ۱۲  
 حسن سرور - بالکل سچا واقعہ ..... قیمت سہرہ حصہ  
 رام پیاری - کلیہ صنایع کا آخری بہترین ناول دو حصے  
 اختر حسینہ - سنبھل کا ایک در واقعہ تعلیم النساء پر بحث  
 نیل کاساپ - انتانی کلیوٹیر کی حسرت بھری داستان  
 دیول دیوی - خضر خان اور دیول دیوی کا عشق ..... ۱۲  
 گورا - ریوڑی ضلع گورگاتون کا سچا واقعہ  
 دکھیا راندون کی رام کسانانی ..... ۳  
 المشا

منجھ مرقع عالم پریس - ہر دونی

(اودھ)